بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم　　وَھُوَ الۡعَلِیُ الۡعَظِیۡم　　نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ. مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ. اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ. اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّلَا غَرۡبِیَّۃٍ. یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ. نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ. یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ. وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ. وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ہ (۲۴:۳۵)

مُسدّسِ شَمسُ الضُّحیٰ

(الہامی نام)

کَلامِ مُجلّٰی

(در تعریف)

رَبُّ الۡعُلٰی وَصَاحِبِ کِفۡلَیۡن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم اِذۡ رآئ الۡکَہۡف مَاوَرٰی وَاَصۡحَابِ قَرۡنِ اُوۡلٰی وَاَصۡحَابِ قَرۡنِ اُخۡرٰی وَجَنَّتُ الۡمَاۡوٰی وَاَحۡوَالِ مَاوَرَاءُ الۡوَرٰی از سِدۡرَۃُ الۡمُنۡتَہٰی و از عَرۡشِ مُعَلّٰے

مُصنّف

ابوالکلام غازی مولوی محمد عبدالغنی صاحب حامدؔ مُبلّغِ اسلام

بہ اہتمام

اراکین خانقاہِ سرورِ عالم آصف نگر حیدرآباد دکن

المرقوم ۱۰/ذی الحج ۱۳۷۲ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم وَهُوَ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡم نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡم

اظہارِ تشکر

الحمدُ لِلّٰه مسدسِ شمس الضحیٰ بعثتِ ثانی کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بہت ہی پائیدار اور مدلل کتاب ہے۔اس کتاب کی تعریف میں حضرت قبلہ عالم قدسرہٗ العزیز نے بہت ہی جامع انداز میں ارشاد فرمایا ہے جسکو ابوالکلام غازی مولانا محمد عبدالغنی صاحب حامدؔ مبلغ اسلام مصنف کتاب ھٰذا نے ''تقریظ'' کے عنوان سے اس خط کو کتاب کے ابتدائی صفحوں میں درج فرمایا ہے۔مزید اس کتاب کی اشاعت کے لئے بھی حضرت قبلہ عالم قدسرہٗ العزیز نے جو ارشاد فرمایا ہے اسکو بھی مصنف کتابِ ھٰذا نے دیباچہ میں اس طرح واضح کیا ہے'' حضور نے اپنے قریب تخت پر داہنے جانب مجھے بیٹھایا اور پوچھا آپ کی جیل والی مسدس کہاں ہے میں نے کہا حضور میرے ہی پاس ہے۔آپ نے فرمایا اس کو فوراً طبع کرواؤ یہ آپ ہی کے حصے کی بات ہے۔ میں نے کہا اچھا حضور جلد طبع کرواؤنگا'' اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدسرہٗ العزیز کی یہ مرضی تھی کہ یہ کتاب جلد از جلد طبع ہو کر تمام متلاشیانِ حق تک پہنچ جائے تاکہ وہ لوگ قرآن کریم کے معرفانہ حقائق و رموز سے واقف ہوں لھٰذا اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے موصوف نے بہت جلد اس کتاب کو طبع کروا کر ہندوستان و بیرونِ ہند کے تمام علماء و مشائخین و دانشوران تک پہنچایا تھا۔

ایک عرصۂ دراز سے اس کتاب کو حاصل کرنے کے لئے تشنگانِ راہِ حق کو بہت ہی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور اگر کسی طرح حاصل ہو بھی گئی تو کتاب قدیم اور خستہ حالت میں ہونے کی وجہ سے اوراق بہت بوسیدہ ہو گئے تھے اور اگر زیراکس (xerox) کرلیں تو اصل حروف حذف ہو رہے تھے ان دشواریوں کو محسوس کرتے ہوئے مبلغین اکرام نے یہ مشورہ کیا کہ اس کتاب کی از سرِ نو کتابت کی جائے اور جدید انداز میں اس کتاب کو ترتیب دیا جائے۔دوسری بات یہ کہ اس کتاب میں بعض حاشئے طویل ہونے کی وجہ سے کئی صفحوں پر درج کئے گئے تھے ہم نے ان تمام حاشیوں کو ایک جگہ جمع کیا ہے جسکی وجہ سے قارئین کو پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی۔

اس کتاب کو نئے طریقہ سے ترتیب دینے میں مولوی محمد مختار احمد صاحب مبلغِ اسلام نے کافی محنت کی ہے اور اس درمیان جو بھی دشواریاں درپیش ہوئیں اسکو آپ نے بڑی سنجیدگی سے غور و خوص کر کے حل کیا اور اس کام کو تکمیل تک پہنچایا۔

اس کام میں دوسرے مولوی رحیم خان صاحب قادری مبلغ اسلام ہیں جنہوں نے اس کتاب کی ڈی ٹی پی کی۔آپ ایک بہترین ٹائپسٹ ہونے کی وجہ سے یہ کام بہت جلد تکمیل کو پہنچا اور کتاب کی تصحیح کرنے میں بھی آپ نے پورا پورا ساتھ دیا۔

تیسرے ہمارے عزیز ساتھی صوفی مولوی محمد خواجہ صاحب مبلغ اسلام ہیں جو رات دن ان کاموں میں پیش پیش رہے اور ہر طرح سے ہمارا ساتھ دیا۔ان تمام احباب کی انتھک کوششوں سے یہ کام تکمیل پائے تکمیل کو پہنچا۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ ہم سب سے دین کی خدمت لے اور ہمیں اپنی لقاء نصیب فرمائے۔ آمین

فقط

سید ایوب شاہ چترمکھی مبلغ اسلام

اِنتِسابؔ

اہل دِل مولوی ہارون الرّشید صاحب وکیل جواپنے علاقہ سدّی پیٹھ میں ہندومسلمان سب کیلئے ہردلعزیز ہیں۔ پولیس ایکشن کے موقع پر آپ کودودفعہ شبہ کی بناء پر گرفتار کیا گیا ہردوموقعوں پر عوام کے کثیر مجمع نے آپ کو چھڑالایا۔ گذشتہ بیس سال میں آپ نے دیندار انجمن کی ہرآواز پر لبیک کہا۔ آپ نے حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ پر بیعت کرنیکے بعد راہ ایثار میں جان ومال کی بازی لگادی۔ آپ کے گھر کا ہر بچہ راہ ایثار میں اپنی آپ مثال ہے۔ اللہ پاک نے آپ کو صدّیقی قلب بخشا ہے۔ آپ اپنے علاقہ میں ایک قطب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت صاحب قبلہ نے آپ کو آپ کے ایثار کی بناء پر ''اہل دل'' کا خطاب عنایت فرمایا۔ آپ کے لئے حضرت صاحب قبلہ نے اپنی جانب سے خانقاہِ سرورِعالم میں دوکمرے اوردالان کی زمین عنایت فرمائی ہے جسکو موصوف نے تعمیر کرواکر خانقاہ کیلئے وقف کردی جس میں اب جگت گرو لائبریری کا قیام ہے۔ آج سے سات سال پہلے آپ نے میری کتاب میثاقُ الانبیاء کی طباعت کیلئے ایک ہزار روپیہ عطیہ دیا۔ آپ ہمارے ادارے میں سابقون الاوّلون کا درجہ رکھتے ہیں۔

مُحبّ الُفقراء مولوی محمد خواجہ صاحب کی وہ دوسری ہستی ہے جوایثارِ جان ومال کا سراپا مجسّمہ ہے۔ آپ موضع کوترپلّی تعلقہ وقارآباد کے ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں آجکل خانقاہِ سرورِعالمؐ کے قربت ہی میں سکونت پذیر ہیں۔ آپ نے اپنے خواب کی بناء پر حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ایسے زمانے میں جبکہ حضرت صاحب قبلہ اور آپ کی پوری جماعت سنٹرل جیل چنچل گوڑہ حیدرآباد میں نظر بند تھی۔ سوائے چند مومن بندوں کے ہر شخص یہ سمجھ رہا تھا کہ ہماری جماعت ہمیشہ کیلئے ختم ہوگئی ایسے نازک موقع پر آپ نے حضور سے وابستہ ہوکر راہِ ایثار میں کمال دکھلایا۔ حضور نے اپنی رہائی خواب میں بروز جمعہ دیکھی تھی جسمیں آپ کسی دعوت میں مدعو تھے یہ میزبانی بھی آپ ہی کے حصّہ میں آئی۔ حضور نے رہائی کے بعد مبائعین سے مالی امداد کی آخری اپیل کی جس میں آپ ہی کا ایثار سب میں بڑھا چڑہا رہا۔ حضرت صاحب کے دورانِ نظر بندی میں جب کبھی ادارہ کی جانب سے کوئی اپیل ہوئی تو اسوقت بھی آپ کا وجود پیش پیش رہا. بیعت حاصل کرنیکے بعد اِس قلیل مدّت میں ایثارِ جان ومال میں کسی پرانے صاحبِ ایثار سے کم نہ اُترے۔ حضور نے آپ میں کمالِ ایثار دیکھ کر آپ کو ''خواجہ خضر'' کا خطاب عنایت فرمایا۔ اب ہم سب میں یہ خواجہ خضر ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے مسدّس شمس الضّحیٰ کی طباعت کیلئے دوہزار روپیہ کا عطیہ دیا۔ حضور قبلہ کے تیار کردہ رنگین نقشے جسکے لئے آپ نے فرمایا تھا کہ اِن نقشوں کے ہندوستان میں کثیر تعداد میں تقسیم ہونے سے کشت وخون کم ہوگا۔ حضرت صاحب قبلہ کی یہ تمنا پہلی مرتبہ صاحبِ موصوف ہی کے ایثار سے تکمیل پارہی ہے۔ اِسی لیے اِس کتاب کو میں ان دومبارک ہستیونکے نام معنون کررہاہوں۔

فقط

ابوالکلام غازی محمد عبدالغنی حامدؔ مبلغِ اسلام

المرقوم ۱۰/ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ

”فہرستِ مضامین“

شمار نمبر	مضمون	صفحہ
۱	نعت حضرتِ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلم	ا
۲	تقریظ .	ب
۳	دیباچہ .	ج
۴	حمد درودِ شان صلّی اللہ علیہ وسلم .	ل
۵	شَمسُ الضُّحیٰ .	ا
۶	کاسئہ کافوری .	۲۱
۷	کاسئہ زنجبیلی .	۲۴
۸	جسمانی تیس سالہ سفر بصورتِ مکاشفہ چند لمحوں میں ختم ہوا	۲۷
۹	اونٹوں پر لدے ہوئے تابوتوں میں اللہ اور محمدؐ تھے .	۲۸
۱۰	اونٹوں اور تابوتوں کی تمثیل میں مقامِ مسلم .	۲۹
۱۱	عمّامئہ شاہ سرفراز میں قضاء وقدر کا فیصلہ ..	۳۰
۱۲	سدرۃ المنتہیٰ پر جبرئیلؑ اور بُراق کا رُک جانا.	۳۲
۱۳	حضور اکرمؐ کا عرش بریں پر حضرت ابوبکرؓ .....کو دیکھنا .	۳۴
۱۴	عرش بریں پر شہد۔ شراب اور دودھ کے پیالوں کا پیش کیا جانا	۳۵
۱۵	درود آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت پر	۳۵
۱۶	صحابہؓ۔ تابعین۔ تبع تابعین .	۳۷
۱۷	سَابِقُوْنَ الاَوّلون صحابائے کرام ہیں .	۳۸
۱۸	اصحابُ الیَمِین غازیانِ اسلام ہیں .	۴۲
۱۹	خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت .	۴۴
۲۰	اقوامِ عالم کا دورِ نبوّت اور اٰمَنُوا مِنکُم کا دورِ خلافت	۴۵
۲۱	پچھلے ایکہزار سال کا زمانۂ فیجِ اعوج .	۴۷
۲۲	زمانۂ غائب وشہادت .	۴۸
۲۳	حضرتِ عیسیٰ قیامت کا نشان اور صبح کا تارہ ہیں	۵۱
۲۴	خاتم النبیّین کا دین اکمل .	۵۳
۲۵	بعثتِ ثانی بہ لباسِ دیگر .	۵۸
۲۶	معراج اور بعثتِ ثانی .	۶۳
۲۷	بعثتِ ثانی ہندوستان میں .	۶۶
۲۸	دو بَلَد بعثَتَینُ میں .	۶۸
۲۹	جماعت اوّلین عرب اُمّیین میں بعثتِ اول و........	۷۱
۳۰	اصحاب کہف واصحاب رقیم .	۷۷
۳۱	جماعتِ دینداران .	۸۱
۳۲	علاماتِ قیامت میں یہودیوں کی حکومت .	۸۲
۳۳	کتاب منشور چالبازوں کا دستور ہے .	۸۳
۳۴	سدِّ سکندری توڑ دی گئی اور دجّال کا گدھا نکل پڑا	۸۷
۳۵	مخالفین اسلام کا حشر اور قیامت کا عذاب آنکھوں کے سامنے	۸۸
۳۶	نعت درشانِ ربُّ العُلیٰ وصاحبِ کفلین صلّی اللہ علیہ وسلم	۹۶
۳۷	سلام بر امام عالی مقامؓ .	۹۷
۳۸	تشریح مشکوٰۃ۔	۱۰۰
۳۹	خلاصہ نقشہ لوحِ محفوظ	۱۰۱
۴۰	حقیقتِ صلوٰۃ	۱۰۲
۴۱	شجرہ کلمہ طیبہ	۱۰۴

نعت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کرنے سے قمر کے شق ظاہر یہ حقیقت ہے　　اللہ کے بندے میں اللہ کی قدرت ہے

یا ختمِ رُسُلؐ اُن سے اسلام کی عزّت ہے　　جن خاص غلاموں کو خاص آپؐ سے نسبت ہے

کعبہ کی جو حُرمت ہے طیبہ کی جو عظمت ہے　　سردار دو عالمؐ کے قدموں کی بدولت ہے

حُبِّ شہِ یثرب میں یادِ شہِ بطحیٰ میں　　جینا بھی سعادت ہے مرنا بھی سعادت ہے

ہے حد سے زیادہ خوش دل یادِ محمدؐ میں　　یہ گوشۂ تنہائی گویا مری جنت ہے

باندھے ہوئے تھے پتھر وہ پیٹ پہ فاقے میں　　مُردوں کو جلانے کی جس ذات میں قدرت ہے

وحدت سببِ کثرت کثرت سببِ وحدت　　دونوں کی بہر صورت دونوں کو ضرورت ہے

یا ختمِ رُسُلؐ منہ سے کچھ کہہ نہیں سکتا میں　　سرکارؐ پہ ظاہر ہے جو کچھ مری حالت ہے

سرکارؐ مدینے کے خود جانتے ہیں اِس کو　　جو کچھ مرا منشاء ہے جو کچھ مری نیّت ہے

آساں نہیں اے طالب دیدار محمدؐ کا　　اصحابِؓ محمدؐ کی آنکھوں کی ضرورت ہے

ہے جو مری نظروں میں یا سرورِ دیںؐ ہر دم　　اللہ کی صورت ہے یا آپؐ کی صورت ہے

معلوم بھی ہے تجھ کو اے چشم حقیقت بیں　　ہر ذرّۂ طیبہ میں دنیائے حقیقت ہے

کیا روئے محمدؐ کو نسبت رُخِ یوسفؑ سے　　وہ اور ہی صورت تھی یہ اور ہی صورت ہے

پھر کنکریاں کلمہ پڑھنے کی ہے اب حاجت　　پھر سرورِ عالمؐ کی دنیا کو ضرورت ہے

وہ مصحفِ یزداں ہے رُخ سرورِ عالمؐ کا　　جس کی ہر اک آیت پر سجدہ کی ضرورت ہے

قدؔر اِس کو لٹاتا جا تو یادِ محمدؐ میں　　جب تک ترے قبضے میں انفاس کی دولت ہے

قدرؔ عریضی

تقریظ

مصنّفِ کتاب ھٰذا مولوی غازی ابوالکلام عبدالغنی صاحب مُصنّفِ میثــاقُ الْاَنبیــاء نے مضامین تبلیغ کو مسدّس کی صورت میں منضبط کیا ہے وہ کتاب میری نظر سے گذری انتہائی معقولیت سے کام لیا گیا ہے۔ ہماری انجمن کے جذبات کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے جو درحقیقت وہ جذبات کیا ہیں قرآن کریم عمل میں ہے۔ اس کتاب میں ایک خصوصیت ہے وہ یہ کہ قرآن کریم کے پُر معارف الفاظ کو نظم میں لایا گیا ہے۔ جسمِ اشعار میں وہ الفاظ جواہر کی طرح چمک رہے ہیں. دیرپا اثر والے مضامین ہیں۔ شمس الضُّحیٰ والی مسدّس بہت ہی پائیدار ہے۔ یہ کام اللہ پاک نے آپ سے لیا. یہ کتاب ہر مسلم کو ہدایت کا باعث ہوگی۔ شفاعت کا باعث ہوگی۔ پڑھنے والے کو صراط مستقیم پر لائیگی۔

فقط

صدّیق دیندار چن بسویشور

المرقوم ۲۵/ رجب المرجب ۱۳۶۹ھ

بمقام سنٹرل جیل چنچل گوڑہ وارڈ نمبر ۱۵ حیدر آباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اللہ پاک کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے اپنے موعودہ وقت پر جسمانی ۵۶ اور اخلاقی ۹۶ نشانات کے ساتھ ایک وجود کو کھڑا کیا جس کے نام اور کام سے ہندوستان اور بیرون ہندوستان کی دنیا نا آشنا نہیں ہے وہ ہے ہستی حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرّہٗ العزیز کی۔ جنھوں نے ۷؍فبروری ۱۹۲۴ء کو مقام گدگ سے الہاماً اپنے دعویٰ ماموریت کا اعلان کیا۔ آپ نے اللہ پاک سے الہاماً تحریک کے آغاز اور اس کے انجام کی اطلاع پائی اور وہ تھا الہام ''دس' بیس' تیس برس میں'' پہلے دہا میں آپ نے سنت رسولؐ کے مطابق ہندوستان کی غیر اقوام میں ڈنکے کی چوٹ پر دعوتِ اسلام پہنچائی۔ ہندوستان کا چپہ چپہ اس کا شاہد ہے۔ اِس مبارک راہ میں آپ نے مختلف مصائب جھیلے۔ اللہ پاک نے آپ کو ہر موقع پر فتح و کامیابی بخشی۔ یہ تھا پہلا دہا جو ۱۹۳۴ء کو ختم ہوا۔ دوسرا دہا شروع ہوا ہندوستان میں چاروں طرف آپ کو اور آپ کی جماعت کی ترقی کو دیکھ کر مخالف عناصر اپنی پوری قوت سے دبانے کی کوشش کرنے لگے۔ آپ کی تصانیف ضبط کرائی گئیں۔ زبان بندی ہوئی۔ ہر طرح سے تنگ کیا جانے لگا جس کے نتیجہ میں سنتِ رسولؐ کے مطابق ہندوستان سے ہجرت کرنی پڑی۔ چنانچہ آپ اور آپ کی پوری جماعت مع اہل و اعیال یاغستان کے پہاڑوں میں پہنچ گئی تا کہ تبلیغ اسلام کی راہ میں جو روکاوٹیں پیدا ہوگئی ہیں اُسکو ہٹانے کیلئے کوئی موثر کارروائی کی جائے۔ اِس ہجرت کے نتیجہ میں آپ نے اور آپ کی جماعت نے مختلف مصائب برداشت کئے یہانتک کہ صوبہ سرحد کی حکومت نے پوری جماعت کو گرفتار کر کے مختلف جیلوں میں نظر بند رکھا ہمہ قسم کے مصائب برداشت کر کے بالآخر یہ جماعت آگے بڑھی اللہ پاک نے برٹش حکومت کو اِس جُرم کی پاداش میں معقول سزا دی وہ یہ کہ وہ اپنے مشرقی جزائر کھو بیٹھی۔ یہ تھا دوسرا دہا جو ۱۹۴۴ء کو ختم ہوا۔ تیسرا دہا شروع ہوا۔ ہندوستان کو ۱۹۴۷ء میں انگریزوں سے آزادی ملی مخبر صادق حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بناء پر مغرب سے نکلا ہوا مادّی سورج نصف النّہار پر پہنچ کر واپس لوٹ گیا اور مغرب ہی میں جا کر غروب ہوا۔ اِذا ھَلَکَ قَیْصَرَ لا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ والی حدیث کی بشارت لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔ یہ دوسری کدال تھی جس نے قیصرِ ہند کو ہندوستان سے مار بھگایا۔ یہ تھی مبارک رات ۱۵؍آگست ۱۹۴۷ء مطابق ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کی۔ اسی رات حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور قدس سرّہ العزیز کو مسلسل ۱۲ سال کی قید سے رہائی حاصل ہوئی۔ اب ہمارے لئے ایک تیسری منزل تھی اور وہ تھے غزوات۔ تقسیم ہند کی وجہ سے حیدرآباد دکن کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا حفاظت اقتدار اعلیٰ کے جذبہ میں ہر حیدرآبادی ڈوبا ہوا میدان میں نکل آیا صرف ہماری ہی ایک جماعت تھی جو وطن اور بادشاہت پر ایک مسلمان کی موت کو حرام قرار دے رہی تھی۔ اللہ پاک نے ہم کو لائق علی وزارت کے ہتھکنڈوں سے بچا کر اپنا موعودہ کام لیا۔ ۲۷؍غزوات سنتِ رسولؐ کے مطابق اِسی سلطنتِ آصفیہ میں ہم سے کروائے۔ ہمارے یہ غزوات نو ماہ میں تکمیل ہی پانے تھے کہ ریاستِ حیدرآباد پر ہندوستان کا پولیس ایکشن ۱۳؍ستمبر ۱۹۴۸ء کو ہوا۔ انڈین یونین نے رضا کاروں کی خبر لینے کے بعد ہماری طرف رخ کیا۔ بالآخر ۲۵؍ستمبر ۱۹۴۸ء کو صبح کے چار بجے خانقاہِ سرورِ عالم کا محاصرہ ہوا۔ یہ محاصرہ ہمارے لئے کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ اسلئے کہ ہم پہلے بھی تبلیغ اور ہجرت کے نتیجہ میں مختلف مصائب جھیل چکے تھے اور دوسری بات یہ تھی کہ حضرت صدّیق نے آج کی رات کے محاصرہ کی ایک ہفتہ پہلے ہی ہمیں اللہ پاک سے بشارت پا کر اطلاع دی تھی اِس خانقاہ میں رہنے والے سارے مومن اور مومنات خوش تھے کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو رہا ہے اور اب دین کی کامیابی کی راہیں کھلنے کا وقت آ گیا ہے۔ سورج طلوع ہو گیا یہانتک کہ دو ساعت بڑھ گیا۔ یوں سمجھئے کہ شمس نے ضحیٰ کے وقت کو پا لیا اور شمس الضّحیٰ کے اظہار کا مکرّر وقت آ گیا۔ بالآخر حضرت صاحب قبلہ نے اپنی پوری جماعت کو فَالِنْ کا حکم دیا اور کہا کہ ۱۲ سال کی عمر سے لے کر ۸۰ سال کا ضعیف سر ہلتا ہوا بھی ہو تو وہ لاریوں میں سوار ہو جائے۔ بس کیا تھا صدّیق کے پروانے فوجی لاریوں میں سوار ہونیکے لئے ایک پر ایک گرنے لگے۔ ہم خوشی خوشی اپنے آقا کے ساتھ سنٹرل جیل چنچل گوڑہ حیدرآباد پہنچے۔ ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ وارڈوں میں ۲۰۳ افراد گذارنے لگے۔ حضرت صاحب قبلہ وارڈ نمبر ۱۵ میں مقیم تھے جنکے ہمراہ مبلّغین میں سے چند افراد بھی تھے۔ دوسرے ہی دن حضور سے ہدایت موصول ہوئی کہ چار افراد۔ احسن المناظرین مولوی واحد علی صاحب' معزالملّت مولوی حبیب اللہ صاحب' معشوقِ ربّانی افسر عساکر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب آزاد و ابوالکلام غازی عبدالغنی صاحب درسِ قرآن کریم دینا شروع کر دیں اور ذوالمعارج مولوی سید رسول صاحب فلسفۂ ہند اور تنوگنان کا درس جاری کریں۔ حکم کی تعمیل میں درسِ قرآن اور فلسفہ ہند کی تعلیم شروع ہوئی۔ بفضلِ خدا ہماری جماعت کے کل افراد کو تعلیم دینے کا

بہترین موقع ہاتھ آیا جس سے کئی نوجوان فلسفہ ہند کے علاوہ عربی میں صرف ونحو سے کماحقہٗ واقف ہوگئے. درسِ قرآن کے نتیجہ میں ہزاروں معارف اِن کے سینوں میں جمع ہوگئے اللہ پاک نے میرے دل میں ڈالدیا کہ قرآنِ کریم کے معارف کو مسدّس کی صورت میں منضبط کروں. درسِ قرآن دینے کے بعد جو بھی وقت بچ رہتا تھا اسی ایک کام کیلئے وقف تھا ۱۷۲ بندوں پر مشتمل مسدّس تیار ہونیکے بعد حضرت صاحب قبلہ کے پاس وارڈ نمبر ۱۵ میں روانہ کر دیا حضور نے پسند فرما کر اپنی جانب سے اس مسدّس کیلئے تقریظ لکھ بھیجی اور مجھے ہدایت کی کہ اِس مسدّس پر حاشیہ لکھوں اور یہ کام جیل میں مجھ سے نہ ہوسکا. اسی لئے یہ مسدّس جلد طبع بھی نہ ہوسکی. بہرصورت ہماری جماعت کے تمام افراد ایک سال کی جیل گذارنیکے بعد دیگرے رہا ہونے لگے. راقم الحروف ۱۷/ جنوری ۱۹۵۰ء کو رہا ہوا گویا سولہ ماہ کی یہ جیل بفضلِ خُدا ہماری جماعت کیلئے جنّت ماویٰ ثابت ہوئی. الغرض کم وبیش مدّت میں ہماری جماعت کے سارے افراد رہا ہوگئے. اِس انقلابی دور میں ہمارے بعض مبلغین پانچ پانچ سال جیل گذار کر رہا ہوئے. بفضلِ خدا اِس نازک ترین انقلاب میں ہمارا ایک بھی فرد ہلاک نہیں ہوا حتّٰی کہ خانقاہِ سرورِ عالم میں رہنے والی تمام پاکدامن عورتیں بھی محفوظ ومامون رہیں. مردوں کیلئے جیل اور عورتوں کیلئے خانقاہ جنّتِ ماویٰ ثابت ہوئی. ہمارے لئے تبلیغ کی منزل جسطرح کٹھن تھی اس سے زیادہ کٹھن ہجرت کی منزل تھی اور اس سے زیادہ یہ غزوات کی منزل کٹھن تھی لیکن اللہ پاک نے اپنے موعودہ وقت پر اپنے موعودہ بندوں سے اپنا پورا کام لیا اِس جماعت کا کوئی فرد اِن تینوں منزلوں سے منہ نہیں موڑا ذالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

مسلسل تین سال چار ماہ کی قید کے بعد ۲۴/ جنوری ۱۹۵۲ء کو حضرت صاحب قبلہ کی رہائی عمل میں آئی. اللہ پاک نے آپ کو الہاماً بشارت دی تھی کہ ”جمعرات کو چُھٹ جائیں گے“. چنانچہ ایسا ہی ہوا. جمعرات کے دن رہائی کے احکامات اجرا ہوئے اور آپ بروز جمعہ رات کے نو بجے بتاریخ ۲۵/ جنوری ۱۹۵۲ء خانقاہ سرورِ عالم پہنچے. آپ نے ہماری رہائی کے موقع پر فرمایا تھا کہ میں اتحادالمسلمین کے وُزرا کو ساتھ لئے بغیر جیل سے رہا نہیں ہونگا چونکہ میرا وجود اسیروں کی رستگاری کا باعث ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا. آپ کے ہمراہ لائق علی کابینہ کے سارے وُزرا چھوٹ گئے. سید قاسم رضوی کی رہائی ابھی تک الجھن میں پڑی ہوئی ہے. یہ ایک موعودہ معاملہ ہے یعنی ریاستِ حیدرآباد پر پولیس ایکشن سے پہلے سید قاسم رضوی نے ہماری جماعت کا دو دفعہ فوجی محاصرہ کروایا اور بوقتِ محاصرہ اپنی جیب کار میں بیٹھا ہوا اِتراتا ہوا خانقاہِ سرورِ عالم کے سامنے سے گذرتا رہا اور ساری ریاست میں احکامات اجراء کرادیئے تھے کہ یہ دیندار نہ عیسائی ہیں نہ مسلمان اور نہ کسی مذہب سے ان کا تعلق ہے اِن کو ہر طرح سے تنگ کردو. بہادر یار جنگ مرحوم انھیں ختم کرنا چاہتے تھے وہ نہ کرسکے اب وہ کام مَیں کرتا ہوں. اللہ پاک اِس شخص کی اِس حرکت سے بہت غضب میں آیا اور حضرت صاحب قبلہ نے جب اِس شخص کے متعلق دعا کی تو آپ کو بذریعہ خواب معلوم ہوا کہ ”آپ خود سابق وزیراعظم میر لائق علی کے مکان کو ملاقات کیلئے تشریف لے گئے ہیں. آپ نے ملاقات کے بعد میر لائق علی صاحب سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ کیوں میری مخالفت کررہے ہیں تو اس کا جواب لائق علی صاحب نے یہ دیا کہ حضور اس میں میرا کچھ بھی قصور نہیں ہے یہ سب سید قاسم رضوی کرا رہا ہے. وہ دیکھئے آرہا ہے. اسکے بعد اچانک آپ نے دیکھا کہ ایک لال رنگ کا زہریلا کیڑا مغرب کی سمت سے نہایت تیزی کے ساتھ آپ کو کاٹنے کیلئے آرہا ہے اور اُس نے آکر آپ کے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو ڈس لیا. آپ نے فوراً ہاتھ جھٹک دیا. دوسری دفعہ اس کیڑے نے اسی طرح ڈس لیا. حضور نے لائق علی صاحب سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ دیکھو اب رضوی کا کیا حال کرتا ہوں. اسکو اس طرح دور پھینک دیتا ہوں کہ پھر دوبارہ آہی نہ سکے. چنانچہ آپ نے یہ کہہ کر بائیں ہاتھ سے اس کیڑے کو اپنے داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے چھڑا لیا اور پھر داہنے ہاتھ میں سختی سے پکڑ لیا اور مغرب ہی کی جانب اس زور سے پھینک دیا کہ وہ پھر دوبارہ نہ آسکا اور اُسکے حملے کا خطرہ ہی جاتا رہا“۔

آپ نے اپنی جماعت کو یہ خواب تقویتِ ایمان کیلئے سنایا. ہم نے پچھلے تیس سال میں دیکھا ہے کہ جس کسی فرد یا طاقت نے شرح صدر سے ہماری مخالفت کی وہ سختی کے ساتھ تباہ وبرباد ہوئی بالآخر رضوی نے بھی ہماری جماعت کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور دو دفعہ ہماری انجمن کا فوجی محاصرہ کروایا اس کا یہ عمل دراصل مولانا صاحب کے خواب کی تعبیر تھی جو پوری ہورہی تھی. دونوں محاصرے ہوچکنے کے بعد حضور نے اپنی جماعت کو فرمایا کہ رضوی نے میرے خواب کی تعبیر میں لال کیڑا ابن کر دو دفعہ ڈس لیا ہے. مَیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں اور آپ کی شہادت اپنے عمل سے دنیا کے سامنے پیش کررہا ہوں وہ یہ کہ تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہوں اور یہ رضوی اِس کام میں حائل ہورہا ہے لیکن اب اُس نے دو دفعہ ڈس لیا ہے. آئندہ تیسری مرتبہ وہ حملہ کرنے نہیں پائیگا ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیگا. چنانچہ ایسا ہی ہوا. دنیا جانتی ہے کہ رضوی کیا تھا اور کیا ہوگیا ہے. حضرت صاحب قبلہ نے رضوی کو غلط راہ سے ہٹانے کی بار بار کوشش کی یہانتک کہ آپ نے ایک خط رضوی کے نام لکھ کر مجھے اور غازی محمود القریشی صاحب کو اِس خط کو پہنچانے کیلئے اُن کے

دفتر دارالسّلام روانہ کیا ہم دونوں وہاں پہنچے اور وزیٹنگ کارڈ visiting card بھجوایا.ہم نے اپنے ناموں کیساتھ حضور کے دیئے ہوئے القاب لکھ بھیجے تھے مَیں نے اپنے نام کے ساتھ ابوالکلام اور مولوی محمود القریشی صاحب نے اپنے نام کے ساتھ دربانِ رسول اللہ ؐ لکھا تھا. اِن القاب کو دیکھ کر سید قاسم رضوی کو بہت طیش آیا.اس کے تخیل میں یہ تھا کہ دکن کے تمام لوگوں نے مجھے صدّیق دکن کا خطاب دیا ہے اور یہ دوسرا صدّیق کون ہوسکتا ہے جو کسی کو اپنی جانب سے خطاب بخشے.اس کے تکبّر نے خود اس کو ظلمت میں ڈال رکھا تھا.ہوا یہ کہ رضوی نے اندر سے کہلا بھیجا کہ وزیٹنگ کارڈ سے ابوالکلام اور دربانِ رسول ؐ اللہ کاٹ دیئے جائیں تب مَیں اُن سے ملاقات کروں گا ہم نے مصلحتاً وزیٹنگ کارڈ کے دائیں حصّہ کو چاک کر ڈالا اِس طرح دونوں القاب اب موجود نہ تھے .مکرّر وہی کارڈ ہم نے بھجوایا.اس پر رضوی نے ہم دونوں کو دفتر کے اندر آنیکی اجازت دی. ہم نے حضرت صاحب قبلہ کا رقعہ رضوی کے ہاتھ میں دے دیا.اس زمانے میں حکومت کے نشہ اور تکبّر کے مارے اس کا اخلاقی معیار اس قدر پست ہوگیا تھا کہ اس نے ہم دونوں ملاقاتیوں کو بیٹھنے کیلئے بھی نہ کہا اور لفافہ چاک کئے بغیر ہی اس نے ہم سے کہا کہ مزید آپ کیا چاہتے ہیں ہم نے کہا موقع ہوتو کچھ کہا جائے ورنہ رقعہ کا جواب. جس کا جواب سخت لہجہ میں یہ ملا کہ ''مَیں سب کچھ جانتا ہوں ضرورت محسوس ہوتو جواب دے دونگا'' اس کے بعد ہم خانقاہ واپس لوٹ آئے.حضور سے سارا واقعہ بیان کردیا.آپ نے ہم دونوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اس نے جو حرکت کی ہے خود ہی اسکی گرفت میں آجائیگا. اِس کے بعد چند دن نہیں گذرے کہ حیدرآباد پر پولیس ایکشن ہوا اور آج پانچ سال ہورہے ہیں کہ ساری دنیا میں اب کوئی بھی اسکو صدّیق دکن پکارنے والا نہیں ہے.دنیا کیا جانے کہ اللہ والے کی مخالفت اور اس کے مقابلے میں آنے سے کیا ہوتا ہے.جس طرح اللہ پاک نے ہم سے تبلیغ اسلام کا کام اپنے موعودہ وقت پر لیا اسی طرح اُس نے ہجرت کے اسباب بھی اپنے موعودہ وقت پر ہی فراہم کئے.اللہ پاک نے قرآن کریم میں سورۃ الجمعہ میں وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ کہہ کر ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ہی ہماری جماعت کی خبر دی تھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی جماعت کے متعلق فرمایا تھا اَنَا مِنۡهُمۡ وَهُمۡ مِنِّیۡ جس طرح ہمارا تبلیغی زمانہ موعودہ گذرا اِسی طرح ہجرت بھی موعودہ تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ سے مدینہ ماہ ربیع الاوّل میں ہجرت فرمائی تھی اِسلام میں سنہ ہجری کا آغاز ماہِ ربیع الاوّل کی بجائے ماہِ محرم سے ہوا ہے.ہونا تو ماہِ ربیع الاوّل سے چاہیئے تھا لیکن ایسا نہیں ہے یہ دراصل ایک یادگار ہے اُس ہونے والی ہجرت کی جو ساڑھے تیرہ سو سال سے چلی آرہی ہے یعنی اس عمل میں یہ حقیقت پوشیدہ تھی کہ بعثت ثانی کے موقع پر تبلیغ اسلام کے مصائب کے نتیجہ میں ایک جماعت ویسی ہی ہجرت کریگی جیسے کہ قرن اوّل میں ہوئی تھی.اور وہ ہجرت ماہ ربیع الاوّل کی بجائے ماہِ محرّم میں ہوگی. چنانچہ ایسا ہی ہوا.حضرتِ صدّیق اور آپ کی پوری جماعت تبلیغِ اسلام کی راہ میں مختلف مصائب برداشت کرنے کے بعد اس قدر تنگ آگئی کہ ہندوستان سے یاغستان علاقہ آزاد ہجرت کرنی پڑی.حضرت مولانا صدّیق دیندار چن بسویشور قدس سرّہ العزیز نے ۷ ارمحرّم الحرام ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۶ء مقامِ بنگلور سے ہجرت فرمائی.آپ کے ہمراہ جامع جمیع کمالات مولوی سید قاسم صاحب معتمد دیندار انجمن تھے.ہندوستان کے مختلف علاقوں سے گذر کر چھپے ہوئے یاغستان کے علاقہ میں داخل ہوئے.وہاں کا سب سے بڑا پہاڑ مہابن پار کر کے مقام اَسمس پہنچے. اِس ہجرت کی یہ یادگار اپنے پروردگار سے پوری ہوئی.اسکے بعد اللہ پاک نے سنتِ رسول ؐ کے مطابق ۲۷ غزوات کا موعودہ وقت ہمارے لئے فراہم کیا.وہ بھی پورے ہوگئے.

غزوات پر ایک نظر: یہ امر مسلمہ ہے کہ تبلیغ،ہجرت اور غزوات حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی بنیادی کیفیتیں ہیں.اللہ پاک نے حضور ؐ کے غزوات کی ابتداء اور اس کی انتہا کو سورہ الرّوم کے پہلے رکوع میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے یعنی جس طرح قرنِ اوّل میں غزوات ہوئے اسی طرح قرنِ آخر میں ہونیکی بشارت ہے.آیت پاک ہے الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡۢ بَعۡدُ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِنَصۡرِ اللّٰهِ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ وَعۡدَاللّٰهِ لَا یُخۡلِفُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ہ (۶:۳۰) یعنی مَیں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں رومی مغلوب ہوگئے قریب سرزمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونیکے بعد چند سال کے اندر اندر دوبارہ غالب آئیں گے پہلے اور بعد یعنی ہر دو اوقات میں اللہ ہی کا امر ہے.اللہ کی نصرت کے ساتھ اُس دن مومن خوش ہونگے.وہ جسکی چاہتا ہے مدد کرتا ہے.اور وہ غالب رحم کرنے والا ہے.اللہ کا وعدہ ہے.اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے.اللہ پاک نے اِس آیت میں رومیوں کے مغلوب ہونے کا تذکرہ کر کے اُن کے دوبارہ ایرانیوں پر غلبہ حاصل کرنیکی خبر دی ہے.تاریخ شاہد ہے کہ رومیوں کی ایرانیوں کے ہاتھوں مغلوبیت کا سلسلہ ۶۰۲ء تا ۶۱۵ء جاری رہا.دمشق،یروشلم اور مقدس صلیب تک ایرانیوں کے ہاتھ آگئے تھے.سلطنتِ روما کی سرزمین کو عرب سے قربت ہونیکی وجہ سے اَدۡنَی الۡاَرۡض کہا گیا ہے.رومیوں کے مکرّر ایرانیوں پر غلبہ حاصل کرنیکی خبر دیدیگئی ہے جس کے لئے بِضۡعِ سنین آیا ہے.لفظِ بِضۡعِ

تین سال سے نو سال کی مدّت تک استعمال ہوتا ہے. حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے رومیوں کے ایرانیوں پر غالب ہونیکی مدّت کو لفظ بِضْعَ سے تین سال کا اجتہاد کر کے دس اونٹ کی شرط باندھی تھی جسمیں طے پایا تھا کہ اہلِ روم مکرّر غالب نہ آئیں تو دس اونٹ حضرت صدّیق اکبرؓ ابی ابن خلف کو دینگے اور اگر غالب آ گئے تو دس اونٹ ابی ابن خلف حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو دیگا. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شرط کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے حضرت صدّیق اکبرؓ کو کہہ کر مزید چھ سال کا اضافہ کر دیا اسلئے کہ لفظِ بِضْعَ تین سال سے نو سال تک کی مدّت کیلئے استعمال ہوتا ہے. ابی ابنِ خلف نے شرط کی مدّت میں چھ سال کے اضافہ کو تسلیم کیا اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ دو کافر سلطنتوں کی باہمی لڑائی میں صحابہؓ کی خوشی کو کیا تعلق ہے. چونکہ قرآن کریم نے یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ کہہ دیا تھا یعنی مکرّر رومی ایرانیوں پر غلبہ حاصل کرینگے تو اُس موقع پر صحابہؓ کو بھی خوشی حاصل ہوگی. اسلامی مورّخین کا اس بات پر اتّفاق ہے کہ جس دن رومی ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر رہے تھے اور سلطنتِ ایران پاش پاش ہو رہی تھی. اُسی دن صحابہؓ میدانِ بدر میں کفّارِ مکّہ پر غالب آ رہے تھے.

گویا کہ دو کافر سلطنتوں کے آپس میں یلغار ہونیکے نتیجہ میں صحابہؓ کو غزوات کے کرنے کا موقع ہاتھ آیا. نو سال کی شرط میں ایک روحانی راز پوشیدہ تھا وہ یہ کہ اسلامی غزوات کا سلسلہ بھی نو سال تک ہی جاری رہنے والا تھا. چنانچہ ایسا ہی ہوا. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا اور نو ہجری میں غزوہ تبوک ہوا. یہ ستائیس غزوات جو حضور اکرمؐ نے صحابہؓ کو ہمراہ لے کر پورے کئے نو سال کی مدّت تک ہی جاری رہے. یہی ایک سب سے بڑی خوشی صحابہؓ کو حاصل ہوئی ورنہ دو کافر سلطنتوں کی لڑائی میں کسی ایک کی فتح پر مومنوں کی خوشی کو کیا تعلق؟ قرآنِ کریم نے اس خوشی کو یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ کہہ کر مِنْ قَبْلُ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں. یعنی یہ پہلی خوشی تھی جو صحابہؓ کو حاصل ہوئی. اِس پیش گوئی میں خوشی نہ صرف اوّل ہی میں رکھّی گئی تھی بلکہ وَمِنْ بَعْدُ بھی فرمایا گیا ہے یعنی ایک دوسرا زمانہ بھی آئے گا جسمیں مومنوں کو ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اور دو مادّی سلطنتوں کے باہمی بلغار کے نتیجہ میں غزواتِ اسلام کا موقع نکل آئیگا. اور وہاں بھی مومن خوش ہونگے چونکہ لِلّٰهِ الْاَمْرُ یعنی اللہ کا امر دونوں اوقات میں چلیگا. بِنَصْرِ اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ اِسی لئے فرمایا کہ یہی دو اوقات ہیں کہ جہاں اللہ کا غلبہ اور اس کی رحیمیت ظاہر ہوتی ہے. اللہ پاک نے وَعْدَ اللّٰهِ کہہ کر مستقبل میں مکرّر غزوات کے ہونیکا وعدہ قرآن کریم میں کیا ہے. لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ کہہ کر یہ ظاہر کر دیا کہ مستقبل میں ہونے والے غزوات کا وعدہ کبھی نہیں ٹلے گا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ کہہ کر اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ دنیا کی اکثریت اس اہم معاملہ کو قطعاً نہیں جانیگی۔

قرنِ اوّل میں غزواتِ اسلام کی مہم کو سر کرنے کیلئے حضرت صدّیق اکبرؓ نے تین سال کا اجتہاد فرمایا تھا اور حضور نے اسمیں چھ سال کا اضافہ فرمایا تھا. اس طرح جملہ نو سال میں اسکی تکمیل ہونا قرار پایا تھا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ بِضْعَ پر نو سال والا اجتہاد تو لفظ بہ لفظ پورا ہوا یعنی غزواتِ اسلام کا سلسلہ ٹھیک نو سال تک مسلسل جاری رہا مومنوں کو فرحت ہی فرحت ہوئی لیکن حضرت ابوبکر صدّیقؓ کا وہ اجتہاد جو لفظ بِضْعَ سے تین سال والا تھا وہ قرنِ اوّل میں پورا ہوتا ہوا نظر نہ آیا حضرت صدیق اکبرؓ لسانِ صدق رکھتے تھے اُس لئے آپؓ کا اجتہاد بھی کبھی غلط جا نہیں سکتا ورنہ آپؓ کو لسانِ صدق کا عطا ہونا غلط ٹھیر جائیگا اِسلئے اللہ پاک کو اس اجتہاد کی بڑی غیرت تھی اِسی لئے مومنوں کو مِنْ بَعْدُ کی بشارت دے کر مستقبل میں مکرّر ۲۷ غزوات کے ہونیکی خبر دیدی گئی یعنی وہ اجتہاد بعثتِ ثانی میں صدّیق ہی کے وجود سے پورا ہوگا. یہ تین سال والا اجتہاد بھی کوئی علیحدہ نہیں ہے چونکہ صدّیق اکبرؓ کا اجتہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو سال والے اجتہاد میں شامل ہے یعنی آپؓ فنا فی الرّسول ہونیکی وجہ سے آپؓ کا اجتہاد بھی رسول اللہ صلی س للہ علیہ وسلم کا ہی اجتہاد ہے. اللہ پاک نے حضرت صدّیق اکبرؓ کے اُس تین سال والے اجتہاد کی تکمیل کی غیرت میں آکر ہندوستان کی تقسیم کروائی پاکستان ایک علیحدہ مملکت قائم ہوئی. ادھر حیدرآباد کی آزادی کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوگیا. ۱۵ر آگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا اور اسکے بعد ہی اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں نے اپنے ایک فرمان کے ذریعہ اعلان کر دیا کہ میری ریاست نہ پاکستان میں شریک ہوگی اور نہ ہندوستان میں. اسکے کچھ ہی دنوں بعد حیدرآباد اور انڈین یونین میں ایک عارضی صلح نامہ طے پایا جسکی وجہ سے ہندوستان نے اپنی فوجیں ترملگری سے واپس بلوالیں. حیدرآباد سے اِن فوجوں کے ہٹ جانے سے حیدرآبادیوں کو بے حد خوشی ہوئی اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہم نے انڈین یونین پر ہمیشہ کیلئے فتح پالی یہ ایسی ہی فتح تھی جیسی کہ ایرانیوں کی رومیوں پر تھی اور جس کو قرآن کریم نے غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ کے الفاظ میں ظاہر کیا ہے یہ فتح و شکست کا تصوّر صرف ایک سیاسی تھا اور فطری طور پر یہ ہندوستان کی تقسیم کے نتیجہ میں ہوا تھا. حیدرآبادیوں کا یہ غلبہ چند دنوں کی بات تھی بالآخر انڈین یونین میں حیدرآباد کی سلطنت کی شرکت لازمی سمجھی جاتی تھی چونکہ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ کی بشارت پوری ہونی تھی ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اللہ پاک نے اس عظیم انقلاب کی خبر دی تھی. جس طرح ایران اور روما کی باہمی کشمکش نے صحابہؓ کیلئے ۲۷ر غزوات کا راستہ کھولا اِسی طرح حیدرآباد اور یونین کی باہمی کشمکش نے حضرت صدیق

اوراس کے ساتھیوں کیلئے ۲۷غزوات اسلام کا راستہ کھولا مِنۢ بَعۡدُ والی دوسری خوشی یہی تھی جس کو یَفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ کہا گیا ہے. یونین کو مغلوب سمجھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے اُن کو غالب ہوتے ہوئے دیکھ لیا وطن کی محبت میں مسلمان کی موت حرام ہے اسکے باوجود وہ آگے بڑھے اور مار کھا گئے. ہزاروں عورتیں بیوہ ہوگئیں اِدھر پاکستان میں بھی ایسا ہی حال ہوا بے حساب عورتیں اغوا کی گئیں صحابہ نے ۲۷رغزوات کئے جسکی مدّت نو سال تک جاری رہی لیکن ایک بھی مومنہ کسی کافر کے بغل میں نہ جاسکی اسلئے کہ صحابہؓ کو جنگ میں شکست ہی نہیں ہوئی. آج اسلامی جہاد کا نعرہ بلند کرنے والوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا ہے کہ یہ ان کا نعرہ غلط ہے روئے زمین میں کہیں بھی آج اسلامی اصول پر جنگ نہیں ہورہی ہے. اسلامی جمہوریت کا راگ الاپنے والے عوام کو یہ کہہ کر خوش تو کردیتے ہیں کہ ان کی مجلسِ مشاورت میں ہر قوم کے نمائندے ہیں اور یہی اسلامی جمہوریت ہے لیکن وہ ثابت نہیں کرسکتے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سالہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوت جو اسلامی جمہوریت کا پہلا اور صحیح دور تھا کبھی اسمیں کسی دوسری قوم کا بھی نمائندہ صحابہؓ کی مجلس مشاورت میں بیٹھ کر اپنی قوم کی نمائندگی کیا کرتا تھا. ان کو صاف طور پر اعلان کرنا چاہیے کہ وہ آج کے حالات کے اقتضاء پر دنیا کو جس طرح چاہے لیجارہے ہیں وہ اگر ابن الوقت بن کر زمانے کے اِس نئے موڑ سے گذرنے پر مجبور ہیں تو وہ گذر جائیں لیکن اسلامی جمہوریت یا اسلامی جہاد کا نعرہ بلند کر کے اسلام اور اُس کے اصولوں کو رسوا نہ کرنا چاہیئے۔

مختصر یہ کہ پچھلے تیس سال سے ہمارا ایک قدم بھی موجودہ سیاست میں نہیں اُٹھا. حیدرآباد اور یونین کے اس باہمی یلغار نے ہمیں ۲۷رغزوات کے پورا کرنیکا موقع دیا اور یہ سب کچھ خدا کے فضل وکرم سے ہوا. ہمارے غزوات لوٹ گھسوٹ اور قتل غارت گری سے بالکل پاک تھے. ہم خوش تھے کہ بِضۡعِ سِنِيۡنَ کے لفظ پر تین سال والا حضرت صدّیق اکبرؓ کا اجتہاد وَمِنۢ بَعۡدُ کے موقع پر صدیق ہی کے حکم سے پورا ہورہا ہے. ملٹری گورنمنٹ کا وہ زمانہ کہ جب ہم ۲۰۳ افراد جیل کی تاریک کوٹھریوں میں تھے اور ادھر خانقاہ میں ۶۷۵ افراد انتہائی مصائب میں مبتلاء تھے. حضرت صاحب نے جیل سے ۳۱رجنوری ۱۹۴۹ء کو ایک خط جناب مسٹر جے. ین. چودھری ملٹری گورنمنٹ سرکارِ عالی کے نام لکھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بانی تحریک دیندار انجمن کا غزوات کے کرنے میں کیا نظریہ تھا. آپ خط میں فرماتے ہیں: ’’ہر رجواڑہ اور حکومت برطانیہ جہاں ہم کبھی رہ چکے ہیں وہ بھی گواہ ہے کہ ہم نے کبھی بغاوت نہیں کی اور نہ ہم کبھی حکومت کے خواہاں رہے سرکار عالی میں اٹھارہ سال کا سلامت روی کا ریکارڈ موجود ہے. گذشتہ بدامنی کا زمانہ جس میں یونین کو مداخلت کر کے امن قائم کرنا پڑا. ہم نے بھی اِس بدامنی کے زمانے میں حددرجہ کا جانوں اور مالوں کا نقصان اُٹھا کر تنگ آ کر پولیس کا انتظام برخواست ہونیکے بعد محضروں کے پیش ہونے پر بدامنی کو دفع کرنیکے لئے بطور سرکاری امداد کے مدافعت کی اگر آپ میری جگہ ہوتے تو وہی کرتے جو مَیں نے کیا--- ہم بدامنی کا سر کچلنے والے ہیں. شانتی کا پرچار ہمارا کام ہے--- ہم کو مشروط یا غیر مشروط طور پر چھوڑ دیا جائے تا کہ پُرامن زندگی گذارنے کا سرکار کو ثبوت دیں ورنہ ہماری بددعا کا وہ اثر ہوگا کہ سرکار یونین کا نام ونشان نہیں رہے گا حتّٰی کہ اس کا قصہ بولنے والا بھی کوئی نہیں رہے گا--- برطانیہ نے مجھے ناحق تکلیف دی بھوسے کی طرح اُڑ گیا مَیں نظر بندی سے چھٹ گیا. رضوی حکومت نے بددُعا لی. نقشِ بر آب کی طرح مٹ گئی اور میں چُھٹ گیا. ہم دوبارہ کہتے ہیں کہ ہم کوئی خطاء کار نہیں. گناہ گار نہیں. متّقی وپرہیزگار ہیں. ہم میں تقریباً تمام ہندوستان کے اوتار ہیں. ہم سے ہندوستان کو امن ہوگا. دنیا کو امن ہوگا. دُشٹوں کے نمبر میں مت آؤ‘‘۔ حضرت صاحب قبلہ ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں جو آپ نے جیل ہی سے بی. بی. سی. جھٹلے انسپکٹر جنرل پولیس حیدرآباد کو لکھا تھا. آپ تحریر فرماتے ہیں ’’انگریز اور رضوی حکومت نامراد ختم ہوگئے اسلئے کہ انھوں نے ہم فقراء کو بے نتیجہ دِق کیا. یونین آنے سے پہلے پوری ریاست میں تباہی اور ہنگامہ برپا تھا. میرے بہت سے مرید لوٹے گئے اور بعض زندہ جلا دیئے گئے جو بھی مفسدہ پرداز تھے ہم نے اُن سے انتقام لیا. غیر قانونی حرکات کا غیر قانونی حرکات سے جواب دینا جرم نہیں ہے. اگر آپ میری جگہ ہوتے تو وہی کرتے جو میں نے کیا--- ہم اس خط کی نقلیں سردار ولبھ بھائی پٹیل ریاستی وزیر اور مسٹر راجہ گوپال آچاریہ گورنر جنرل ہندوستان کو بھیج رہے ہیں--- المرقوم ۲۴رفبروری ۱۹۴۹ء. آپ نے ایک اور خط ناگروالا صاحب نائب کوتوال حکومتِ حیدرآباد کے نام بھی بھیجا تھا جسمیں آپ نے تحریر فرمایا ہے ’’معاملہ یہ ہے کہ یونین آنیکے ایک ہفتہ پیشتر دین یار جنگ نے چٹھی لکھ کر سید سراج الدین صاحب ناظمِ دیندار انجمن کو بُلایا. دو دن اُن سے مشورہ ہوتا رہا. جب ہمیں معلوم ہوا کہ دین یار جنگ ہمارے لوگوں کو مصلح کر کے فرانٹیر پر بھیجنا چاہتے ہیں تو اُس وقت میں نے ایک چٹھی لکھ بھیجی کہ یہ معاملہ اہم ہے. اسمیں ہمارے ناظم سے معاملات طے نہیں پاسکتے میں خود آپ سے ملنا چاہتا ہوں. آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ دیندار انجمن والوں کو پروردگار عالم نے چوبیس سال اپنی گود میں پال کر جوان کیا ہے. میں یونہی آپ کے ہاتھ میں دینے والا نہیں. اور وہ کسی ریاست کے بچانیکے لئے جان دینے والے نہیں. جب میں دین یار جنگ سے ملا تو کہا ہم موعودہ لوگ ہیں. ہمارا خروج جب ہوگا.

حسبِ پروگرام کالگنان ہوگا.یعنی بارہ ہزار فقراء کا ہو کے لباس والے.سات سوستر صاحبِ دِل.ترسٹھ اولیاءاللہ رہیں گے میں اور میری بیوی بھی رہیں گے. جلوس میں ایک ہاتھی سترہ اونٹ اور بارہ گھوڑے رہیں گے. یہ لوگ اپنی روحانی قوت سے دنیا کے جنگوں کو بند کردینگے. اِس روپ سے میں مدراس پر نکل جاتا ہوں. یہ شان دیکھ کر کوئی ہم سے نہیں لڑے گا. یہ ہے ہماری فتح.اگر آپ چاہتے ہیں تو اسکی تیاری کرلیتا ہوں.مہلت دیجئے.جواب ملا.یہ تو مہینوں کا پروگرام ہے.اب چوتھے دن یونین کی فوج شہر میں داخل ہوجائیگی.میں نے کہا پھر تو میں کچھ نہیں کرسکتا.اُسکے دوسرے دن رات کے گیارہ بجے ہمارے لوگ جو جیلوں میں تھے وہ سب رہا ہوکر آئے.لانے والے ریاض احمد مھتمیم تھے.انھوں نے کہا کہ دین یار جنگ آپ لوگوں کو صبح فرنٹیر بھیجنے والے ہیں.وہیں کوارٹر میں روک لے رہے تھے میں سفارش کرکے آج ایک رات کیلئے خانقاہ لایا ہوں.صبح لاریاں آئیں گی. یہ لوگ العیدروس کے حوالے کئے جائیں گے. اس شرط پر اُن سب کی رہائی ہوئی ہے.میں نے کہا اگر یہ شرط ہے تو وہ مجھے نامنظور ہے.ابھی اُن سب کو واپس جیل لیجائیے.میں اُن فقروں کو فرنٹیر بھیجنے والا نہیں.میں نے دین یار جنگ کو دوتین دن آگے کہہ دیا ہے. مھتمیم صاحب نے کہا اچھا صبح میں دین یار جنگ کو مطلع کراکر آونگا صبح مددگار مھتمیم عنایت علی صاحب فرنٹیر لیجانیکے لئے لاریاں لے کر آئے میں نے کہا ہم یہیں مارنے مرنے کیلئے تیار ہیں.کسی حالت میں یونین کے مقابلے میں لڑنے جانیوالے نہیں.کیونکہ ہمارا وجود کسی حکومت کے بچانیکے لئے نہیں ہے. بڑا قیمتی ہے. یہ بات میں نے ہمارے ناظم کے ذریعہ صبح دین یار جنگ کو کہلا بھیجا.معاملہ طے ہوگیا ہے.لہذا مولوی سید سراج الدین صاحب ناظم دیندار انجمن سے وہ باتیں جو دین یار جنگ سے مشورہ میں ہوئی ہیں. پوچھ سکتے ہیں.صاحبِ موصوف ہماری انجمن کے ذمہ دار عہدہ دار ہیں.اُن کا ساختہ پرداختہ وہ میرا ساختہ پرداختہ ہوتا ہے بجز اہم امور کے---- یکم اروی بہشت ۱۳۵۸ف جیل چنچل گوڑہ وارڈ ۱۵

غرض کہ حضرت صاحب قبلہ نے جیل اور جیل سے باہر رہ کر اپنے مسلک کو صاف صاف پیش کرنے میں کسی طاقت کی پرواہ نہیں کی.آپ ۲۵ستمبر ۱۹۴۸ء اپنی جماعت کے ساتھ گرفتار ہونیکے بعد مسلسل تین سال چار ماہ جیل میں گذار کر ۲۴جنوری ۱۹۵۲ء بروز جمعرات رہائی کے احکامات کے اجراء ہونیکے بعد اسکے دوسرے دن خانقاہِ سرورِعالم پہنچے. اِس طرح آپ نے اپنے غزوات کے اقدام کو کامیابی کے ساتھ سرکیا اور بعثت ثانی میں حضرت صدیق اکبرؓ کا تین سال والا اجتہاد اپنے وجود سے پورا کیا.اللہ پاک نے یہ تین سال والی آزمائش جو شعبہ ابی طالب کی سخت ترین گھاٹی کے مساوی تھی جماعت کے سارے افراد کو ہر آزمائش میں کامیابی کے ساتھ بچاکر نکلا آپ کی جیل سے باعزّت رہائی ہوئی.گورنمنٹ نے کوئی جرم آپ پر عائد نہ کیا.اِسی طرح ساڑھے تیرہ سوسال کے بعد بِضْعَ سِنِیْنَ والی پیش گوئی پوری ہوئی.اب ہم صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا ماضی موعودہ اور بشارتوں کی بناء پر گذر گیا اور مستقبل بھی موعودہ ہے وہ بھی گذر جائیگا.ہم نے جو تبلیغ،ہجرت اور غزوات کئے ہیں آئندہ اِس قسم کی تبلیغ،ہجرت اور غزوات تیرہ سوسال تک نہیں ہونگے جیسے کہ ہم نے ہماری تحریک کے آغاز اور اُسکے انجام کیلئے حضرت صدّیق کا الہام (دس،بیس،تیس برس میں) یعنی تین دہا بتلائے ہیں.اسی طرح غلبۂ اسلام کا وقت مقرّر ہے.تیسرا دہا ۷؍فبروری ۱۹۵۴ء کو ختم ہورہا ہے جسکی مدت تقریباً چھ ماہ ہی رہ گئی ہے. یہ ۷؍فبروری ۱۹۵۴ء کا موعودہ دن ہے جس میں اسلام کے غلبہ کا راز پوشیدہ ہے.ہمارے غزوات کا دور گذر گیا حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری جماعت کے لئے تَغْزُوْ الْهِنْد کے الفاظ فرمائے تھے یعنی ہندوستان میں ایک جماعت ایسی بھی ہوگی جو سنت رسولؐ پر ۲۷؍غزوات کریگی.اب ہمارے سامنے وہ دور بھی ہے جسکو صحابہؓ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا.قیصر وکسریٰ کی ہلاکت حضور سرورِعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۲۷؍غزوات ہوچکنے کے بعد واقع ہوئی تھی اب بھی ویسا ہی ہوگا پچھلا دور آئندہ ساڑھے تیرہ سوسال تک لوٹ کر نہیں آئیگا حضرت صاحب قبلہ نے دوران چنچل گوڑہ جیل حیدر آباد میں چار تصنیف لکھی ہیں سورہ الکھف کی تفسیر، سورہ اخلاص کی تفسیر،اللہ کا مستقر،اور نشاۃ الاخریٰ ان چار کتابوں میں نشاۃ الاخریٰ اشعار کی صورت میں ہے.آپ اِس کتاب میں ایکسال کی مدّت میں ساڑھے چھ ہزار اشعار لکھے ہیں جو عوام کے سامنے اپنے موعودہ وقت پر زیورِطباعت سے آراستہ ہوکر آجائیں گے آپ نے نشاۃ الاُخریٰ میں تیسرے دہا کے آخری دن ۷؍فبروری ۱۹۵۴ء کا بطورِخاص تذکرہ فرمایا ہے آپ کا ایقان ہے کہ اللہ پاک اِس موعودہ آخری دن میں دھرم راج اور شانتی کے عام طور پر پھیلنے کے اسباب مہیّا کردیگا.وہ چند اشعار ملاحظہ ہوں

ہند کو رب نے بنایا ہے گھرانا اپنا — دہریت جم نہیں سکتی ہے دوامی اس پر
فتنے مٹ جائیں گے اور شانتی ہر جا ہوگی — بج ہی جائیگا دھرم راج کا ڈنکا گھر گھر
سال دس،بیس ہوئے تیس برس ہونے دو — دیکھ لوگے بخدا ہند کا نقشہ دیگر
ایک دن بھی گر اس مدت میں رہیگا باقی — اور اسلام کا غلبہ نہ ہوا ہو جگ پر
رب تو توسیع کریگا بس اِسی اِک دن کی — اور غالب کرے اسلام کو سب ادیاں پر

حضور نے جیل سے رہا ہونیکے بعد خانقاہ پہنچتے ہی فرمایا کہ ''میرا کام ختم ہو گیا ہے اب میں ایک طوفانی دورے پر جانے والا ہوں مجھے اس کی بہت کچھ تیّاری کرنی ہے میری بڑی بیوی تاجدار بیگم صاحبہ دورے میں میرے ساتھ رہیں گی. میں ہمیشہ آتا جاتا رہوں گا پورے ہندوستان کا دورہ کرنا ہے اللہ بڑا اگھن چکّر ہے وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا وہ اگر کسی کے سمجھ میں آ گیا تو وہ خدا ہی نہیں ہے''. اسکے بعد آپ نے تبلیغی دورہ جانیکی نیّت سے چند نقشے بنوانے شروع کئے جو قدِّ آدم سائز میں ہیں جسکو مِنّ وعَن کتابی سائز میں ناظرین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے. آپ نے اپنے دورۂ موعودہ کے اخراجات کیلئے اپنی جماعت سے مالی امداد کی آخری اپیل کی اور کہا کہ یہ میری آخری اپیل ہے اب میں آئندہ کبھی بھی اپنی جماعت سے مالی امداد طلب نہیں کرونگا. مبائعین کو چاہیئے کہ وہ ایثار کا آخری منظر اپنے وجود سے ظاہر کریں. حضور کے پروانے یکے بعد دیگرے اِس راہ ایثار میں کمال دکھلانے لگے آناً فاناً تقریباً دو ہزار کی فہرست تیار ہوئی. جس میں کچھ نقد رقم وصول ہوتے ہی آپ نے اِن رنگین نقشوں کی تیاری میں اسکو صرف کرنا شروع کیا. دوسری جانب آپ نے اپنی جماعت کے لئے ایک دستور بھی لکھ دیا تا کہ مبلّغین ومبائعین آپ کے بعد اپنے اصول پر پوری طرح جمے رہیں آپ کے رہائی کے بعد حسبِ معمول ڈیڑھ ماہ جمعہ کی نماز کے خطبات دیئے بالآخر ایک خطبہ میں آپ نے اظہار خیال فرمایا کہ یہ میرا آخری خطبہ ہے آئندہ خطبہ نہیں دیا کرونگا. اِس کے بعد آپ نے اچانک ایک سفید رنگ کا جوڑا سلوایا. آپ نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد سے ابتک سفید رنگ کا لباس کبھی نہ پہنا تھا. آپ ہمیشہ کاہو کا کرتہ اور سبز عمامہ زیب تن کئے رہتے لیکن اب کی دفعہ آپ نے اپنی خواہش سے سفید رنگ کا لباس پہننے کا اِرادہ ظاہر کیا. جوڑا تیار ہونیکے بعد آپ نے اس کو پہن لیا اور سبز عمامہ اپنی بڑی بیوی تاجدار بیگم صاحبہ کے سر پر رکھدیا اور آپ نے سفید رنگ کا شملہ اپنے سر پر رکھکر موصوفہ سے مخاطب ہو کر کہا ''اے میرے پنجابی دوست سلام علیکم'' لیکن آپ حسبِ معمول نقشوں کی تیاری میں مصروف رہتے وہ نقشے جو اِس وقت اِس کتاب میں موجود ہیں حسبِ ذیل ہیں

نقشۂ لوحِ محفوظ' اُفقِ اعلیٰ' مسجدِ اقصیٰ' پردۂ وحدت' شجرۂ طیّبہ' الصّلوٰۃ معراج المومنین' رفرف' مشکوٰۃ' ۔ آپ کا انہماک اِن نقشوں کی تیاری میں اس قدر تھا کہ کبھی بھی اِس طرح آپ کو نہیں دیکھا گیا. دربانِ رسول اللہؐ مولوی غازی محمود القریشی صاحب کو اپنے وصال سے تین دن قبل جناب اللہ بخش صاحب کے پاس جو انجمن کے پرانے ایثار کرنے والوں میں سے ہیں دورہ جانے کیلئے کہا تا کہ وہ آپ کے دورے کیلئے اللہ بخش صاحب سے مالی امداد حاصل کر کے واپس حیدرآباد آجائیں. صاحبِ موصوف نے جمعہ کے دن کے بعد جانیکا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے کہا ٹھیک ہے. یہ وہی جمعہ کا دن تھا جس دن آپ واصل بحق ہونیوالے تھے بہر صورت آپ کی کششِ روحانی نے آخری دیدار کیلئے مولوی محمود القریشی صاحب کو روک لیا. انجمن کی مختلف خواتین کو تبلیغی دورے کیلئے آپ نے روانہ کر دیا انجمن کے کئی مبلّغین کو بھی آپ نے دوروں پر روانہ کر دیا. بعض مبلّغین نے رہنے پر اصرار بھی کیا لیکن آپ نے اُن کو روانہ کر دیا. خلیفۃُ الرحمٰن مولوی سید محبوب حسین صاحب جو آپ کے بڑے بھائی ہیں جنہوں نے حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے ساری زندگی تبلیغِ اسلام میں صرف کی ہے آپ ہی کا ایک وجود تھا کہ جنہوں نے پنجشنبہ کو دورہ جانیکا ارادہ ظاہر کیا تو حضور نے انھیں دورہ جانے سے روک دیا اور کہا کہ جمعہ کا دن گذر جانیکے بعد جانا. اس پر صاحبِ موصوف رک گئے گویا کہ آپ نے اپنے بڑے بھائی کو بھی اپنا آخری دیدار کرانا تھا. ایکدن آپ نے اپنے کمرہ پر کسی کو اندر داخل نہ ہونیکے لئے پہرہ لگا دیا اور سجدہ میں کئی گھنٹہ گذارے اور آہ وزاری میں مصروف رہے. حضور کی جیل سے رہائی کے زمانے میں مَیں ناگپور میں مقیم تھا' آپ کے وصال سے ۱۲ دن قبل معہ اہل واعیال حیدرآباد آیا. ایسے زمانے میں جبکہ انجمن کے مبلّغین دورہ جارہے تھے اور میں حیدرآباد آرہا تھا. آپ کی قلبی کشش نے مجھے ناگپور میں رہنے نہ دیا کھچا ہوا حیدرآباد آگیا. حضور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ''تم اچھے موقع پر آئے ہیں. جمعہ کے دن میں دورہ جارہا ہوں. پوری تیاری کرلیا ہوں'' یعنی جس جمعہ کو آپ دورہ جانیکا قصد رکھتے تھے وہ گویا اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملنے کا دن تھا لیکن کسے معلوم تھا کہ عقلِ کل کا حامل صادق القول اپنی زبان کی سچائی میں ایک دوسرا منظر ہمیں دکھلانے والا ہے. آپ کے ان پیہم اشاروں سے بھی خانقاہ کا کوئی فرد آپ کے اِس اہم سفر کا دل میں گمان بھی پیدا نہ کرسکا. آپ کا چہرہ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتا. خطبہ جمعہ دینا تو آپ نے موقوف ہی کر دیا تھا. اب آپ کے وصال کیلئے چار یوم باقی ہیں بروز سہ شنبہ آپ کا مزاج ناساز رہا آپ نے حسبِ معمول بعد مغرب درسِ قرآن دیا اور کہا کہ آئندہ درسِ قرآن میں نہیں دیا کرونگا اِسلئے کہ مبلّغین قرآنی حقائق سے واقف ہو چکے ہیں وہی درس دیا کرینگے. میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے. جو کچھ قرآن کے حقائق جماعت کو سکھلانے تھے سکھلا دیئے ہیں. اب آپ گھر ہی میں رہنے لگے باہر آنا آپ نے موقوف کر دیا. وصال سے بہت دن پہلے آپ کو اپنی قبر کی جگہ بذریعہ خواب دکھلائی گئی تھی جسکو آپ نے اپنے مبلّغین کو بتلا دیا تھا اور وہ جگہ خانقاہِ سرورِ عالمؐ ہی کے باغ میں مغربی جانب دو آم کے درخت کی درمیانی زمین تھی علالت کے سلسلے میں بھی نقشوں کی تیاری میں برابر تمام دن مصروف رہتے اور بارہا کہتے کہ جمعہ کے دن نقشوں کا کام ختم ہو جانا چاہئے. چونکہ مجھے اسی دن دورہ جانا ہے اور نقشے

ہمراہ لیجانا ہے اِن نقشوں کے دکھلائے جانے سے ہندوستان کا کشت وخون کم ہوگا.اللہ پاک کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ آپ کی یہ تمنّا پہلی مرتبہ اِس کتاب کی شکل میں پوری ہورہی ہے چہارشنبہ کومزاج اور بھی زیادہ ناساز رہا لیکن آپ حسب معمول نقشوں کا کام برابر کرتے رہے.جمعرات کا دن بھی گذر گیا ڈاکٹر محمد علی صاحب کا علاج جاری تھا.اب جمعہ کا موعودہ دن نمودار ہورہا ہے جس دن آپ طوفانی دورے کے بہانے سے اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملنے والے تھے.صبح کی نماز ادا کرنیکے بعد ہی آپ نے مکرّر نقشوں کا کام اپنے ہاتھ میں لیا اور اس عزم کیساتھ کہ جو کچھ رنگ بھروائی اور لکھائی کا کام باقی رہ گیا ہے اس کو جمعہ کی نماز کے وقت تک ختم کر دیا جائے.مولوی اشفاق حسین صاحب ایم.ایس سی.(پریوئیس) اور مولوی محمد بشیر احمد صاحب ایم.اے.سنسکرت (تمّا پوری) اِن دونو جوانوں نے نقشوں کے کام کو پائیہ تکمیل تک پہنچانے میں آپ کا پورا پورا ساتھ دیا.کام کی کثرت اور تھکان کے باعث آپ نمازِ جمعہ کیلئے مسجد میں تشریف نہیں لائے اور مولوی غازی محمود القریشی صاحب کو خطبہ جمعہ دینے کیلئے آپ نے اِرشاد فرمایا.مولوی محمود علی صاحب کے ذریعہ مالی اِمداد کی مرقومہ فہرست پڑھ کر سنائی گئی جسمیں راقم الحروف نے اِس خیال سے کہ یہ آخری اپیل ہے تیس روپیہ نذر پیش کیئے.ٹھیک چار بجے نقشوں پر عربی لکھائی کا کام ختم ہوا بالکل اُسی حالت میں حضور کے تیار کردہ نقشے **مسدس شمس الضُّحیٰ** میں کتابی صورت میں پیش کیئے جارہے ہیں کہ جس حالت میں حضور نے اُن کو تیّار کیا تھا. پوری جماعت آج حیران ہے کہ حضور آج دورہ جانے والے ہیں اور سفر کی تیاری کے اسباب تو قطعاً دکھائی نہیں دیتے؟ بعد نمازِ جمعہ حسبِ معمول آپ کے تمام مبلغین ومبائعین قدمبوسی کیلئے آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے تمام سے گفتگو فرمائی بعضوں نے مزاج پرسی کی تو چہرے پر مسکراہٹ تھی اور آپ نے کہا خدا کا فضل ہے اب بہت اچھا ہوں کچھ دیر بعد مَیں نے قدمبوسی کی حضور نے اپنے قریب تخت پر داہنے جانب مجھے بٹھایا اور پوچھا آپ کی جیل والی مسدس کہاں ہے میں نے کہا حضور میرے ہی پاس ہے.آپ نے فرمایا اُسکو فوراً طبع کرواؤ یہ آپ ہی کے حصّے کی بات ہے میں نے کہا اچھا حضور جلد طبع کرادونگا اِسکے بعد میں نے اپنی نعت جو ۲۷ شعروں پر مشتمل ہے خدمتِ اقدس میں پیش کی حضور نے بعد مطالعہ واپس کیا اور اپنی جانب سے پسندیدگی کا اظہار فرمایا وہ نعت اس مسدس کے آخری صفحات پر موجود ہے. اِسکے علاوہ میں نے اپنے چار سلام بھی عوام کی افادیت کے مدّنظر اِس کتاب میں پیش کر دیئے ہیں۔ وقت گذرتا جارہا تھا عصر کی نماز کا وقت آپہنچا آپ نے نماز عصر ادا کی اسکے بعد مغرب کا وقت بھی آگیا آپ نے نماز مغرب ادا کی. عشاء کی نماز کا وقت آپہنچا آپ نے عشاء ادا کی اب آپ کے تمام پروانے پرسکون حالت میں یہ خیال کر کے کہ حضور کا دورہ آج ملتوی ہوگیا ہے غالباً آپ کل جائیں گے اپنے اپنے گھر لوٹ گئے میں بھی اسی خیال مین ڈوبا ہوا کہ صدّیق کی زبان غلط نہیں جاسکتی چونکہ وہ لسانِ صدق کے حامل ہیں کسی حالت میں بھی مگر آج رات میں ضرور دورہ نکلیں گے.اور ہم ضرور آپ کو روانہ کرینگے اور بالخصوص یہ دورہ اپنی شان میں انوکھا ہے نقشے بھی ساتھ رہیں گے پورے ہندوستان کا دورہ ہے وغیرہ وغیرہ کہ اچانک ساڑھے دس بجے رات مکان کے اندر سے آواز سنائی دی کچھ لوگ دوڑے دوڑے منتشر حالت میں نظر آنے لگے.میں بھی فوراً پہنچا تو کیا دیکھا کہ آپ پلنگ پر چت لیٹے ہوئے ہیں منہ سے سانس جاری ہے.جسم کے کسی عضو میں کوئی حرکت نہیں ہے. بایاں ہاتھ آپ کی بڑی بیوی تاجدار بیگم صاحبہ کے ہاتھوں میں ہے.سیدھا ہاتھ اپنے ہی سینے پر رکھا ہوا ہے اور آپ تنہا ہی سفر فرما رہے ہیں لیکن کیسا سفر اور کہاں؟

دوسرے دن آپ کی تجہیز وتکفین عمل میں آئی.آہ! کہ جو اپنی جماعت کے روحانی مراتب کا صحیح جانچنے والا اور بنی نوعِ انسان کی ہمدردی اپنے سینے میں رکھنے والا اِس جہاں سے اُٹھ گیا.جس نے ہمیشہ ہمیں اپنی خلوت وجلوت میں ساتھ رکھکر خُلقِ عظیم کا درس دیا.علمِ قرآن کی دولت سے ہمیں مالا مال کر دیا.مجھے وہ دن یاد ہیں جبکہ میں نے میرے ایک مخلص دوست کو دورانِ جیل میں اُن کی کسی حرکت کو برداشت نہ کر کے نوح کی اولاد کہدیا تھا جس کا جواب میرے دوست نے مجھے ویسا ہی دیا تھا اور وہ تھا "قصاب کی اولاد". میرے آقا کو وارڈ ۱۵ میں ہماری اِس ناچاقی کی اطلاع پہنچی تو آپ نے ایک خط کے ذریعہ ہمارا جھگڑا ہمیشہ کیلئے ختم کیا.اب ایسا مصلح اعظم اور مردم شناس کہاں ہے.وہ خط کی چند سطور ملاحظہ ہوں۔

محبّ الفقراء رفیقان الاتقیاء زاد مُحبتکم

السّلام علیکم رحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ چھوٹے کچھ کہتے ہیں تو وہ ابھی آپ کے مقام کو نہیں پہنچے.درگذر کرو.وہ اپنی سزا آپ پائیں گے پچتائینگے نوح کا بچہ مسلمان ہوکر آیا ہے تو عبدالغنی صاحب ابراہیم کے فرزند تھے.اسمٰعیلؑ جیسی قربانی کی تھی--- کے باپ قصّاب نہیں تھے تو آپ کے باپ ایک ہی بچہ اللہ کی راہ میں دے کر ابراہیم نہیں بنے تھے بلکہ دو بچوں کو دین کی راہ میں قربان کیئے تھے.ابراہیمؑ ایک بچہ کو ذبح کر کے قصّاب بنے تھے تو وہ ارہاص تھا. اِن دو بچوں کو قربان کرنیوالے کی یہ قصّابی تم سب کو مبارک ہو.عبدالغنی صاحب کو چاہیے کہ وہ فقیر ہیں جو کچھ کوئی کہتا ہے تو اسمیں روحانی صداقت ہے کیونکہ روحانیات میں ہر نام نیک ہوجاتا ہے.فقط المرقوم ۹/اردی بہشت ۱۳۵۸ف صدّیق دیندار چن بسویشور

میری پندرہ سالہ عمر والے عالمِ موہبت کے وہ لمحات کس قدر مبارک تھے جبکہ ۱۹۳۵ء میں مَیں آپ کے ہمراہ ضلع عثمان آباد سے ہوکر قصبۂ سراڈھون پہنچا اور وہاں تین دِن کے قیام کے بعد تعلقہ لاتور رہوتا ہوا خانقاہ سرورِ عالمؐ حیدرآباد میں داخل ہوا. میں کیونکر ظاہر کروں کہ آپ کے ہمراہی میں مسلسل ۱۹ سال تک تبلیغ، ہجرت اور غزوات کے انتہائی مصائب میں اللہ پاک نے کس طرح ثابت قدم رکھا. میں کیا بتاؤں کہ عقلِ کل کی مجسّم تصویر ہماری نظروں سے کیونکر اوجھل ہوگئی کہ جسکو اپنی جماعت کے کسی فرد میں معمولی سی کمزوری اور لغو حرکت بھی کسی صورت میں گوارا نہ تھی. دورانِ جیل میں وارڈ ۱۵ سے عام ہدایات کے نام سے آپ نے چند سطور لکھ کر روانہ فرمائے تھے جو دیگر وارڈوں میں تمام مبلّغین اور مبائعین کے سامنے پڑھے گئے۔

عام ہدایات: عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْن۔ کوئی ایک چٹکی ناس کی لے لے یا ایک پان کھالے یا ایک سگریٹ پی لے یا ایک کپ چائے پی لے ضرور اس کا اثر روحانیت پر ہوتا ہے. ان لوگوں کے الہامات میں فرق پڑ جاتا ہے جو اِن طلبوں کے غلام ہیں. جو شخص اِن لغویات کو چھڑانیکا استاد ہے وہ مقام ابوذر غفاریؓ پر ہے افسوس ہے وہ شخص کسی شہنشاہ کی طلبی پر نہیں جاتا وہ نفس کی اِس چھوٹی سی طلب پر کیوں لبیک کہتا ہے. وعظ میں ناصح نصیحت کرتا ہے اس سے وہی تکرار کرتا ہے جو اپنی کمزوریوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا. بے عیب اور چٹکیاں دو متضاد چیزیں ہیں.

۱۷ر خورداد ۱۳۵۸ ف   صدیق دیندار چن بسویشور

آہ ! کہ ایسی عظیم المرتبت شخصیت کہ جسکے احسانات کو عالم انسانیت کبھی فراموش نہیں کرسکتی ساڑھے تیرہ سو سال بعد اپنا حقیقی چہرہ انور دکھلا کر راہ سفر اختیار کرگئی۔

فقط

ابوالکلام غازی محمد عبدالغنی حامدؔ مبلغِ اسلام

حیدرآباد دکن ۱۰ر ذی الحجّہ ۱۳۷۲ھ م اگست ۱۹۵۳ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد

هُوَاللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَالرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ہ هُوَاللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُهَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّایُشۡرِکُوۡنَ ہ هُوَ اللّٰهُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَهُوَالۡعَزِیۡزُالۡحَکِیۡمُ ہ

درودِ شان

اَللّٰهُمَّ نَحۡنُ نُصَلِّیۡ عَلٰی سَیِّدِنَاوَ مَوۡلٰنَامُحَمَّدِنِالۡمُعَلّٰی شَانِ مَاحِی الۡبُطۡلَانِ حَاشِرِالۡاِنۡسَانِ (۱) رَحۡمَةٍلِّلۡعٰلَمِیۡنَ سَیِّدِ الۡاَ نۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ سِرَاجِ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ (۲) حِزۡبُهٗ حِزۡبُ اللّٰهِ دِیۡنُهٗ دِیۡنُ اللّٰهِ قِبۡلَتُهٗ بَیۡتُ اللّٰهِ وَمَنۡ یُّطِعۡهٗ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهِ فِی مَرۡتَبَةِ الۡغَیۡبِ هُوَاللّٰهُ کَلَامُهٗ کَلَامُ اللّٰهِ وَمَایَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّاوَحۡیٌ یُّوۡحٰی (۳) جَامِعُ الۡکَلِمِ کَلَامُهٗ اَلۡبُرَّاقُ وَالرَّفۡرَفُ مَرۡکَبُهٗ اِلٰی وَرَآءِ الۡوَرَاءِ سَفَرُهٗ مُقَامُ الۡاَحۡدِیَّةِ مُقَامُهٗ (۴) هُوَکَافَّةٌ لِّلنَّاسِ اُمَّتُهٗ اُخۡرِجَةُ لِلنَّاسِ کِتَابُهٗ بَیَانٌ لِلنَّاسِ (۵) رَسُوۡلٌ اِلَی النَّاسِ جَمِیۡعًااَصۡحَابُهٗ مَثِیۡلُ الۡاَنۡبِیَاءِ اَلۡاَرۡضُ کُلُّهَا لَهٗ مُصَلّٰی جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مَالَ الۡغَنِیۡمَةِ حَلَالًاطَیِّبًا (۶) خَاتَمُ النَّبِیِّیۡنَ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ شَفِیۡعُ الۡمُذۡنِبِیۡنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَهۡلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ یَآاَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ (۷)

بِسمِ اللّٰہِ الرّحمٰنِ الرّحیم   نَحمدُہٗ ونُصلّی علیٰ رَسولِہِ الکریم

ھُوَالّذِیٓ اَرسَلَ رَسُولَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلیٰ الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیدًا (۴۹:۲۸)

رَبُّ الْعَالَمِیْن + رَحْمَۃُ لّلْعٰلَمِیْن

الحمدللّٰہِ رَبِّ الْعالمین ۔ ومارسلناکَ الا رحمۃ اللعٰلمین

شَمْسُ الضُّحٰی

درشانِ ربُّ العُلٰی لَہُ المَثَلُ الْاَعْلٰی اِنَّہٗ علیٰ رجعِہٖ لَقادِرُ علیٰ اَنْ یَّخْلُقُ مِثْلُہٗ

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ[۱]

کروں کیامیں تعریف شمسُ[۲] الضحیٰ کی ہے تخصیص اُن میں ورٰءُ الورٰی[۳] کی

علیٰ قلبکَ[۴] شانِ صدر العلیٰ کی لسانِ خدا ہے لساں مصطفیٰ[۶] کی

یہی اصلِ ثابت[۵] ہیں کُل انبیاء کی

یہ روح رواں ہیں تمام اصفیا کی (۱)

(۱) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ آپ ؐ کی شان ہے. مِثْلُہٗ کے معنیٰ اُسکی مثل اور کَمِثْلِہٖ کے معنیٰ اُسکی مثل کی مثل. احدیت کے مقام سے یہ دونوں وجود نکلے ہوئے ہیں اللہ احدیت کے مقام سے اُتر کر وحدت میں آیا تو وجود رحمتٌ للعٰلمین نظر آیا جسمانیات میں کُل کائنات عالم مجتمع ہو کر آئی تو انسان بنا جو نفسوں کا وحدت والا جسم تھا جس طرح یہ اپنی تخلیق میں بے مثل ہے اِسی طرح واحدیّت انبیاء نے وحدت کی صورت اختیار کی تو روحانیات میں حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک بنا اِس وجود کی مثال کوئی دوسرا وجود روحانی نہیں ہے جیسا کہ اللہ بے مثل ہے اسی طرح یہ بھی بے مثل ہے درحقیقت اللہ قادر مطلق نے خودنمائی کیلئے اپنے جیسا ایک وجود بنایا جسکی نظیر دوسری کوئی نہیں ہے اِس وجہ سے آپکی شان اللہ میں ہو کر لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ہے۔ (۲) اس مسدّس کا نام شَمْسُ الضُّحٰی ہے ترکیب مضاف مضاف الیہ میں اِس کے معنی ضُحٰی کا شَمْس ہوتے ہیں. شمس طلوعِ آفتاب ہے اور ضحیٰ آفتاب کا دو ساعت چڑھا ہوا وقت ہے قرآنِ کریم میں اِن دو اوقات کی قسم کھائی گئی ہے وَالشّمسِ وَضُحٰھا شمس کی قسم اور اُسکے ضحیٰ کی قسم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا عروج وکمال اِن دو وقتوں میں مقرر ہے عرب میں جب آفتاب طلوع ہوتا ہے اُسی وقت ہندوستان پر سورج دو ساعت چڑھا ہوا رہتا ہے ساری دنیا میں یہ دو ہی ملک ہیں جو شمس اور ضحٰی کی شہادت پیش کرتے ہیں جغرافیہ اس بات کی بین شہادت ہے اللہ پاک نے شمس کی گواہی میں وَالشَّمْس کا سورہ نازل فرمایا اور ضحٰی کی گواہی میں وَالضحٰی کا سورہ نازل فرمایا وہ قرن اول ہے یہ قرنِ آخر کی گواہی ہے وہاں محمدؐ کا جلوہ تھا یہاں بُروزِ محمدؐ کا جلوہ ہے دونوں ایک ہی رنگ کے ہیں حضورؐ کو ہندوستان سے ٹھنڈی ہوا آئی تھی اس کا راز بھی اسی میں مضمر ہے آپؐ نے فرمایا تھا کہ ”عرب مجھ میں ہے میں عرب میں نہیں ہوں ہند مجھ میں نہیں ہے میں ہند میں ہوں“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح مکہ معظّمہ سے بت پرستی کا خاتمہ ہوا اسی طرح ہندوستان سے بت پرستی کا خاتمہ ہوگا اس وجہ سے کہ آپؐ نہ صرف شمس ہیں بلکہ شمس الضحیٰ ہیں۔

(۳) ورآءَ بمعنی اگلی اور پچھلی تمام حقیقتوں کا ایک ہی جگہ چھپ جانا ہیں کتاب تورات وری سے مشتق ہے اصل میں یہ لفظ ووُرات ہے. 'واو" تا' سے بدل گئی ہے چنانچہ تورات کو تورات اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اِس میں ابراہیمؑ سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک نازل شدہ صحائف جمع ہیں. بنی اسرائیل کے تمام انبیاء اِسی تورات پر اپنے فیصلے کیا کرتے تھے چونکہ حضورؐ کا نام وراء الورٰی ہے یعنی آپؐ وراء کے وریٰ ہیں گویا وہ تمام صحائف جو تورات میں چھپے ہوئے ہیں اُسکی اصلی حالت آپؐ کے قلب میں موجود ہے. بالفاظ دیگر قرآن کریم کا وہ عملی مجسّمہ ہیں تمام انبیاء مقام وحدت میں چھپے ہوئے ہیں اور آپؐ مقامِ احدیت میں جلوہ افروز ہیں. کہیں آپؐ صفاتِ انبیاء بنے ہوئے ہیں تو کہیں ذاتِ اللہ کے مظہر ہیں۔

(۴) آیت پاک ہے نَزَلَ بِہِ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذرین (۲۶:۱۹۳) قرآن کریم میں وحی کے نزول میں قلب کی تخصیص حضورؐ ہی کے لئے آئی ہے انبیائے ماسبق کیلئے نہیں ہے تمام انبیاء کی وحی نطق وحی کہلاتی ہے اور آپؐ کی وحی قلبِ وحی. وہ وحی خفی کا دور تھا اور آپؐ کا دور وحی جلی کا ہے. تمام انبیاء کی وحی ہمارے سامنے روایت کے طور پر دکھائی دیتی ہے جیسا کہ لوقا کی انجیل، متی کی انجیل، مرقس کی انجیل، یوحنّا کی انجیل وغیرہ. یہ مقام اسلام میں حدیث کو حاصل ہوا. قرآن کریم کا مقام اس سے کہیں اعلیٰ وبالا ہے اسی وجہ سے آپؐ کا شرح صدر ہوا اور نام صدر العُلٰی کہلایا۔ (۵) آیت پاک ہے اَلَمْ تَرَکَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُھَافِی السَّمَآء (۱۴:۲۴) آپ کی مثال کلمہ طیب کی ہے جسکی بنیاد یعنی اصل خود آپؐ ہیں.....

(باقی حاشیہ صفحہ ۲ پر)

وہ دن آ گیا بن کے تُبلَی السَّرائر[۱] کہ قرآں کی صورت میں چمکے بصائر
کہاں تک دکھاؤں میں ایسے نظائر ہوا کرتے ہیں جن کے ہر دم دوائر

بجا مَن رآء نبی[۲] ہے فرمان اُس کا
خُدا اُس کا ہے اور قرآن اُس کا (۲)

بلند آسمانوں سے یہ ماوریٰ ہیں یہ عرشِ بریں پر بھی ثُمَّ استویٰ[۳] ہیں
یہ موسیٰ و عیسیٰ کی راہِ ھُدیٰ ہیں تمام انبیاء کی یہ مثلُ العُلیٰ[۴] ہیں

نبیوں میں ہیں یہ ورآء الورا سے
دو عالم میں مظہر ہیں ذاتِ خُدا کے (۳)

نبیوں کے افضال میں ذُو الفضالی[۵] ازل ہی سے ان کا ہے اللہ والی
برس نے میں بالکل سَحابُ الثقالی[۶] ہے دوشِ مبارک پہ کمبل بھی کالی

بروزِ قیامت میں ہیں سب سے افضل
ہیں والامرُ لِلّٰہ میں قولِ فیصل[۷] (۴)

(باقی حاشیہ صفحہ ۱ کا)....اور تمام انبیاء شاخوں کی صورت میں ہیں وہ سب مختص الوقت بنکر ظاہر ہوئے اِس درختِ اسلام میں آپؐ کبھی غیب اور کبھی شہادت میں رہتے ہیں یہ تمام شاخیں مقامِ وحدت سے نکلی ہوئی ہیں بالفاظ دیگر تمام شاخیں بیج سے نکلی ہیں اور جوانی پر وہ بیج جو چھپا ہوا تھا درخت کے سر پر آ موجود ہوا اِس طرح یہ دائرہ واحدیت اپنے وحدت الوجود سے پیوست رہا اور ہمیشہ رہے گا اِسی لئے آپؐ اصلِ ثابت ہوئے لیکن کسی درخت کی حیات اُسکے اعادہ سے ظاہر ہوتی ہے اسطرح ہر موسم پر وہ اپنا پھل دیتا ہے اور بار بار بویا جاتا ہے. چنانچہ صاف طور پر کہا گیا ہے تُؤتِیُ اُکُلَھَا کُلَّ حِیۡنٍ بِاِذۡنِ رَبِّھَا (۲۵:۱۴) یعنی یہ شجرہ طیب اپنے رب کے اذن سے ہر موسم پر پھل بھی دیتا ہے یعنی تجدیدِ دین کے لئے اِس اُمت میں ہمیشہ اولیاء اللہ آتے رہتے ہیں جس سے آپؐ کا حیات النّبی ہونا ثابت ہے.

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ➊ آیت پاک یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرائِرُ یعنی رازوں کے انکشاف کا دن یہ آیت پاک سورہ الطّارق میں ہے اور طارق ہی کو نجم ثاقب کہا گیا ہے گویا کہ وہ چمکدار ستارہ ہے دراصل یہ تارہ اپنی چمک کی صفت میں مسیح ابن مریم ہیں جو صبح کا تارہ بنکر آئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراجًا مُّنیرًا ہیں آپؐ ہی کو اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَیۡھَا حافِظٌ کہا گیا ہے یعنی آپؐ نفسِ کل بھی ہیں آپکی حفاظت ازل سے کی گئی ہے جسطرح نفس انسان کائنات عالم کے ۸۴ لاکھ جانوں میں بٹا ہوا ہے اسی طرح نفسِ کل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بابرکت سوا لاکھ انبیاء میں بٹا ہوا ہے اللہ پاک نے اسی نفس کل کو اپنا نفس بھی قرار دیا ہے جس کے دوسرے معنی ذات کے ہیں وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ یعنی اللہ تمکو اپنے نفس (ذات) سے ڈراتا ہے پس اسی وجود کے ظہور پر پوشیدہ رازوں کا انکشاف ہوتا ہے اسی لئے یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرائِرُ موعود دن ہے۔ ➋ حدیث مَنۡ رَآء نی فَقَدۡ رَاء الحق یعنی جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق کو دیکھا چنانچہ آیت پاک بھی ہے قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَھَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَھُوۡقًا (۸۱:۱۷) یعنی کہدے اے حبیب حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا تحقیق کے باطل رسوا ہوکر بھاگنے والا ہی تھا اس آیت میں حضورؐ کو حق کہا گیا ہے مسیح ابن مریم نے کہا تھا کہ میرے بعد روحِ حق آئیگی چنانچہ آپؐ ہی اس پیشگوئی کا مصداق بنکر آئے آپؐ نے مکّہ کے ۳۶۰ بت کو توڑتے وقت ہاتھ کی چھڑی کے ذریعہ اشارہ کرکے اِسی آیت کو تلاوت فرمایا تھا پس ایسا حق والا وجود ایک ہی ہے یہ خود حق ہوتا ہے اور دینِ حق لاتا ہے اِس راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جائے تو وہ بذریعہ جہاد اٹھا دیتا ہے۔ ➌ آیت پاک ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ قرآن کریم میں آیا ہے کہ عرش کا اِستویٰ تمکّن عَلیٰ الۡعَرش اور سات آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد ہوا ہے حضورؐ کی ذات عرش پر متمکن ہے آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بھی عرش پر دیکھا جن میں حضرت بلالؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ تھے تمام انبیاء عرش کے نیچے ساتوں آسمانوں میں تھے یہ کل آسمان ایک ہی فلک کہلاتے ہیں حضورؐ کی ذات فلکُ الافلاک بنی ہوئی ہے یعنی افلاک کا بھی ایک فلک ہے جو اعلیٰ و بالا ہے جسکے محور پر تمام انبیاء گھومتے ہیں اِسی وجہ سے کہا گیا ہے لَوۡلَاکَ لَمَاخلقتُ الۡاَفۡلَاکَ یعنی آپ نہ ہوتے تو سوا لاکھ انبیاء کی بعثت بھی نہ ہوتی۔ ➍ مَثَلُ العُلیٰ وہ ہستی ہے جو اللہ میں فنا ہوا اور یہی بننے کے لئے اللہ پاک نے انسان کو پیدا کیا ہے انسان کا آخری مقام لہٗ المثلُ الاَعلےٰ کا ہے وہ ترقی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ موہبت سے حاصل ہوتا ہے فنا فی اللہ ہونا ایک نعمت ہے جو وقت پر عطا ہوتی ہے۔ ➎ ذو الفضال والی ہستی آپؐ ہی کی ہے آپؐ نے اپنے فضل و کرم سے تمام انبیاء کو اپنی امت میں داخل ہونے کا موقع دیا اور تمام انبیاء نے حضورؐ کی امت میں داخل ہونے کو اپنی نجات جانی یہ تمام انبیاء پر ذو الفضال والے کا عمل تھا چونکہ صاحبِ فضل پر ہی فضل ہوتا ہے کہا گیا ہے ذِیۡ فضلٍ فَضۡلُہٗ اُس کا فضل صاحبِ فضل پر ہوتا ہے یعنی آپؐ پر اللہ کا فضل ہے اور آپؐ کا فضل تمام انبیاء پر ہے۔ ➏ سَحابُ الثِّقال.. (باقی حاشیہ صفحہ ۳ پر)

(باقی حاشیہ صفحہ ۲ کا)....کے معنی وزن دار ابر کے ہیں. آپؐ کو شَدِیْدُالمِحَال بھی کہا گیا ہے. حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مطرِ اوّل بنکر ظاہر ہوئے اِس بارانِ رحمت میں بہت وزن تھا یک وقت تمام انبیاء آسمان سے ٹوٹ پڑے وَاِذالرُّسُلُ اُقِّتَت کا سماں بندھ گیا اِس کو برداشت کرنا اس امّت کا ہی حق تھا اس ابر کے ساتھ رعد اور برق بھی تھے بہر طور صحابہؓ کے قلوب میں نیکیوں کی فصل اِسی مطرِ اوّل سے اُگی۔ (۷) قولِ فصل میں ھزُل نہیں ہوتا یہ صاحبِ امر ہی کا کام ہے کہ وہ اپنی امّت کو تمام ھزُلیات سے پاک کرے یہ کام آپؐ نے صحابہؓ کے وجود سے کر دکھایا آئندہ وَاطیعوا اللّٰہ وَ اطیعوا الرسول واُولی الاَمرِ مِنکُم کی تخصیص میں یہ کام اولیاء اللہ کے تفویض کیا گیا ہے کوئی مامورِ من اللہ اپنی جماعت کو کتنا ہی پاک کرے لیکن وہ صحابہؓ کے قلوب کی مثال پیدا نہیں کرسکتا. اس لئے کہ فَاِنْ تنازعتم فی شئیٍ فَرُدُّوہ اِلی اللّٰہِ ورَسُوْلِہٖ کی تخصیص ہے یعنی ایک مامور تزکیہ نفس تو کرسکتا ہے لیکن کسی چیز کے تنازع کو اللہ اور اُسکے رسول کی جانب لوٹائے بغیر حل نہیں کرسکتا بہر صورت حضورا کرمؐ کی ذات ہر امر میں مستثنیٰ ہے. یہی حقیقت اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقراٰنَ لَرَادُّکَ اِلیٰ مَعَادٍ میں پوشیدہ ہے یہ ایک موعودہ حقیقت ہے جو آپؐ کے اعادہ سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ دن یومٍ موعود ہے۔(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) اصلِ طیّب شجرطیّبہ کی بنیادی حقیقت ہے جس کو اَصلُھا ثابِتٌ

نبی سب ہیں شاخیں یہ ہیں اصلِ طیب[1] نبیوں کی شکلوں میں ہیں شکلِ طیّب[2]
رُسُل کی حلاوت میں ہیں عسلِ طیب[3] وصالِ خُدا میں ہیں اِک وصلِ طیب
ہے یومُ الخلودِ[4] شَہُودی زمانہ
گیا انبیاء کا سُجُودی[5] زمانہ (۵)

نذیروں میں سب کی نَذیرُ[6] العُلیٰ ہیں تقدم تاخّر میں شمسُ الضحیٰ ہیں
بتاؤں مَیں کیا جو شدیدُ[7] القویٰ ہیں نشانات اُن کے لِاُولِی[8] النُّھیٰ ہیں
فقط ہیں یہی ایک غم خوارِ اُمت
عیاں ان پہ ہیں سارے اسرارِ امت (۶)

یہی جَامِعُ[9] الناس. نورُالھُدیٰ ہیں یہی نورِحق جامعُ الانبیاء[10] ہیں
یہی غافِرُ الذّنبُ[11] کشفُ العلیٰ ہیں یہی قابِلُ التّوب جانِ دُعا ہیں
کلامِ مجلّٰی ہے ہر قول ان کا
خدا نے رکھا نام ذی الطول اِن کا (۷)

کہا گیا ہے یہ دو حقیقتیں ایک ہی آیت میں پیش کئے گئے ہیں یہ شجرہ طیّبہ کلمہ طیّبہ ہے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ (۲۴:۱۴) حضورِ اکرم صلی علیہ وسلم کی مثال شجرہ طیّبہ سے دی گئی ہے اس کا اصل ثابت ہے یہ بنیاد کے طور پر ہے اسکی شاخیں آسمان میں ہیں. کسی چیز کا اصل اُس کا سب سے نیچے کا حصّہ ہوتا ہے یا وہ چیز جو بنیاد کے طور پر ہوا گر اِس چیز کو اُٹھایا جائے تو ساری اشے اٹھ جائے اور فرع کے معنی شاخ کے ہیں اسکی جمع فروع آتی ہے یہ لفظ دو لحاظ سے بولا جاتا ہے ایک تو اُسکے طول ہونے پر دوسرے اسکی وسعت اور آسمان میں پھیلاؤ. اس آیت سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ انبیائے ماسبق ایک درخت کی شکل میں ہیں جس کی بنیاد حضورؐ کا وجود مبارک ہے تمام انبیاء اپنی اپنی اُمتّوں کی ربوبیت کرتے رہے اس طرح دنیا کی ہر سمت میں پھیلے اور اپنے اصل سے ملحق رہے یہ سب مقام وحدت سے نکلے تھے گویا کہ درختِ اسلام کی ابتدا اور انتہا حضورا کرم صلعم کی ذات ہی ہوئی اِس آیت میں آگے چل کر کہا گیا ہے توتی اُکُلَھَا کُلّ حیْنٍ بِاذن ربھا یعنی درخت اپنے رب کے اذن سے اپنا پھل ہر موسم پر دیتا ہے گویا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض بصورتِ اولیاء اللہ ہر زمانے میں جاری رہیگا اور یہ اعادۂ اسلام کی صورت ہے۔ (۲) آیت پاک قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلیٰ شَاکِلَتِہٖ ہر ایک کا عمل اُسکی شکل پر ہوتا ہے انسان کی شاکلہ اُس کی جانب اور اُس کا طریق ہے تمام انبیاء روح کے اجزا تھے وہ اپنی اپنی شاکلہ پر چل رہے تھے حضورؐ کی شکل انبیاء کے تمام اصول وفرُوع کی مجموعی کیفیت کی حامل ہے آپؐ کی ذات ابوالارواح ہے آپؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو روحِ اعظم قرار دیا ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا .(۸۵:۱۷) اے حبیبؐ تم سے کفار مکہ سوال کرتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے تم کہد و کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمھیں صرف اُس کا تھوڑا سا ہی علم دیا گیا ہے۔ (۳) عَسلِ طیّب عسلِ مصفّیٰ کا مصداق ہے آپؐ کے وجود مبارک کو پاک شہد سے تمثیل دیگئی ہے آیت پاک ہے وانھٰرٌ مّن عَسَلٍ مُّصَفًّی یعنی جنت میں پاک شہد کی نہریں ہونگی جس سے مومن فیض پائینگے اور ایک دوسری آیت ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ. ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکَ ذُلُلًا. یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِھَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ .(۶۸:۱۶) اللہ پاک نے حضورؐ کی وحی کو اور رسالت کی---

جامعیت کو شہد کی مکھی کی اس لطیف صفت سے تعبیر کیا ہے جو مختلف منازل سے گذر کر مختلف پھولوں سے میٹھاس جمع کر کے شہد تیار کرتی ہے اور وہ شِفَاءٌ لِلنَّاس بن جاتا ہے اسی طرح تمام انبیاء کی وحی کی خصوصیتوں کو حضورؐ کی وحی رسالت میں جمع کر دیا گیا ہے جس سے بنی نوع انسان کی رہبری بیک وقت ہونے لگی. مکھی کی اِس صفت کو اللہ پاک نے وحی سے تعبیر کی ہے یعنی کمالِ جسمانی وروحانی جامعیت والی وحی ہی بتلاسکتی ہے اور تمام روحانی سلوک طے کرسکتی ہے۔ (۴) آیت پاک اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ. ذٰلِکَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ. لَهُمْ مَّا يَشَآئُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ. (۳۴:۵۰) صحابہ کا دور یومُ الخلود والا ہے یہ وقت پچھلے انبیاء میں کبھی نہیں آیا صحابہؓ کی نعمتیں دائم قائم ہیں چونکہ حضورؐ کی بعثت ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے دن سے مخصوص کی گئی ہے جنت بھی خٰلِدِيْنَ فِيْهَا والی ہے. جسقدر زمانہ گذرتا جائیگا حضور اکرمؐ اور صحابہؓ کے فیوضِ روحانی بڑھتے ہی جائینگے اور یہی وجود کافی ہوگا۔ (۵) آیت پاک يَرٰاکَ حِينَ تقومُ وَ تقلُّبَکَ فی السّٰجِدين . (۲۶:۲۱۸) حضورؐ کی ذات يراکَ حِينَ تقومُ ہے اور انبیاء کا دور تقلُّبَکَ فی السّٰجِدين ہے آپؐ کی ذات کا قیام مقامِ وحدت ہے اور انبیاء دائرۂ واحدیت رکھتے ہیں ربُّ العُلیٰ کی یہ دو صفتیں ازلی وابدی ہیں جو غیب وشہادت کہلاتی ہیں۔ (۶) آپکا تقدّم شمس ہے اور یہ بعثت اولیٰ ہے جو اُمّیّن کا گروہ ساتھ رکھتی ہے. آپکا تاخّر ضُحیٰ ہے یہ بُروزِ محمدؐ کا رنگ ہے اور یہ ہندوستان کیلئے مخصوص ہے یہ بعثتِ ثانی ہے یہاں بھی جماعتِ اوّلین آخرین کی صورت میں پابہ رکاب ہے بقیہ تفصیل صفحہ نمبر ا حاشیہ نمبر۲ میں ملاحظہ فرمائیے۔ (۷) شدِيْدُالقویٰ والی ہستی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی نہیں ہے آپؐ کے قویٰ کی مضبوطی اور برداشت کا اس سے ثبوت ملتا ہے کہ آپؐ پر بیک وقت سورہ انعام کے بیس رکوع نازل ہوتے ہیں اور وہ شدِيْدُالقویٰ والاقلب ہے کہ یاد رکھتا ہے یہاں کسی ولی پر چند سطور الہام کے یاد نہیں رہتے چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک. کجا غلام. کجا آقا. کجا رسول. کجا فنافی الرّسول. فنافی الرّسول انسان کئی آئینگے لیکن نمونہ ایک ہی رہیگا۔ (۸) لِاُولِی النُّهٰی کے معنی عقلمندوں کیلئے ہیں قرآنِ کریم میں کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہے ایک بات عقل کے موافق ہوتی ہے اور دوسری ماورائے عقل ہوتی ہے اسلئے کہا گیا ہے کہ عقل کی سطح پر چلنے والے بھی آپؐ سے نمونہ حاصل کر سکتے ہیں اور عقل سے اونچی بات وہی سمجھ سکتے ہیں جو اُس منزل کے ہیں۔ (۹) جامع النّاس آپ کی صفت ہے حدیث میں ہے يُحْشَر النّاسَ عَلیٰ قدمی یعنی تمام دنیا کے لوگوں کا حشر میرے قدموں کے نیچے ہوگا آیت پاک رَبَّنا اِنَّکَ جامِعُ النَّاسِ لِيومٍ لاريْبَ فيهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخلِفُ الْمِيْعَاد. (اٰل عمرٰن) یہ دعا مسلمانوں کو سکھلائی گئی ہے کہ ایک موعود دن آنے والا ہے جسمیں ساری انسانیت حضور اکرمؐ کے قدموں کے نیچے ہوگی لَا يُخلِفُ المِيْعَاد یعنی وہ وعدہ کبھی غلط نہ ہوگا۔ (۱۰) جامِعُ الْاَنْبِيَاء یعنی تمام انبیاء کو جمع کرنے والی ہستی آپؐ ہی کی ہے کسی نبی نے اپنی زندگی میں گذشتہ انبیاء کو نہیں جمع کیا آپؐ نے تمام انبیاء کو اپنی امّت میں داخل کر کے بیت الھدیٰ میں اسکا منظر پیش کیا اور صاف کہدیا کہ مامن نبیّ اِلّا لَهٗ نَظِيْرٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یعنی کوئی نبی ایسا نہیں جسکی نظیر میری امّت میں موجود نہ ہو۔ (۱۱) قرآنِ کریم میں آپؐ کے چار نام ایک ہی آیت میں پیش کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں غَافِرُ الذَّنْبِ وَقَابِلُ التَّوْبِ شَدِيْدُالعِقَابِ ذِیْ الطَّوْلِ آپ گناہوں کے بخشنے والے ہیں توبہ کے قبول کرنے والے ہیں سرتابی کرنے والے کے لئے شدید العقاب بھی ہیں اور صاحب فضل بھی ہیں۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) آپؐ پر بذریعہ جبرئیل جسقدر کلام نازل ہوا وہ وحی جلی کہلایا اور آپؐ کے زبان مبارک سے جسقدر ہدایات ہوئیں یہاں تک کہ عام گفتگو بھی وہ وحی خفی کہلائیں اس میں نفس کی کوئی آمیزش نہ تھی اسلئے کہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی آیا ہے۔ (۲) یہ چار عالم چار مصرعوں میں پیش کئے گئے ہیں جس سے ایک انسان ان منزلوں۔۔۔

مقامِ احد کی یہی روشنی ہیں یہ آقائے جنت ہیں سب کے نبی ہیں
مجسم ہیں قرآں وحیِ جلیٰ[1] ہیں تکلّم میں گویا وحیِ خفی ہیں

(۸)
ہیں اعمال ان کے سراسر شریعت
ہے رفتار ان کی کمال طریقت

کسی وقت عالم ہے ناسوت[2] ان کا کسی وقت عالم ہے ملکوت ان کا
کسی وقت عالم ہے جبروت ان کا کسی وقت عالم ہے لاہوت ان کا

(۹)
ہیں نورِ علیٰ نور ان کے مدارج
تمام انبیاء کے ہیں یہ ذُوالمعارج[3]

ازل ہی سے دریائے جودوکرم ہیں یہی عرشِ اعظم کے گویا حکَم ہیں
بیاں ان کے اوصاف جتنے ہو کم ہیں یہی نورِ اکمل یہی والقلم[4] ہیں

(۱۰)
زمانے میں قرآن مشہود[5] ہے اب
کہ ذاتِ محمدؐ ہی محمود ہے اب

سے گذر کر لقاء اللہ کے مرتبہ تک پہونچ جاتا ہے عالم ناسوت میں انسان اپنے خواہشات سے آگے گذرتا ہے. عالم ملکوت میں اخلاق پیدا ہوتے ہیں. عالم جبروت میں انبیاء کا وارث ہوتا ہے انعام واکرام پاتا ہے عالم لاہوت میں ہر چیز کی نفی ہے ذاتِ اللہ کا اظہار ہے یہ چاروں عالم آپ کی زندگی میں نمایاں تھے جس سے ہر انسان رہبری حاصل کر سکتا ہے۔ ۳ آپ ذوالمعارج ہیں یعنی ہر نبی نے خود معراج حاصل کی لیکن آپ نے خود ہی معراج حاصل نہیں کی بلکہ تمام انبیاء کی معراج کرائی اپنی امت کے ذریعہ ہر نبی کا قرب اللہ سے کرایا دائرہ جزیت کو کلّیت سے بدل دیا آپ صاحبِ معراج بھی ہیں اور ذوالمعارج بھی ہیں آیت پاک ہے مِنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْمَلٰئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ. (۷۰:۳) معارج معراج کی جمع ہے یعنی جتنے انبیاء معراج والے ہیں ان کی معراج بھی آپ کے بغیر نہیں ہوئی اور نہ آئندہ بھی آپ کی اتباع کئے بغیر کوئی معراج پا سکتا ہے. آپ ذوالمعارج پچاس ہزار سال والے دن میں بھی ہیں یعنی ہر تیرہ سو سال کا ایک دور آپ کے معراج کا ہے ایسے پچاس دور گذر جائیں گے تب ایک نیا انقلاب ہوگا وہاں آپ ذوالمعارج ہوں گے۔ ۴ آپ کے دو نام ہیں نُون اور وَالْقَلَم. نون مچھلی کو کہتے ہیں اور یہ سمندر کی گہرائیوں میں رہتی ہے اور قلم کی تحریر اپنی گہرائیوں میں مضامین کے مطالب کو پوشیدہ رکھتی ہے چونکہ آپ علم الابدان اور علم الادیان کے مالک ہیں اسلئے جسقدر دنیا علوم ظاہری و باطنی میں غوطہ لگائیگی وہاں اسکی گہرائیوں میں حضور کے کمالات ہی کو پائیگی اس مقام پر دوسرا کوئی وجود نظر نہیں آئیگا سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور سارے درخت قلمیں بنا لئے جائیں اور اسکی تعریف و توصیف کیجائے تو بھی دنیا کے سارے سمندر اور دنیا کے سارے اشجار ختم ہو جائینگے لیکن آپ کی حمد کی تکمیل نہ ہو سکے گی چنانچہ اسی لئے آپ ن والقلم کا نام پانے کے مستحق ہوئے قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا (۱۰۹:۱۸). ۵ آیت پاک ہے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدً وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۷۸:۱۷) اس آیت میں اللہ پاک نے فجر کا قرآن مشہود ہونا اور حضور کا مقامِ محمود پر ہونا ظاہر فرمایا ہے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا میں صاف بتلایا گیا ہے کہ فجر کا قرآن ہی مشہود ہوتا ہے قرآن اگرچہ دن میں پانچ مرتبہ پڑھا جاتا ہے لیکن مشہود نہیں ہوتا چنانچہ یہی بعثت اوّل ہے جو حضور کی ذات سے ظاہر ہوئی اس لئے کہ وہ وقت غَسَقِ الَّیْلِ یعنی تاریک رات کے بعد آتا ہے اور وہ تاریک رات جسمیں صفات اسلام کی ربوبیت ہے انبیائے ماسبق کا زمانہ ہے کہ جہاں اُن کی امتوں سے نور چھینا گیا تھا حضور سرور عالم ﷺ کے ظہور پر وہ سارے صحائف قرآن میں جمع ہوئے. گویا کہ ظلمت سے سورج نکل آیا. جس کی بدولت تاریکی دور ہوئی. آپ کی ذاتِ بابرکت شاہد و مشہود بن کر آئی تمام انبیاء نے آپ کی شہادت دی تھی اسلئے آپ شاہد کہلائے اور جب آپ نے ان تمام انبیاء کے کمالات کو اپنی امت کے افراد سے ظاہر فرمایا تب آپ مشہود کہلائے. اوّل الذکر والا دور غیب کی صورت کہلایا اور آخر الذکر والا دور شہادت کہلایا. پس یہ غیب و شہادت کے دو زلف ازل ہی سے آپ کی ذات سے پیوست ہیں بہرصورت جب آپ والفجر بن کر طلوع ہوئے تو اس کے بعد ایک دوسرے دور کی بھی آپ کو بشارت دیگئی تھی وہ یہ کہ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ یعنی پھر آپ کا تہجدی دور آیا جسکو خود آپ کا نافلہ کہا گیا ہے. تہجّد کی نماز جو ہجود سے ہے جسکے معنی نیند سے بیدار ہونیکے ہیں. وہ پچھلے ایکہزار سال کا زمانہ فیج اعوج ہے جسمیں صفاتِ اسلام کی ربوبیت ہو رہی تھی جس میں اولیاء اللہ بکثرت آئے اور یہ دور مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح نیند سے بیدار کر کے مستقبل میں ایک روشن زمانے کی نشاندہی کرتا تھا. نافلہ کے معنی پوتے کے ہیں یعنی بیٹے کا بیٹا اِس لئے اس دور کو فرض اور سنت کے بعد کا درجہ حاصل ہوا. اسی لئے نَافِلَۃً لَّکَ کہا گیا یعنی یہ حصہ بھی حضور ہی کا جزو لاینفک ہے. چونکہ سارے اولیاء اللہ حضور ہی کی مدح میں گم تھے لیکن کسی ولی کو مقام محمود حاصل نہیں ہوا. اسلیے کہ وہ دور آگے تھا جیسا کہ اِس آیت سے روشن ہے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا. آیت کے اس تیسرے حصے میں حضور کی ذات کو مقام محمود پر لانے کی بشارت دی گئی ہے. یہ دورِ آخر ہے جو موعود ہے حضور نے اسی مقام محمود والی بعثت کیلئے مسلمانوں کو بعد اذان دعا سکھلائی ہے وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَبْعَثْہُ مُقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد. حضور نے یہ دعا ہر اذان کے بعد کرنیکی تاکید فرمائی ہے. اِس دعا میں اذان کو دعوت تامّہ کہا گیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اذان کفارِ عالم پر دعوت تام کی حجّت پیش کرتی ہے وہ یہ کہ اس میں اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی کبریائی دن میں پانچ مرتبہ بیان کیجاتی ہے جس میں توحید اسلام ہے اور اس کے ساتھ ہی اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں حضور کی ذات بھی حجّتِ اسلام بنی ہوئی ہے. یعنی جب تک ایک مسلمان کسی کافر کو اسلام کی حجّت پیش نہ کرے اقامت الصّلوٰۃ ثابت ہی نہیں ہو سکتی گویا کہ پہلے تبلیغ اور بعد نماز لیکن اس میں ایک دوسری حقیقت بھی پوشیدہ ہے وہ یہ کہ دعوتِ تامّہ اور اقامت الصّلوٰۃ کے ساتھ ساتھ حضور کی مقامِ محمود والی بعثت لازم و ملزوم ٹھیرائی گئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعوتِ تامّہ اور اقامت الصلوٰۃ حضور اکرم صلعم کے بغیر وسیلہ کے قطعاً جائز نہیں ہیں. اِسکی باطنی حقیقت یہ کہ دَعْوَۃُ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃ دو صورتیں مستقل ہیں جو دو زمانوں کی موعودہ حقیقتوں کو پیش کرتی ہیں. میرے نزدیک دعوتِ تامّہ تاسیس اسلام ہے اور اقامتِ صلوٰۃ اعادۂ اسلام ہے. چونکہ حضور کی ذات ہر دو جگہ وسیلہ بنی ہوئی ہے اور ہر دو جگہ فضائل ---

درجات اور رفعتیں شامل حال ہیں اور اسی لئے حضورؐ نے اپنی امّت کو خود کے مقامِ محمود پر مبعوث ہونے کی دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے. جسکی تعمیل میں ہر اذاں کے بعد ہر مسلمان وَابعَثۃُ مُقَامًا مَحمُوداً کے الفاظ دہراتا ہے گویا کہ پچھلے تیرہ سو سال سے آج تک مسلمانوں میں مقام محمود والی بعثت کا انتظار ہے چنانچہ یہ دعا ایک یادگار کے طور پر چلی آرہی ہے جسکے پروردگار کا انتظار ہے. دعوتِ تامّہ جو دعوت اسلام کا مترادف ہے جو ہر اذاں کے بعد کی جاتی ہے. اس کے علاوہ نماز کے لئے کھڑے ہونے پر قَدقَامَتِ الصّلوٰۃ کہا جاتا ہے یہ مکرّر نماز کی اقامت دراصل ابتدائے اسلام کے سارے اصول وفروغ کو پھر سے قائم کرنا ہے چونکہ پچھلے ایکہزار سال کے زمانۂ فیجِ اعوج میں اُن کی تصویر ہی بدل جائیگی اِسی یادگار میں نماز کی تکبیر رکھی گئی ہے وَاَقِیمُوا الصَّلوٰۃ کا حکم تاسیسِ اسلام کی حیثیت رکھتا ہے اور قدقامَتِ الصَّلوٰۃ کا عمل اعادۂ اسلام کی بشارت دیتا ہے یعنی اِسی دعوت نامہ کو پھر دوبارہ دنیا میں پیش کرنا ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہی کو مقامِ محمود پر کھڑا ہونا ہے. بعض نادانوں نے مقامِ محمود کو نام محمود سے تعبیر کیا ہے اسلئے کہ اُن کا نام محمود ہے. یہ دراصل اُن کی ہوس ہے. اُن کے نفس نے اُن کو دھوکے میں رکھا ہے حالانکہ آیتِ پاک اور حدیث میں دونو جگہ نام کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ مُقاماً مَحمُوداً کے الفاظ آئے ہیں. چنانچہ یہی دو سجدے مقام محمود والے ہیں جس کے لئے نماز میں دو سجدوں کی تاکید آئی ہے اور ہر نماز کے قعدہ میں شہادت کی اُنگلی اِسی بعثت ثانی کی شہادت میں اٹھائی جاتی ہے جسکا انتظار مسلمانوں میں ہے وہی بعثت مقام محمود والی ہے اشھد اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسولُ اللّٰہِ کہے بغیر انگلی اپنی اصلی حالت پر نہیں آئی. جس سے ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم ہر تیرہ سو سال کے بعد ایک اُمتی کی قبا پہن کر جلوہ گر ہونگے اسی لئے قعدہ میں اَلسَّلامُ عَلیکَ اَیُّھَا النَّبِی کہا جاتا ہے کہ جس میں حضورؐ سے مخاطبت ہے. اَیُّھَا النَّبِیُ کی مخاطبت غائب کی نہیں ہے بلکہ آنکھوں سے دیکھنے کی حجت پیش کرتی ہے. بہرصورت یہ بعثت ثانی کہ جس کی یادگار میں تیرہ سو سال سے شہادت کی انگلی اٹھائی جارہی ہے اور ہر نماز کے پہلے قَدقَامَتِ الصَّلوٰۃ کی تاکید چلی آرہی ہے اور ہر اذاں کے بعد مقامِ محمود والی بعثت کے ظہور کے انتظار میں دعا کیجارہی ہے آخر وہ بعثت کس کے رنگ میں ہوگی بعثت ثانی میں وہ اپنا کیا نام پائیگی اس کے لئے خود اللہ پاک نے حضورؐ سے قرآن پاک میں دعا کرنے کیلئے کہا ہے وہ یہ ہے قُل رَبِّ اَدخِلنِی مُدخَلَ صِدقٍ وَّ اَخرِجنِی مُخرَجَ صِدقٍ وَّ اجعَل لِّی مِن لَّدُنکَ سُلطَاناً نَصِیراً. (۱۷:۸۰) حضورؐ کے سارے کمالاتِ روحانی کا اگر کوئی وجود متحمل ہوسکتا ہے تو وہ وجود صدیق اکبرؓ کا ہے. بعثت اوّل میں بھی صدیق تھے بعثت ثانی میں بھی صدیق ہی ہیں چونکہ صدیق کا مُدخَل اور مَخرَج حضرت صدیق اکبرؓ ہی کا وجودِ بابرکت ہے جو نہ صرف مصباح کی روشنی باہر پھینکنے میں زجاجہ کی شان رکھتا ہے بلکہ روح اعظم بھی کہلاتا ہے. پس اب ظاہر ہوا کہ حضورؐ شاہد ومشہود بھی ہیں اور روزِ قیامت میں محمود بھی اور اس طرح جب آپؐ کا اعادہ ہوتا ہے تو موعود بھی ہیں. چونکہ آپؐ زمانۂ آخر میں آتے ہیں اس لئے مقصود بھی ہیں. اسی لئے قرآن پاک میں ہے لَہُ الحَمدُ فِی الاُولیٰ وَالاٰخِرۃ یعنی آپؐ کی حمد اولیٰ میں بھی ہے اور آخر میں بھی. قرآن کریم میں جہاں تک اولیٰ اور آخرت میں حمد ہونیکا تذکرہ ہے وہ یہی دو بعثتیں ہیں جنکو ہم نے بیان کیا ہے. سورہ البقر کے پہلے رکوع ہی میں کہا گیا ہے وَالّذِینَ یُؤمِنُونَ بِمَا اُنزِلَ الیک وَمَآ اُنزِلَ مِن قَبلِکَ وَبِالاٰخِرَۃِ ھُم یُوقِنُون یعنی وہی مسلمان ایماندار ہے جو حضورؐ پر نازل شدہ کلام پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو اِس سے پہلے تمام انبیاء پر نازل ہوا تھا نہ صرف یہی بلکہ اُس کے ایمان کا اسی وقت صحیح اندازہ ہوسکتا ہے جبکہ وہ آخرت پر یقین کامل رکھے آخرت کیلئے ایمان کی شرط کی بجائے ایقان کی شرط لگائی گئی ہے یہ حقیقت ہے کہ اس اُمّت کیلئے حضور سرورِ عالم صلعم کے بعد کسی اور وجود پر ایمان لانا باقی نہیں رہا ہے. اسی لئے حضورؐ کی آخری بعثت کیلئے یقین کی شرط لگائی گئی ہے. حقیقت یہ ہے کہ یہ آخری بعثت جسکو وَالبَعثِ بَعدَالمَوت بھی کہا گیا ہے. حضور اکرمؐ کے سوا کوئی دوسرا وجود اس امت کی اصلاح کیلئے نہیں کھڑا ہوگا یعنی اس امّت ہی میں ایک کامل انسان بُروزِ محمد کی شکل میں مبعوث ہوگا پس وہاں دوبارہ ایمان کی شرط نہیں ہوگی بلکہ ایسے وجود کامل کا عرفان ہی بس ہوگا اسلئے کہ ایک مرتبہ دیکھی ہوئی ہستی کو دوبارہ دیکھنا صرف پہچان اور شناخت ہی پر حصر کرتا ہے لیکن ایسا عرفان اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ یقین کامل کی حد تک پہنچ جائے اور قرآن کریم کے فرمودہ حق الیقین کو ظاہر کرے. اسی لئے وَبِالاٰخِرَۃِ ھُم یُوقِنُونَ کی شرط لگائی گئی ہے. قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی آخرت پر ایمان لانے کا تصوّر پیش کیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی جو جامع جمیع کمالات اور سردارِ اولین وآخرین ہے اِس امت کا دامن تھامنے اور کفر وشرک کی راہوں کو مٹا کر اسلام اور صرف اسلام کو روشن کرنے کیلئے عود کرے گی. پچھلے تیرہ سو سال میں جسقدر اولیاء اللہ اور مجدّد دین اسلام اس امت کی رہبری کیلئے آئے ہیں اُن پر بھی ایک مسلمان کا ایمان لانا شرط نہیں ہے بلکہ اُن کا عرفان حاصل کرنا ہی کافی ہے چنانچہ حضورؐ نے صاف طور پر فرمایا ہے مَن لَم یَعرِف اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَد مَاتَ مَیتَۃً الجَّاھِلِیّۃ یعنی جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا اُس کی موت جاہلیت کی موت ہے اس حدیث میں ایک مسلمان کے کسی امام یا ولی کے عدم عرفان سے اُسکی موت بے ایمانی کی موت نہیں قرار دی گئی بلکہ جہالت کی موت کہی گئی ہے. چونکہ ایمان اور عرفان دو جداگانہ حیثیتیں ہیں پس بعثتِ اولیٰ کا اِنکار کفر کی موت ہے اور بعثتِ آخر سے عدم واقفیت جہالت کی موت ہے۔

۱ جب صبح کی نماز کا وقت عربستان میں رہتا ہے تو ہندوستان میں دو ساعت دن چڑھ جاتا ہے وہاں فجر ہوتی ہے اور یہاں ضحیٰ ہوتا ہے سورہ والشمس اور والضحیٰ کے بعد وَاللّیلِ اِذَا سَجیٰ آیا ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن جو قرآن کریم میں مذکور ہیں آنیوالے ہیں اس غم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات روتے رہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آپؐ کے پاس جبرئیل علیہ السّلام کو بھیجا اور کہا کہ میرے حبیبؐ سے کہو کہ اس دن میں تمہاری امّت کو وہ دوں گا کہ جس سے آپؐ خوش ہونگے وَلَسوفَ یُعطیکَ رَبُّکَ فتَرضیٰ کا شانِ نزول یہی ہے یہی عود و بداء ہے. اسلام نے ایک وقت اپنی پوری شان سے ابتداء کی اور اس کا اعادہ بھی اُسی شان سے ہوگا جس دین کا اعادہ نہ ہو اور جس نبی کی بعثت ثانی نہ ہو وہ دین اور وہ نبی مُردہ ہے کبھی بھی وہ زندہ نہیں کہلا سکتے۔

۲ اَلَمۡ نشرحۡ لَکَ صَدۡرَکَ وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ الَّذِیۡ اَنۡقَضَ ظَھۡرَکَ وَرَفَعۡنَالَکَ ذِکۡرَکَ حضور اکرم صلعم کو صَدۡرُالعُلیٰ کہا جاتا ہے وہ اسلئے کہ تمام انبیاء میں صرف آپؐ ہی کا شرح صدر ہوا قرآن کریم جیسا جامعیت والا کلام آپؐ پر نازل ہوا انبیائے ماسبق میں سے کسی نبی کا بھی شرح صدر نہیں ہوا تمثیل کے طور پر اللہ پاک نے قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السّلام کی نظیر پیش کردی ہے جو فرعون کے دربار میں جاتے وقت کہتے ہیں یضیقُ صدری وَلا یَنطلق مِنۡ لسانی یعنی میرا سینہ تنگ ہے اور میری زبان نہیں چلتی یہی حال تمام انبیا کا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السّلام شرح صدر کیلئے دعا فرماتے ہیں رَبِّ اشۡرَح لی صَدری اے اللہ میرا سینہ کھولدے. یہاں تک کہ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی قوت کو مضبوط کرنے کیلئے اللہ پاک سے مطالبہ کرتے ہیں وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیرًا مِّنۡ اَھۡلِیۡ ھٰرُوۡنَ اَخِیۡ اَشۡدُدۡ بِہٖ اَزۡرِیۡ. (۳۱:۲۰) اس دعا سے ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دوسروں کا بوجھ تو کیا ہلکا کرسکتے تھے خود اپنے بوجھ کو اٹھانے کیلئے اپنے بھائی کی مدد چاہتے ہیں. حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی شان تمام انبیاء سے ممتاز ہے آپؐ نہ صرف خود کمال کو پہونچے بلکہ اپنی امت کو بھی کمال کو پہنچایا آپؐ کا بھی شرح صدر ہوا اور آپؐ نے اپنی امت کا بھی شرح صدر کرایا. آپؐ کی ذات کیلئے کہا گیا ہے اَلَمۡ نشرحۡ لکَ صدرکَ اے محمدؐ کیا ہم نے آپؐ کا سینہ اسلام کیلئے نہیں کھولا؟ اسی طرح آپ کی امت کیلئے قرآن پاک میں آیا ہے فَمَنۡ یُرِدِاللّٰہُ اَنۡ یَّھۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَام (۶:۱۲۵)

رسالت منوّر ہے [2] بُوالانبیاء کی — تجلّی ہیں والشّمس [1] کی والضحیٰ کی
لَکَ صَدۡرَکَ شان ہے مصطفیٰ کی — لَکَ ذِکۡرَکَ بات ہے مجتبیٰ کی
بلند انبیاء سے ہیں اوصاف ان کے
خدا کے ہیں انوار اطراف ان کے (۱۱)

ہے قبضے میں ان کے مکانٌ مُّبینٌ — زباں ان کی گویا لسانٌ مُّبینٌ
تمام انبیاء کی ہیں جانٌ مُّبین — ہے ہر نطق ان کا بیانٌ مُّبینٌ
یہ طٰہٰ ہیں اور حشر کی آزِفہ [3] ہیں
تڑپ میں تجلّی میں اِک صاعقہ ہیں (۱۲)

ہے ممتاز دنیا میں ان کا قبیلہ — ہے ان کا ہر اک قول قولاً ثقیلہ [4]
دو عالم میں ہے بس انہی کا وسیلہ — جمالِ مبارکؐ ہے حُسنِ جمیلہ
طواف ان کا کرتے ہیں [5] وِلدان سارے
فدا ان پہ ہوتے ہیں رُھبان سارے (۱۳)

جب اللہ پاک ارادہ کرلیتا ہے کسی شخص کیلئے تو اسلام کیلئے اس کا سینہ کھول دیتا ہے. شرح صدر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ نبی اپنی امت کو اپنا ہمرنگ بنائے یہ کمال حضور سرور عالم صلی علیہ وسلم کے سوائے کسی اور نبی میں نہیں پایا جاتا چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کے سورہ ھود کے نزول نے میری کمر جھکا دی یعنی آپؐ کو حکم تھا فَاسۡتَقِمۡ کَمَا اُمِرۡتَ وَمَنۡ تابَ مَعَکَ یعنی اے محمدؐ تم استقامت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جو تمہاری اتباع کرے اس کو بھی اپنی معیت میں استقامت کی راہ پر لے چلو. خود کسی نبی کا انتہائی معراج پر پہنچنا اتنا دشوار نہ تھا جتنا کہ اپنی امت کو معراج پر پہنچانا تھا. بالآخر حضورؐ نے اپنی امت کو معراج پر پہنچایا اور اپنے ہمراہ احدیت کے مقام پر دیکھا. اسی لئے اللہ پاک نے کہا وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ الَّذِیۡ اَنۡقَضَ ظَھۡرَکَ اے محمدؐ کیا ہم نے آپ کا بوجھ ہلکا نہیں کیا اور جس بات سے آپؐ کی کمر جھک گئی تھی کیا ہم نے وہ مرحلہ آسان نہیں کیا اسی لیے حضورؐ نے فرمایا اُدۡعُوۡ اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ (۱۲:۱۰۸) یعنی میں داعی الی اللہ ہوں. ذات اللہ کا مظہر ہوں. بصیرت کی راہ پر گامزن ہوں اور جس مقام پر میں ہوں اُسی مقام پر میری اتباع کرنے والا امتی بھی ہے. دوسری جگہ آیا ہے فَاِنۡ حَاجُّوۡکَ فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡھِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ (۳:۲۰) اے محمدؐ تم سے اگر کوئی حجت کرے تو کہدے کہ میں نے اپنی سلامتی کو اللہ کے حوالے کردیا ہے اور اللہ کی تصویر مجسّم بن گیا ہوں اور وہ سب بھی جو میری اتباع کررہے ہیں لہٰذا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والا وجود وہ ہے کہ جس کا ہر عمل قرآن بن گیا ہو پس ایسے وجود اِس امت میں....

ہمیشہ آتے ہیں. شرح صدر کی حقیقت وہیں کھل جاتی ہے. ایسے وجود کی ہر خطا فتح سے بدل جاتی ہے. اِسکی عام حرکت بھی قرآن کریم کے کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہوتی ہے ایسا ہی وجود بلا کھٹکے امت کی رہبری کرسکتا ہے اور ایسے وجود کی اتباع سے انسان کمال کو پہنچتا ہے۔ (۳) قرآن کریم میں آزفہ حشر کی آنے والی موعود گھڑی کو کہا گیا ہے وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَالْاٰزِفَۃِ اِذِالْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ کَاظِمِیْنَ اے محمدؐ تم انھیں ڈراؤ اس آنے والے دن سے کہ جب غم سے بھرے ہوئے دل گلوں تک آرہے ہوں گے حضورؐ کو دوبارہ انذار کا حکم دیا جارہا ہے وہ گھڑی حشر کی ہے اسی کو یَوْمُ الْاٰزِفہ کہتے ہیں یہ حکم بعثت ثانی کی گواہی میں ہے دوسری جگہ آیا ہے ھٰذَا نَذِیْرٌ مِنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی اٰزِفَتِ الْاٰزِفَہ یعنی یہ نذیر پچھلے سوا لاکھ انبیاء کا نذر (مصدر) ہے اسی سے سارے انبیاء مشتقاق بنکر نکلے اور اس کے ظہور پر تمام انبیاء آکر جمع ہوئے پس یہ موعود گھڑی تھی جو آنے والی تھی آ گئی اٰزِفَتُ الْاٰزِفَۃ۔ (۴) آیت پاک اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلاً (۷۳:۵) حضورؐ پر قول ثقیل کا بوجھ ڈالا گیا ہے یہ خَیْرُ الْقُرُوْن کے تین صدیوں تک رہا چونکہ حضورؐ نے ان صدیوں کو خیر سے تعبیر فرمایا ہے قولِ ثقیل سے زمانہ بھی مراد ہے کہ حضورؐ پر جس وقت وحی نازل ہوتی تھی اگر آپؐ اونٹنی پر سوار ہوتے تو اونٹنی بوجھ سے ٹھیر جاتی سخت تریں سردی کے باوجود آپؐ کے پیشانی سے پسینہ بہہ نکلتا یہ وزن دار قول جو بذریعہ وحی آپؐ کے قلب پر نازل ہوا اس کا اثر تیس سال علیٰ منہاج نبوّت کے علاوہ خَیْرُ الْقُرُوْن کی تین صدیوں تک رہا۔

(۵) قرآن کریم میں حضورؐ کے مزاج کو کاسئہ زنجبیل سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی تفصیل آگے خود کاسئہ زنجبیلی کے عنوان میں آئیگی اور وِلْدَانٌ مُخَلَّدُوْن وہ نوجوان بچے ہیں جنھوں نے اپنی زندگیاں دین اسلام کیلئے قربان کردیں ولدان کے ساتھ انکی صفت مخلّدون بھی آئی ہے یعنی وہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتے ہیں بعثت اوّل میں حضورؐ کا مزاج کاسئہ کافور ہے اور بعثت ثانی میں کاسہ زنجبیل ہے لہذا ہر دو زمانوں میں ایک ہی طبیعت کے نوجوان رہیں گے جو آپؐ کے اطراف صدقے ہوتے رہیں گے. زمانے کی بعدت نے اِن دو کو جدا کردیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بعثت اوّل میں اولین اور بعثت آخر میں آخرین کہلائے۔

بطرزِ سُجودی[1] ہیں انذار کرتے … بشکلِ ھُجودی[2] ہیں بیدار کرتے
وجودی خمر* سے ہیں سرشار کرتے … نظر کو ہیں مومن کی تلوار کرتے
وُقودِ زمانہ میں یہ ہیں[3] لَواقع
ہیں رحمت کی یہ جستجو کے مواقع (۱۴)

جو قبضے میں رکھتے ہیں قُدرت وحکمت … وہ کرتے ہیں آیات ہر دم تلاوت[4]
عیاں علمِ قرآں کی ان سے شہادت … ہوا ان سے تزکیّہ نفسِ اُمت
ہے دن جمعہ[5] کا ان کی بعثت میں دائم
جنہیں چھوڑا لوگوں نے ممبر پہ قائم (۱۵)

نکل آیا جیسے ہی[6] یَوْمُ التَّنَادِ … عیاں ہو گیا صاف یَوْمُ الْمُنَادِ
حَکَم ہو کے آئے جو بَیْنَ[7] العِبادی … بنے وہ سراجِ سبیلُ الرَّشادِ
ہوئے جمع اطراف اَلباب سارے
طواف ان کا کرتے ہیں اکواب[8] سارے (۱۶)

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) آیت پاک یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (۲۶:۲۱۸) حضور سرور عالم صلعم کا دورِ شہادت حِیْنَ تَقُوْم ہے اور دور غیب تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْن ہے اور ساجدین کا گروہ انبیاء کا گروہ ہے وہاں بھی آپؐ ہی انذار کرتے رہے. ھٰذا نَذِیْرٌ مِنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی اسی کی گواہی میں آیا ہے۔ (۲) ھُجود کے معنی نیند سے بیدار ہونا ہیں. تہجّد کی نماز اسی سے ہے. یہ وہ زمانہ تھا جبکہ پچھلے ایکہزار سال والے زمانے میں اولیاء اللہ مسلمانوں کو نیند سے بیدار کرنے کے لئے آتے رہے. یہ صفات اللہ کے مظہر تھے حضورؐ کی ذات غیب میں تھی لِھٰذِہِ الْاُمَّۃ کا دور تھا اِس امت کے تجدید دین کا کام اُن کے ذمہ تھا یہ مسلمانوں کے امام تھے امام الناس اِن میں کوئی بھی نہ تھا امام الناس والا وجود وہی ہے جو جامع الناس والی ہستی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا بُروز بن گیا ہو وہی مظہر نور اِتم بھی ہے۔ (۳) لَوَاقِع والی ہستی قیامت کی مالک ہے وہ آخر زمانہ میں جبکہ یورپ کی تجارت زور پر ہوگی ایک انقلابِ عظیم برپا ہوگا کہا گیا ہے اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَہ ایک بڑا واقعہ ہونے کا وقت آئے گا وہ حضورؐ کی ذات سے ہی متعلق رہے گا. آیت پاک اِنَّمَا تُوْعَدُوْن الصَّادِقٌ وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ یقیناً سچا ہے اور وہ جزا و سزا ضرور آئے گی۔ (۴) حضور انور صلی علیہ وسلم نے صحابہؓ پر ایک احسان عظیم کیا وہ یہ کہ آپ نے اپنے نشاناتِ روحانی وجسمانی ان پر تلاوت فرمائے اُن کا تزکیہ نفس کیا ان کو علم کتاب سکھلایا اور دنیا پر حکمرانی کے سارے گُر سکھلائے. اور وہ سب ایسی قوم کے افراد تھے جو کھلی گمراہی میں تھے ھُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖن ---

* لفظ خَمر قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے. مومنوں کو جنّت میں نہریں دئے جانیکا تذکرہ ہے آیت پاک ہے وَاَنْھٰرٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّۃٍ لِلشّٰرِبِیْنَ. (۴۷:۲)

رَسُولًا مِنۡهُمۡ يَتۡلُوا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَ وَاِنۡ كَانُوۡامِنۡ قَبۡلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُبِيۡن" (٢:٦٢) مندرجہ بالا چاروں صفات اس آیت میں درج ہیں. اِسی کے ساتھ دوبارہ جمعہ کا دن مخصوص ہوگیا ہے وہ موعود دن ہے۔ ۵ سورہ جمعہ میں یوم الجمعہ آیا ہے اور جمعہ کا دن ہفتہ میں ساتواں دن ہے. آپ فرماتے ہیں کہ مَیں آدم کے پانچہزار چھ سوسال بعد آیا ہوں اِس اعتبار سے چودھویں صدی سات ہزار سال والا ہوتا ہے. یہ دوسرا انقلاب ہے جو موعود ہے یہ یوم الجمعہ ہے حدیث اِنَّ مُدَّتِ الدُّنۡيَا سَبۡعَةَ اَلۡفَ سَنَةٍ دنیا کی مدّت سات ہزار سال ہے آپؐ فرماتے ہیں وَاَنَا اٰخِرُهَا اَلۡفًا میں اس کے آخر ہزار سال میں رہونگا وہ یہی زمانہ ہے. قرآن کریم میں ہے وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَةً اَوۡ لَهۡوَ نِ انۡفَضُّوۡا اِلَيۡهَا وَتَرَكُوۡكَ قَآئِمًا (١١:٦٢) جب تجارت کا ڈھول عین خطبہ کے وقت مدینہ کے دروازے پر بجا تو جو اللہ کو بغیر حساب رزق دینے والا نہیں سمجھتے تھے وہ لوگ آپؐ کو ممبر پر چھوڑ کر تجارت کو چلے گئے یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ سات ہزار سال کا آخری حصہ ختم ہوتا رہے گا' آپ بہ لباسِ دیگر تشریف لائیں گے اور مسلمان آپ کو میدان عمل میں چھوڑ کر یورپ کی تجارت کی طرف متوجہ ہونگے. چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

٦ اس بند میں پہلے یوم التّناد آیا ہے یہ موعود دن ہے جسمیں کافروں کا مختلف گروہ کی حیثیت سے مدد کے لئے اور اپنی نجات کے لئے باہم پکارنا ہے. ساری دنیا نجات کیلئے بیتاب ہوگی ایسے وقت میں آپؐ ہی کا وجود مبارک بنی نوع انسان کیلئے منادی الایمان بن کر کھڑا ہوگا. ایک وقت عرب کے ریگستان سے یہ آواز اٹھی تھی آیت پاک ہے اِنَّ اللّٰه قد حَكَمَ بين العِبَادِ دوسری آیت ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَايُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ" (٦٥:٤) یعنی اے محمدؐ تیرے رب کی قسم وہ ایمان ہی نہیں لائے جنہوں نے تجھے اپنے آپس کے اختلاف میں حَکم نہیں بنایا. یہ قید اس بات کو مستلزم کرتی ہے کہ ہر زمانے میں آپؐ کا بُروز آپؐ کا کامل پرتو فنافی الرسول اس حقیقت کی ترجمانی کریگا۔ ٧ یہ رُشد کی راہ نبیوں کے زمانے میں بھی تھی لیکن قَدۡتَبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَيِّ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ والا رُشد کہ جس میں حق باطل کا تبیان ہے یہ صرف آپؐ ہی کیلئے مخصوص تھا لَاانۡفِصَامَ لَهَا کی تخصیص ہے یعنی جس نے آپؐ کو ایک مرتبہ دیکھا پھر اُس نے اپنا منہ دنیا کی طرف نہیں موڑا یہ آپؐ کا روحانی مقام تھا۔ ٨ اکواب اس کوزے کو کہتے ہیں جسکو دستہ یا ٹوٹی نہ ہو آیت پاک ہے يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ بِاَكۡوَابٍ وَّ اَبَارِيۡق (١٧:٥٦) اباریق والے کوزے کو دستہ اور ٹونٹی ہوتی ہے دوسری جگہ اکواب کی صفت یوں بتلائی گئی ہے وَاَكۡوَابٍ كَانَتۡ قَوَارِيۡرَا یعنی کوزے اپنی صفائی میں شیشہ کے مماثل ہیں حضور اکرم صلعم کے اطراف طواف کرنے والے صحابہؓ کی شان بتلائی گئی ہے. صحابہؓ نے جو درس عرفان کیا تھا اور معرفت کی شراب جو ان کے قلوب میں بھردی گئی تھی وہ ایسی تھی کہ اُن کی صفائی قلوب کے باعث اُن کے ماحول کو وہ شرابِ معرفت خود اُن کے اعمال حسنہ سے صاف نظر آتی تھی اِس لئے کہ وہ پاک اور لطیف شیشے کے مماثل بن گئے تھے گویا کہ وہ خود شراب معرفت تھے تو دوسری طرف شراب کی نشہ اُن کے عمل سے ظاہر تھی۔

ہے ذات انکی سلطان يَوۡمُ الۡحِسَاب[١] نہاں ان کے سینہ میں عِلۡمُ الۡکتاب[٢]
یہ ہیں حکمتِ دیں میں فصلُ الخطاب[٣] ہیں اپنی صفت میں شدیدُ العقاب[٤]

عجب حال ہوگا قیامت کے دن کا
ہے وَالۡوَزۡنُ يَوۡمَئِذِ نِ الۡحَقُّ[٥] اِنکا (١٧)

ہے بعثت میں دن انکا یَوۡمُ الۡخُرُوۡجِ[٦] عروجِ رسالت ہے یَوۡمُ الۡعُرُوۡجِ
بنا آسماں ان کا ذاتُ الۡبُرُوۡجِ خُدا نے کہا مالها مِن فُرُوۡجِ

بہرحال موزوں سُبک سے سُبک ہیں
تمام انبیاء کی یہ ذاتُ الۡحُبُک ہیں (١٨)

عیاں کر دیا راز عرشِ بریں کا رُخِ داحیہؓ[٧] یعنی روحُ الامیں کا
خدا سے لقب پایا فتحُ مُبیں کا سبق دیدیا اپنی اُمت کو دیں کا

جو از فرخ تاپا ہے قُرآنِ ناطق[٨]
تمام انبیاء کا وہی ہے مصدِّق[٩] (١٩)

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ١ آیت پاک وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ هٰذَا مَاتُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ. (٥٢:٣٨) اِس آیت میں اللہ پاک نے حضورؐ کو وہ مقام عطا کیا ہے کہ آپؐ انسانوں کے پٹہ دار بنے ہوئے ہیں روز حشر آپؐ کا ہے اور آپؐ کی صحبت سے وہ افراد پیدا ہوئے کہ جن کی زندگیاں قٰصِرٰتُ الطَّرۡف بن گئیں یعنی صحابہؓ کی آنکھیں دنیا سے بند ہوگئیں. جس طرح ایک عورت دز دیدہ نظر رکھنے میں اپنا کمالِ حُسن پیش کرتی ہے اسی طرح صحابہؓ نے طرف نگاہ کو قصر کر دیا اور اس طرح ان کی دنیا تنگ ہوئی کہ گویا اُن میں حضورؐ کا حسن پیدا ہوا کبھی تو ان کی آنکھیں دنیا کے لئے پھٹی ہوئی تھیں اور بعد یہ ہوا کہ دنیوی آگ ان کی آنکھوں سے گرگئی. یہی وعدہ تھا جس کو هٰذَا مَاتُوۡعَدُوۡنَ میں بتلایا گیا ہے۔ ٢ کافروں کے لئے آپؐ کی رسالت اور آپؐ کا علم کتب ایک حجّت قرار دیا گیا ہے...

آیت پاک ہے وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْالَسْتُ مُرْسَلًا قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًابَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰب (۴۳:۱۳) ترجمہ اور جنہوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ تو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا نہیں ہے کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی شہادت کے لئے کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

۳ فصل الخطاب میں حضورؐ کا مقام مختص ہے. مراجعت کلام کا فیصلہ حق و باطل کا فیصلہ اور فیصلہ میں انتہائی فقاہت آپؐ ہی کو نصیب ہوئی. آپؐ کی خطابت سے عرب والوں کی قسمت بدل گئی. ایک نئی زندگی ان میں پیدا ہوگئی۔ ۴ آیت پاک فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابُ جہاں حضورؐ رحمۃ للعٰلمین ہیں اور آپ کی رحمت والی صفت نے مکہ والوں کو بیک وقت معاف کر دیا تو دوسری طرف جنگ بدر و جنگ حُنین میں کفار کی شرازہ بندی تار تار ہوگئی جس سے آپ کا شدید العقاب ہونا ثابت ہے۔ ۵ آیت پاک فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْھِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ وَالْوَزْنُ یومَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۷:۷) پھر ہم اُن پر علم کے ساتھ بیان کرینگے اور ہم کبھی غیر حاضر نہیں ہوتے اور وزن آج کے دن حق ہے. سو جس کی نیکیاں بھاری ہونگی وہ کامیاب ہونگے۔ ۶ آیت پاک وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَا دِالْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ یَّوْم یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالحقّ ذَالِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ. (۵۰:۴۱) اس یوم الخروج میں ایک منادی موعود ہے جو مکان قریب سے ندا دیتا ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منادی الایمان ہے. دوسری منادی مکان قریب کی ہے یہ جملہ توصیفی ہے. مکان ظرف ہے اور موصوف ہے اس کی صفت قربت ہے یہ مکان حضورؐ کی ذات والا صفات ہے اور جو ہستی اس ذات سے قریب ہو وہ مقام صدیقی ہے یہی صحیح بالحق ہے. سیرت صدیقی ہی اس امت میں ہمیشہ کے لئے کھلی ہے کہ جس سے ایک امتی رسولؐ اللہ کے مکان قلب میں جھانک سکتا ہے اِن دونوں کے لئے خروج کا دن مخصوص ہے یہ اُمت اُخْرِجَتْ لِلنَّاس ہے تمام اُمتوں سے خروج کر کے نکالی گئی ہے. منتخب امت ہے. حضرت صدیقؓ کا اکبر مقام مُخْرَجَ صِدْقٍ اور مُدْخَلَ صِدْقٍ ہے. آپ صدق کے مُدخل بھی ہیں اور مخرج بھی. حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کامل فنا ہونے والی ہستی آپؓ ہی کی ہے. اسی لئے بعثت ثانی یوم الخروج کہلائی. حضورؐ کی ذات' ذاتُ البُرُوج بھی ہے تمام انبیاء مثل سیارے حضورؐ کی نبوت کا تبرّ ج بنے ہوئے ہیں کبھی ان میں شگاف نہیں آئے گا مَالَھَامِنْ فُرُوْج کہا گیا ہے. آپؐ کا آسمان ذاتُ الرَّجْعِ ہے آپؐ کی زمین ذاتُ الصَّدْعِ ہے یہ ہمیشہ رجوع کرینگے اور اس امت میں فصلِ روحانی نہوگا آپؐ کی ذات ذاتُ الحُبُک بھی ہے. حُبُک حبیکہ کی جمع ہے یہ سیّاروں کی راہیں ہیں کہ جس محور پر وہ چلتے ہیں. آسمان میں سیاروں کی ذات سورج ہے. اِسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم "سِرَاجاً مُنِرًا" ہیں اور تمام انبیاء سیاروں کی طرح ہیں وہ سب آپؐ ہی کے محور پر گھومتے ہیں جب آپؐ طلوع فرماتے ہیں تو انبیاء کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اِن تمام کا نور آپؐ میں کھنچ آجاتا ہے جس طرح کہ سورج کے طلوع پر تاروں کی روشنی جاتی رہتی ہے. جب سورج غروب ہوتا ہے تو رات میں تارے اپنی چمک دکھلاتے ہیں اسی طرح حضورؐ کی ذات شہادت سے غیب کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو انبیاء اپنی اپنی قوم میں چمک دکھلاتے ہیں. یہ غیب و شہادت کے دو زلف ازلی وابدی ہیں. آپؐ نورِ اوّل ہیں. انبیاء کا زمانہ زمانہ غیب کہلاتا ہے. زمانۂ شہادت عرب میں آپ کا طلوع ہے. اعادہ اسلام کی صورت میں زمانۂ غیب پچھلا ایک ہزار سال والا زمانہ فیج اعوج ہے جسمیں اولیاء اللہ لِھٰذِہِ الاُمَّت بنکر آئے چودھویں صدی چونکہ موعود ہے اس لئے آپ یہاں شاہد و مشہود ہیں اِس لئے کہ یہ یومِ شہادت ہے قرآن کریم میں ہے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاھِدٍ وَمَشْھُوْد. (۸۵:۱)

۷ رُخِ داحیہ سے مراد صحابی رسولؐ اللہ داحیہ کلبیؓ ہیں کہ جو حضورؐ کے سامنے جو وحی آسمانی کو قلب جبریل کیساتھ اپنے منہ سے وہ سب کچھ کہہ دیا جو آپؐ وحی جلی سے حاصل کرتے تھے. ایک دن داحیہ کلبیؓ حضورؐ سے معارف بیان کر رہے تھے حضورؐ سُن رہے تھے صحابہؓ دنگ تھے کہ آج ہم داحیہ کلبی سے وہ سن رہے ہیں جو کبھی نہیں سن سکے. حضورؐ پوری توجہ داحیہ کلبی کی جانب کئے ہوئے تھے کچھ دیر بعد داحیہ کلبیؓ واپس ہوئے صحابہ نے دریافت کیا حضورؐ یہ کیا معاملہ تھا آپؐ نے فرمایا کہ جو جبرئیلؑ میرے پاس وحی لے کر آتا ہے وہ آج داحیہ کلبیؓ کی صورت میں آیا تم نے جبرئیلؑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا. یہ کمال حضورؐ ہی کو حاصل تھا کہ آپؐ نے جبرئیل کو انسانی صورت میں متمثل کر کے صحابہؓ کے سامنے پیش کیا اور عالم غیب کو شہادت میں لایا کسی نبی نے یہ مقامِ عروج حاصل نہیں کیا۔

۸ قرآن ناطق کے لئے آیت پاک ہے وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً کُلُّ اُمَّۃٍ تُدْعٰی اِلٰی کِتٰبِھَا اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُم تَعْمَلُوْنَ ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقّ. (۴۵:۲۸) اے حبیبؐ تم تمام امتوں کو گھٹنوں کے بل دیکھو گے. تمام امتیں اپنی اپنی کتاب کی طرف بلائی جائینگی وہ دن الیوم یعنی موعود ہے انھیں ان کے عمل کے موافق بدلہ دیا جائیگا. اُس وقت یہ کتاب ناطق حق کے ساتھ کلام کرے گی. اِس آیت میں تَرٰی کے لفظ میں حضورؐ کو دوسری مرتبہ جلوہ افروز فرمانے کی بشارت دی ہے چونکہ تو دیکھیگا کی بشارت ہے ظاہر ہے کہ حضورؐ کا کلام حضورؐ ہی کی زبان سے ناطق کہلائے گا. دوسرا کوئی اس کے اندرونی حقائق سے کماحقہٗ واقف نہیں ہوسکتا. یہ وہی زمانہ ہے۔ ۹ حضورؐ کی ذات تمام انبیاء کی تصدیق کرنے والی ہے انبیاء ماسبق میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنے پچھلے تمام انبیاء کی تصدیق کی ہو مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ کے ساتھ تمام انبیاء کو تاکید ہے لَتُؤْمِنُنّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ یعنی کسی نبی کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ آپ پر ایمان لاکر آپؐ کے دین کی

نصرت نہ کرے چنانچہ اس کے ثبوت میں تمام انبیاء کا حشر عرب میں ہوا اور آپؐ کی امت میں داخل ہوکر سب نے ایمان لایا اور میثاق کی تکمیل ہوئی. اس کی تفصیلی حقیقت میں نے اپنی کتاب ''میثاق الانبیاء'' میں بیان کی ہے۔

(صفحہ ھذا کا حاشیہ) [۱] آپؐ کی زبان اللہ کی زبان ہے اور قرآن آپؐ کی زبان میں آسان ہوا فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِہٖ قَوْماً لُّدًّا (۱۹:۹۷) سوائے محمدؐ ہم نے تیری زبان میں قرآن آسان کیا ہے تا کہ تو متقیوں کو بشارت دے اور جھگڑالو قوم کو ڈرائے. ایک دوسری آیت میں ہے فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکَ ذَالِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْم فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْن فَارْتَقِبْ اِنَّھُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ (۴۴:۵۹) یعنی تیرے رب کی طرف سے فضل ہے یہی بڑی کامیابی ہے سو ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں پس انتظار کر کہ وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں اوّل الذّکر آیت میں حضورؐ کا انذار ایک دوسری قوم پر ہونے کی بشارت ہے اور وہ قوم لُدُ ہے جو دین اسلام میں فتنہ وفساد اور جھگڑے پیدا کرے گی چونکہ لُدُ کے معنی جھگڑا ہیں اسلئے یہ عیسائی قوم ہے اور باب لُدّ لندن میں ہونا ثابت ہے۔

بتاؤں میں کیا ان کی شانِ مبارکؐ — یہ کُل انبیاء کی ہیں جانِ مُبارکؐ
لسانِ[1] خُدا ہے لسانِ مبارکؐ — مکانِ خُدا ہے مکانِ مُبارکؐ
وہ نکلے بدیعُ السَّماوات ہوکر
چڑھے وہ رفیعُ السماوات ہوکر (۲۰)

لباسِ نبوت میں ہیں رویتُ اللہ — مقاماتِ اعلیٰ میں ہیں عظمتُ اللہ
ہیں صورت میں واللہ یہ صورتُ اللہ — کہ ہے رنگ اس ذات کا صبغتُ اللہ
شفیعُ الاُمم ہیں سِراجُ الظُّلم ہیں
جو تھے ظلم وعصیاں وہ سب کالعدم ہیں (۲۱)

مقامِ احد میں ہیں یہ قدرتُ اللہ — ہیں الفقرُ فخریؐ[2] کے یہ حکمتُ اللہ
بہر حال فطرت میں ہیں فطرتُ اللہ — بہر شان رحمت میں ہیں رحمتُ اللہ
یہ خود عود کر آئے موعود[3] ہو کر
شہادت میں خود اپنی مشہود ہو کر (۲۲)

[۲] حدیث اَلْفَقْرُ فَقْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ یعنی فقیری پر مجھے فخر ہے اور فقیری مجھ ہی سے نکلی ہے۔

[۳] قرآن کریم میں ہے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاھِدٍ وَّمَشْھُوْدٍ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْد اِذْھُمْ عَلَیْھَا قُعُوْدٌ وَّھُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُھُوْدٌ (۸۵:۱) جس چیز کی ابتدا ہو اس کا اعادہ بھی لازمی ہے. اسی میں اس کی حیات ہے ورنہ موت لابدی امر ہے اسلام اپنے دور کو ہمیشہ لوٹاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیاتُ النبی ہیں اس لئے کہ آپؐ کا بار بار اعادہ ہوتا ہے. جب بھی اعادہ ہو وہ یوم موعود ہے وہی بعثت مشہود کہلاتی اور قُراٰنَ الفجر ہوتی ہے وہاں دَجّالی طاقت والے خندقوں میں لڑائیاں لڑتے ہیں. ان کی جگہ آگ ہے کہ جس سے وہ اپنی موت کا خود سامان کرتے ہیں مومنوں کو تکلیف دیتے ہیں محض اسلئے کہ وہ اللہ غالب تعریف کئے گئے پر ایمان لاتے ہیں وَمَا نَقَمُوا مِنھُمْ اِلَّا اَنْ یومِنُوا بِاللّٰہِ العَزِیْزِ الحَمِیْدُ (واقعہ)۔

مزاج اپنا ہمشکل تسنیم[۱] رکھ کر جو ہے عظمتُ اللہ وہ تعظیم رکھ کر
نبیوں کی سینہ میں تکریم رکھ کر اور ان سب کا افہام و تفہیم رکھ کر
پلایا صحابہؓ کو اِک جام ایسا
تمام انبیاء کو ہوا رشک پیدا (۲۳)

وہ آئے ہیں یکتائے ذُوالشان بنکر وہ قُرآں سکھانے کو رحمٰن[۲] بنکر
وہ حقُّ الیقینی کا ایقان بنکر وہ معراجِ اُمت کے سبحان[۳] بنکر
وہ اِک حق و باطل کا فُرقان لائے
وہ اِک گنجِ مخفی کا قرآن لائے (۲۴)

تمام انبیاء کے وہ ایمان لائے فنِ جارِحانہ کا اعلان لائے
وہ پوشیدہ سینے میں قرآن لائے کُل اقوامِ عالم کا تبیان لائے
یہ محبوبِ حق انبیاء سے ہوئے ہیں
وہ گمنام سارے یہ سب کی بقاء ہیں (۲۵)

۱ قرآن کریم میں ایک پیالہ کا تذکرہ ہے جسکا نام مَخْتُوْم ہے اوراس پیالہ میں شرابِ رحیق بھری ہوئی ہے. اس کو پینے والے مُتَنَافِسُوْنَ کہلاتے ہیں. اس پیالے کا مزاج تسنیم ہے اس کی مُہر مشک کی ہونا بتلایا گیا ہے. وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرّب فیض پاتے ہیں. اِنہی کو ابرار بھی کہا گیا ہے. ان کا مقام عَلٰی عِلِّیّین بتلایا گیا ہے. وہ موعود ہستیاں ہیں جنکو کتٰبِ مرقوم کا مقام عطا ہوا ہے. ان کو تمام انبیاء کی نعمتوں سے سرفراز کیا گیا ہے. یہ سب کے سب مقام رفرف سے آگے عرش اعظم پر جلوہ افروز ہیں. ان کی شناخت خود ان کے چہروں سے ہوتی ہے جن پر سوا لاکھ انبیاء کے روحانی نعمتوں کی تازگی دکھائی دیتی ہے وہ آیت پاک یہ ہے کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ . کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یَّشْھَدُہُ الْمُقَرَّبُوْنَ . اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُہٗ مِسْکٌ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا الْمُقَرَّبُوْنَ. (۱۸:۸۳) ۲ علم قرآن صفت رحمٰن کے تقاضے سے حاصل ہوتا ہے. رحمٰن کے معنی بلا بدل دینے والے کے ہیں. یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی جوہر ہے. کہا گیا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ یعنی حضور اکرمؐ نے صحابہؓ کو علم قرآن سکھلایا اور وہ خدا کی صفت رحمٰن کے تقاضے سے تھا. صحابہؓ میں نئی زندگی پیدا ہوگئی گویا کہ وہ نئی مخلوق بن گئے. جب تک علم قرآن نہ ہو انسان کی خلقت نہیں ہوتی اور جب تک انسانی خلقت نہ ہو علم بیان حاصل نہیں ہوتا اور یہ سب ایک موعود وقت پر ہوتا ہے آگے اسی آیت میں اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ کہا گیا ہے یعنی شمس و قمر کی تسبیح اِس موعود وقت کو بتلاتی ہے. آپؐ خود شمس بن کر طلوع اور غروب کی دو صفات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں قمر آپ کی بعثت کی گواہی بن کر چودھویں رات میں بدر کامل کی طرح ہر تیرہ سو سال کے بعد چودھویں صدی میں آپؐ کی مدت بعثت کو ظاہر کرتا ہے. آپؐ کی بعثت کی نشان دہی میں وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ آیا ہے. وَالنَّجْمِ ابتدائے اسلام میں مسیح ناصری ہیں جو صبح کا تارہ بن کر آئے اور اعادۂ اسلام میں اس امت کے لئے مسیح محمدی کا ظہور ہے. اس کے بعد وَالشَّجَر کی صورت میں ہر دو اوقات میں مسیح کی جماعت میں اختلاف اور پھوٹ کا ہونا لازمی ہے. چنانچہ دو فریق کی صورت میں مسیح کی طاقت بٹ جاتی ہے. ایک جماعت مسیح کے دوسرے خلیفہ پُولُس کی شکل میں نکل آتی ہے دوسری جماعت یعقوب کی صورت میں نمودار ہوتی ہے یہ دونوں جماعتیں بالآخر حضور سرور عالمؐ ہی کو سجدہ کرتی ہیں. چنانچہ کہا گیا ہے وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ۔ ۳ قرآن کریم میں ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ (۱:۱۷) حضورؐ کی ذات ذاتِ سبحان کی مظہر ہے. آپؐ نے اسی صفتِ سبحان سے اپنی امت کی معراج کرائی اس معراج میں تمام انبیاء پر آپؐ کو روحانی تسخیر حاصل ہوئی۔ جس طرح ایک انسان تمام کائنات کو اپنی تسخیر میں لاتا ہے اسی طرح آپؐ نے تمام انبیاء کو اپنی تسخیر میں لایا. وہ جسمانی دائرہ تھا یہ روحانی دائرہ ہے. کل کائنات ہر انسان کی تسخیر کے لئے ہے کہا گیا ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا یعنی ایک انسان ساری کائنات پر تصرف حاصل کر کے یہ تسبیح پڑھتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اسے کائنات کی ہر شئے پر اس قدر قوت حاصل ہے کہ وہ جسطرح چاہے اس کو اپنے کام میں لاسکتا ہے. چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تمام انبیاء پر تسخیر روحانی حاصل ہوئی اور آپؐ جس طرح چاہے تمام انبیاء سے خدمتِ دین لینے کے مجاز گردانے گئے اور یہی مقام بکمال فنائیت آپؐ کی امت کو بھی حاصل ہوا. چنانچہ اسی مقام پر آ کر پیران پیرؒ نے فرمایا

دنیا چراگاہ کمین خرانِ ما ۔ عقبیٰ شکارگاہ شکارِ سگانِ ما
بشنو تو از محیؔ ایں سخنہائے بوالعجب ۔ عیسیٰؑ و خضر و یونسؑ از چاکرانِ ما

(۱) علم دو قسم کے ہیں ایک علم الابدان جو ظاہرہ ہے وہ عالم اکتسابی ہے. عَلَّمَ بِالقَلَمِ اسی کو کہا گیا ہے اور دوسرا علم علم ادیان ہے وہ باطنی ہے جو موہبت کا عالم ہے. اللہ کے فضل وکرم سے حاصل ہوتا ہے اس کو عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ کہا گیا ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ان دونوں علوم سے معمور تھی. سورہ اقراء جو سب سے پہلی وحی ہے وہ اس بات کی گواہ ہے. قرآن کریم میں وَلَا رَطۡبٌ وَلَا یَابِسٌ اِلَّا فِی کِتٰبٍ مُّبِیۡن آیا ہے۔ (۲) حدیث مَنۡ رَاٰنِیۡ فَقَدۡ رَاٰءَ الۡحَقَّ جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق کو دیکھا. حضورؐ سے سوال گیا گیا ھَلۡ رَاَئِتَ رَبَّکَ کیا آپؐ نے رب کو دیکھا. جواب ملا نُوۡرًا لِیۡ اَرٰہُ وہ نور میرے لئے ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں اور آپؐ نے فرمایا تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰہ یعنی اللہ کے اخلاق پیدا کرو. ظاہر ہے کہ اخلاق کے لئے نمونہ اور مثال کی ضرورت ہے اور ذات باریٔ تعالیٰ کے اخلاق حضورؐ کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے یعنی آپؐ نے ثابت کیا کہ میں اللہ کے اخلاق پر ہوں یعنی میرے بغیر اللہ کے اخلاق کسی کو معلوم ہی نہیں ہو سکتے. اب کوئی حضورؐ کو اللہ سے الگ کرے تو گویا آپؐ کی ذات میں شرک کر رہا ہے اور وہی مشرک بھی ہے۔ (۳) آپؐ نے اعلانِ نبوت کیا تو اس میں بنی نوعِ انسان کی پٹہ داری تھی. قرآن کریم میں قُلۡ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا اے محمدؐ تم کہدو کہ میں بنی نوعِ انسان کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں. یوں تو سلیمان علیہ السلام کیلئے بھی قرآن کریم میں یٰۤاَیُّھَا النَّاسَ کی خطابت آئی ہے لیکن اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا نہیں آیا اور یہی خصوصیت آپؐ کے دعوے میں تھی جو انبیائے ماسبق سے آپؐ کو مُمیّز کرتی ہے۔ (۴) آپؐ ذوالمِنن یعنی صاحب احسان ہوئے اور اپنا احسان آپؐ نے بنی نوع انسان پر جتلایا. حکم ہوا فَاَمَّا بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ پس تو ہماری نعمتوں کو بلا تکلّف دنیا کے سامنے ظاہر کردے آیت پاک ہے لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَ یُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡن (۳:۱۶۴) یعنی اللہ پاک نے اپنے ذوالمِنن کے ذریعہ احسان کیا کہ عرب قوم ہی میں سے ایک رسول کو منتخب کیا اور ان پر اسی کی نشانیاں بتلا کر ان کا تزکیہ نفس کیا اور انہیں علمِ قرآن سے مالا مال کیا اور دنیا پر بذریعہ فقیری حکومت واقتدار حاصل کرنے کے گُر سکھلائے یہ ایک ایسی قوم پر اُس کی عنایت تھی جو ساری دنیا میں سب سے زیادہ گمراہ سمجھی جاتی تھی۔ (۵) عقلِ کُل کا مقام تمام انبیاء میں آپؐ ہی کو حاصل ہوا عقول عشرہ اس کی گواہی ہیں یعنی جو انسان اپنی عقل کے دس زِینوں کو کہ جس سے وہ اپنی تمام تر طاقت کو دنیا کیلئے استعمال کرتا ہے اللہ کے لئے استعمال کرے تو وہ عقلِ کُل کا مالک بن جاتا ہے وہاں اُس کی ہر خطا فتح سے بدل جاتی ہے ایسے وقت میں اُسکے مُتّبعین بلا کھٹکے اپنی جانیں قربان کردیتے ہیں وہ منازل یہ ہیں کہ جن پر کامل انسان حاوی ہوجاتا ہے قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَاَبۡنَآؤُکُمۡ وَاِخۡوَانُکُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ وَعَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُ نِ اقۡتَرَفۡتُمُوۡھَا وَتِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَھَآ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَ جِھَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ. (۹:۲۴) پہلی منزل میں دین کی راہ میں آڑ آنے والے آباواجداد کی قربانی دوسری اپنی چہیتی اولاد کی قربانی تیسرے اپنے بھائی بندوں کی قربانی چوتھے اپنی بیویوں کی قربانی پانچویں اپنے قرابت داروں کی قربانی چھٹے کمائی ہوئی دولت کی قربانی ساتویں تجارت کے گھاٹے کی قربانی آٹھویں اپنی قرارگاہیں کہ جن پر انسان سکونت کرتا ہے ان سب کی قربانی. ان آٹھ قربانیوں سے آگے نکل کر اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کو ان سب پر ترجیح دیتا ہے تو اس وقت اللہ اُس کے رسول کی محبت ہر آنے والے انقلاب سے اس کو بچالیتی ہے کیونکہ وہ عقلِ کُل کا حامل ہوتا ہے. ایسے ہی وجود کو نفسِ کُل بھی کہا گیا ہے اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَیۡھَا حَافِظٌ اللہ پاک نے اسی عقلِ کُل و نفسِ کل کو اپنا نفس قرار دیا ہے وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفۡسَہٗ اسی نفسِ کل حضور سرورِ عالم کو دائمی حیات بخشی گئی ہے......

نہاں دل میں وہ عِلمُ الابدان[1] لائے اُلُوالفَرمئی دل کا ایقان لائے
وہ سینے میں اِک شرحُ لادیان لائے وہ آئے تو ساتھ اپنے قرآن لائے
ہیں وہ من رَآءِ نی[2] کے فرمان والے
اشاروں میں قرآں کے سمجھانے والے (۲۶)

بنی نوعِ انساں کے سلطان[3] آئے نظامُ العمل یعنی قُرآن لائے
لقب حق تعالیٰ سے منّان پائے زمیں پر نہ تھے جنکے ذی شان سائے
تمام انبیاء کے یہی مقتدیٰ ہیں
یہی اُنکے رہبر یہی پیشوا ہیں (۲۷)

ہر انساں کے دل میں ایماں بسائے بحکمِ خدا ظُلم و عِصیاں مٹائے
لسانِ خُدا اِنکے عرفاں سکھائے ہوئے ذُوالمِنن اور احساں[4] جتائے
بفضلِ خُدا عقلِ کُل[5] بن کے آئے
براہِ ھُدیٰ عقلِ کُل بن کے آئے (۲۸)

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَاالذِّکۡرَ وَاِنَّالَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ. ماسوااِسکے ہرنفس کوموت ہے کُلُّ نَفۡسٍ ذَائِقَۃُ الۡمَوۡت پس یہی حقیقت نفسِ کل وعقلِ کل کی ہے۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ۱ وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ وَھٰذَاالۡبَلَدِالۡاَمِیۡنِ. وَالتِّیۡن موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ہے جسکوانجیر کے درخت سے تمثیل دی گئی ہے. انجیر کی لکڑی بودی ہوتی ہے. اس میں سے کیڑے نکلتے ہیں. چھ ماہ کے بعد اِس درخت کوپھل آتا ہے. اِس کی لکڑی کے اندر خول ہوتا ہے جوپھسپھسا ہوتا ہے یہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ناقص ہونے پر دلالت ہے. طور سینا پر آپ کو وحی نازل ہوئی اللہ کے جلال کی تاب نہ لاکر وہ جل کر خاکستر ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے بالآخر دیداررب بھی نہیں ہوا جَعَلَہٗ دَکًّا خَرَّمُوۡسٰی صَعِقًا صاف طور پر آیا ہے. انجیر کوآگ میں ڈالدو جلتا نہیں چونکہ یہ آگ کا ضد ہے. اورزیتون کوحضور سرور عالم صلعم کی نبوت سے تعبیر کیا گیا ہے. آپ کی نبوت خَیۡرِ غَیۡرِ مُنۡقَطَعۡ ہے. اَجۡرُ غَیۡرَ مَمۡنُوۡن ہے زیتون کا درخت مبارک ہے یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَلَا غَرۡبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیۡتُھَا یُضِیۡءُ وَلَوۡلَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡر (۳۵:۲۴) ہے. زیتون کے درخت میں آگ ہے خود بخود روشن ہے. اس درخت کو۴۰ سال کے بعد پھل آتا ہے اور یہی زمانہ رُشد وہدایت کا ہوتا ہے. یہ اکمل نبوت کی طرف اشارہ ہے. اس کا پھل دوسرونکے کام آتا ہے. پھلوں میں سب سے اچھا پھل ہوتا ہے. اس میں خول نہیں ہوتا. اس کو کیڑ نہیں لگتی. انجیر کا درخت غیر روشن اور زیتون کا درخت روشن ہے. اوّل الذکر طور سینا بن کر جل گیا اور آخر الذکر بلد امین کی صورت میں ہمیشہ مامون ومحفوظ رہا اور سرسبز وشاداب ہوا. اس طرح اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں بیّن امتیاز پیش کیا ہے. وہاں موسیٰؑ کوکوہ طور پر فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ یعنی جوتیاں اُتار دینے کا حکم ہوا. یہاں حضورؐ کا ایک ادنیٰ غلام حبشی بِلالؓ عرش پر کھڑاویں پہن کر چل رہا ہے. موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرنے والے بالآخر اَسۡفَلُ السَّافِلِیۡنَ کے مقام پر رہے اور حضورؐ کی اتباع کرنے والے اَحۡکَمُ الۡحَاکِمِیۡنَ کا کمال اپنے اندر دکھلا گئے۔ ۲ یہ حضورؐ کی قید کی وہ حالت ہے جہاں آپؐ تین سال مقید تھے. اس درّہ کا نام شعبہ ابی طالب تھا جہاں حضورؐ سے کفار مکہ نے ہر قسم کا بائکاٹ کیا تھا اور شہر کے چوک میں ایک کاغذ آویزاں کردیا تھا جس پر تحریر تھی کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کوکسی قسم کی مدد نہ کی جائے اور جو مدد کریگا وہ ہماری جماعت سے نہ ہوگا. اللہ نے اپنا یہاں وہ کام کیا کہ تین سال کے بعد حضورؐ کواس سے رہائی ہوئی اور کاغذ کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ جراثیم نے اس کاغذ کے تمام الفاظ کوکھا کر صرف لفظ محمدؐ کو چھوڑ دیا ہے. اس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام وکام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہینگے. اِسی لئے آپؐ کومسجون کہا جاتا ہے یعنی آپؐ اس قید سے کامیاب ہوکر نکلے۔ ۳ حضورؐ کے مزاج عالیہ کے دو مقامات ہیں ایک کافور دوسرا زنجبیل ہے. کافوری مزاج ابتدائی بعثت ہے جو عرب میں ہوئی. کافور کی خاصیت زہر کو دبانے کی ہے. یہ دراصل کفر کی تمام قوتوں پر غالب آنیکی طرف اشارہ ہے جہاں تاسیس اسلام ہے. اسلام کے ایک ہزار چارسو اوامر ونواہی روشن ہوجاتے ہیں. اس کافور کوایک چشمہ سے تمثیل دی گئی ہے. مومن اس چشمہ سے عرفان کی نہریں بہا نکالتے ہیں کہا گیا ہے اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ کَاۡسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوۡرًا. عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِھَا عِبَادُاللّٰہِ یُفَجِّرُوۡنَھَا تَفۡجِیۡرًا. (۷۶:۶) یعنی صاحب ابرار ایک پیالہ سے پیتے ہیں جس کی ملونی کافور ہے گویا یہ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پیتے ہیں اور وہ اسے پھاڑ کر بہا نکالتے ہیں یعنی حضورؐ کے مزاج کی یہ اعلیٰ کیفیات صحابہؓ میں بدرجہ اتم ظاہر ہوجاتی ہیں یہاں تک کہ مشرق ومغرب میں اس چشمہ کی عرفانی نہریں بہتی ہوئی نظر آئینگی چنانچہ قبر میں میّت کے اعضاء کے جوڑوں میں کافور رکھا جاتا ہے یہ اسی مزاج عالیہ کی یادگار ہے. اس سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ دنیاوی جراثیم جو روحانیت پر کبھی اثر انداز ہوتے تھے اب حضورؐ کی بعثت پر وہ اپنا اثر نہیں دکھا سکتے ایک مسلمان کواسکی قبر میں بھی حضورؐ کے مزاجِ عالیہ یعنی کافوری خاصیت کی حجّت ہوتی ہے. گویا ایک مسلمان کا حقیقی کام کفر کی طاقتوں کو دبا کر......

تھے والتیںؔ[۱] موسیٰؑ یہ زیتون آئے عجب سِرِّ مخفی کے مکنون آئے
لئے امنِ کونین مامون آئے درِشعبِ طالبؔ[۲] سے مسجون آئے
وہ معراجِ اسریٰ کے اسرار لائے
وہ دنیا و عُقبیٰ کے اسرار لائے (۲۹)

جراثیم کُش بن کے کافورؔ[۳] آئے اعادے میں نورٌ علیٰ نور آئے
وہ خود ہوکے عرفاں سے معمور آئے بہرحال ہر جا سے منصور آئے
سلَف کے صحائف میں مذکور ہوکر
رہے سارے عالم میں مشہور ہوکر (۳۰)

سحر بن کے قرآں کے مشہود آئے قیامت کی بعثت میں محمود آئے
اعادے میں اپنے وہ موعود آئے غرض دورِ آخر کے مقصود آئے
وہ بالفعل تصویرِ قُرآن کی ہیں
وہ بِالقول تفسیر قرآن کی ہیں (۳۱)

اسلام کو روشن کرنا ہے یعنی اُس کی زندگی اور موت اسی ایک کام کیلئے ہے۔ پس ایسے ہی وجود عباداللہ کہلاتے ہیں انکا کام کفر کو مٹا کر اسلام کی فجر کرنا ہے یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیرًا میں یہی حقیقت پوشیدہ ہے۔ (صفحہ ھذا کا حاشیہ) (۱) آیت پاک اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اس آیت میں خطابت امت مسلمہ سے ہے گویا کہ اس امت کا مقام انبیائے ماسبق سے ممتاز بتلایا جارہا ہے۔ یعنی جو چیزیں اس امت کو دی گئی ہیں اُن میں سے ایک بھی کسی ایک نبی کو بھی نہیں دیئے گئے پہلا دین اکمل دوسری اتمام نعمت تیسرا یہ کہ دین اسلام کو دیکر اللہ کی رضامندی۔ تمام انبیاء کے دین مختص بالقوم تھے۔ ان کی نعمتیں محدود تھیں اور انہیں مقام رضا نصیب نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انبیائے ماسبق نے اس امت میں پیدا ہونے کی تمنّا کی۔ جبکہ اس امت کا مقام اس قدر بلند ہے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا کچھ نہ ہوگا۔ (۲) قرآن کریم میں ایک مسلم کو سورہ فاتحہ میں دعا سکھلائی گئی ہے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ یعنی ہمیں وہ راستہ دکھلا کہ جن پر تیرا انعام ہوا تھا۔ یہاں ایک نکتہ یہ ہے کہ ایک امتی دن میں پانچ مرتبہ نماز میں دعا کرتا ہے انفرادی طور پر ہر مسلمان پچھلے تمام انبیاء کی نعمتوں کا تنہا خواہشمند ہے چونکہ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں جمع کی ضمیر غائب ہے اَنْعَمْتَ عَلٰی مُوْسٰی یا اَنْعَمْتَ عَلٰی عِیْسٰی وغیرہ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا

رضیتُ[1] لکُم دینِ اسلام لائے نبیوں[2] کے انعام و اکرام لائے
عجب جامعیت[3] کے احکام لائے شرابًا طهورا[4] سے پُرجام لائے
نُجومِ نبوت[5] میں نور آپؐ سے ہے
بُطون آپؐ سے[6] ہے ظہور آپؐ سے ہے (۳۲)

وہ موعود لے کر شش[7] ایام آئے بصد شان و اقبال و اکرام[8] آئے
لئے ساتھ احکامِ اسلام آئے کہ عرفانِ حق بنکے علّام[9] آئے
تمام انبیاء کے یہ شمسُ الھُدیٰ ہیں
مُبارک ہو دنیا یہ عیدُ[10] الضحیٰ ہیں (۳۳)

لئے ساتھ جنت کی مِفتاح[11] آئے وہ مشکوٰۃِ نوری کے مصباح[12] آئے
وہ اللہ کے سچے مدّاح آئے نئی روح لیکر بوالارواح[13] آئے
گہے بِالقلم عِلمُ الابدان[14] لائے
گہے بِاللّسان عِلمُ الادیان لائے (۳۴)

ہے کہ ہر مسلم کا قلب سوا لاکھ انبیاء کا جائے صدور ہے۔ (۳) اللہ پاک نے قرآن کریم میں جامعیت کے سات سوا صول اور سات سو نہی کے مسائل بیان کئے ہیں۔ اسلام کا ہر جز ادیان سابقہ کے جز کی جامعیت رکھتا ہے۔ اسلام کی نماز نمازوں کی جامع اسلام کا قبلہ قبلوں کا جامع اسلام کی کتاب کتابوں کی جامع اسلام کے نبی نبیوں کے جامع اسلام کی اذاں بھی جامع، دین تمام ادیان کا جامع۔ اس طرح حضور اکرمؐ کی معراج تمام انبیاء کے معراجوں کی جامع ہے بہرصورت اسلام کی ہر چیز جامع ہے۔ (۴) آیت پاک وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا اور اُن کا رب انھیں پاک کرنے والی چیز پلائیگا یہ شراب طہور ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے کہ جس پر چل کر صحابہؓ بھی پاک ہوئے اور پاکی کی قوت نشہ میں ساری دنیا کی غلاظت دور کرڈالی۔ وہ خود پاک ہوئے اور انھوں نے دوسروں کو بھی پاک کیا۔ (۵) حضورؐ کی نبوت میں نجوم ہیں اور آپؐ شمس ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ میرے صحابہ آسمان کے تاروں کے مماثل ہیں۔ (۶) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو مستقل صفات غیب وشہادت ہیں۔ آپؐ اول ہیں تو آخر میں بھی آپؐ ہی ہیں۔ آپؐ ظاہر ہیں تو باطن میں بھی آپؐ ہی ہیں چونکہ آپؐ مَثَلُ الْاَعْلٰی کی شان رکھتے ہیں کہا گیا ہے وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (۳۰:۲۷)۔ (۷) شش ایام دراصل ستّۃ ایام کا مترادف ہے یعنی اللہ پاک نے زمین آسمان کی خلقت کو چھ دن میں تکمیل کو پہنچایا۔ ساتویں حالت استوائے عرش کی تھی۔ اس طرح حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے دین اسلام کے عروج کیلئے چھ مرحلے طے کئے۔ پہلا وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ دوسرا وَالْجُوْعِ تیسرا وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ چوتھا وَالْاَنْفُسِ پانچواں وَالثَّمَرَاتِ چھٹا وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ساتویں حالت وَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ کی ہے یہ وہ منازل ہیں جن سے ایک جماعت کی روحانی تخلیق کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ پہلا خوف میں گھر جانا دوسرا بھوک کا سہنا تیسرا مالوں کا نقصان چوتھا جانوں کا ضائع جانا پانچواں نتائج سے بے خبری چھٹا صبر کی آخری منزل میں بھی ہاتھ پیر نہ مارنا یہ سب ہو چکنے کے بعد ساتویں منزل درود وسلام کے حقدار کہلانا ہے۔ (۸) آیت پاک کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (۵۵:۲۶) اس آیت میں حضورؐ کے تمام دشمن فنا کے گھاٹ اتار دیئے جانیکی کیفیت ہے چونکہ لفظ مَنْ ذی روح پر بولا جاتا ہے۔ چنانچہ آپؐ کے تمام دشمن فنا ہوگئے۔ آپؐ اور آپکی وجہ یعنی تصویر ذات باقی ہے اسلئے کہ آپؐ

ذوالجلال والا کرام ہیں۔ (۹) آیتِ پاک قُلْ اِنَّ رَبِّی یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِءُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ (۳۴:۴۸)
حضورؐ کی ذات عَلَّامُ الْغُیُوْب ہے یعنی آپؐ نے فرمایا ہے عُلِّمْتُ عِلْمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مجھے اولین اور اخرین کی دونوں جماعتوں کا علم دیا گیا ہے. بداء
اسلام میں خود صحابہؓ اولین کہلائے آخرین وہ جو فیج اعوج کے بعد والا گروہ ہے جو لَمَّا یَلْحَقُوا بِھِمْ کی بعدت اپنے ساتھ رکھتا ہے. آپ ان دونوں کا عرفان اپنے
ساتھ رکھتے ہیں اسی وجہ سے آیت پاک میں آپؐ کو جاء الحق کہا گیا ہے اور حق وہ ہے جسکی بداء اور اعادہ پر شیطان احاطہ نہ کرسکے مَا یُبْدِءُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ صاف
طور پر آیا ہے. قرنِ اوّل بداء اسلام ہے قرن آخر اعادۂ اسلام ہے. آپؐ سردار اولین والاخرین ہیں۔ (۱۰) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی مسلمانوں کیلئے عید
الضحیٰ ہے مضاف مضاف الیہ کی ترکیب میں اس کے معنی ضحیٰ کی عید ہوتے ہیں. ضحیٰ آفتاب کا دو ساعت چڑھ جانا ہے اور عید کے معنی وہ چیز جو بار بار لوٹ کر آئے. چونکہ
اس کا مادّہ عَود ہے اسی سے اعادہ ہے. ہندوستان میں جب آفتاب دو ساعت چڑھ جاتا ہے تو عرب میں طلوع ہوتا ہے. اللہ پاک نے ضحیٰ کی قسم کھائی ہے. یوں تو
سورج ۱۲ گھنٹہ اپنی روشنی دکھلاتا ہے لیکن اللہ پاک کا ضحیٰ کے وقت کی قسم کھانا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ موعودہ ساعت ہے جو مسلمانوں میں بار بار لوٹ کر آئیگی قسم
میں وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا آیا ہے شمس کی قسم یعنی طلوع آفتاب کی قسم اور اسی شمس کے ضحیٰ (دو ساعت دن چڑھے) کی قسم جغرافیہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جب
عربستان میں آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ہندوستان پر آفتاب دو ساعت چڑھا رہتا ہے. گویا کہ اللہ پاک نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثوں کی قسم کھائی ہے.
ایک بعثت اولیٰ دوسری بعثت ثانی کی گواہی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے ہند سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے. حضورؐ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں عرب میں نہیں ہوں عرب مجھ
میں ہے. ہند مجھ میں نہیں ہے میں ہند میں ہوں. اس طرح آپؐ نے اسلام کے دوبارہ عروج کو ہندوستان کی زمین سے مخصوص کیا ہے جہاں عرب کے ریگستان کے
مانند سخت کفرستان ہے. وہاں ۳۶۰ بت تھے یہاں ۳۳ کروڑ خداؤں کو ماننے والی اقوام ہیں مسلمانوں میں عید الضحیٰ جو بار بار لوٹ کر ہر سال آتی ہے یہ دراصل یادگار
ہے اپنے پروردگار کی پس یہ عید الضحیٰ جو مسلمانوں کو ہر سال خوشی کا مژدہ سناتی ہے صرف اسلئے ہے کہ حضور سرورِ عالم صلعم دوبارہ بہ لباس دیگر ہندوستان کی سرزمین میں
جلوہ افروز ہونے والے ہیں جسکو بُروز محمد کہتے ہیں وہ وجود مولانا صدیق دیندار کا ہے جنہوں نے ڈنکے کی چوٹ سے کفار ہند میں اسلام کی حجّت پیش کی اور حضور
سرورِ عالم صلعم کے نام کو پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا حضورؐ صاف فرماتے ہیں کہ مجھ تک پہنچنے کیلئے سیرت صدیقی ہی کی ایک کھڑکی کھلی ہے اسی لئے بعثت
ثانی میں آپ نے صدیق نام پایا۔ (۱۱) مِفْتَاح اسم آلہ ہے یعنی کسی چیز کو کھولنے کا آلہ جسکو کنجی کہا جاتا ہے. وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بابرکت ہے
آپؐ کے بغیر کوئی آٹھوں جنّت کی سیر کرہی نہیں سکتا۔ (۱۲) اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ
(۲۴:۳۴) اللہ پاک زمین آسمان کا نور ہے اور آپؐ عالم امثال میں اس نور کا طاق ہیں یہ وجود مبارک ہے. آپؐ کے قلب میں وحی روشن ہے جو مصباح کا رنگ لئے
ہوئے ہے. مصباح بھی اسم آلہ ہے یعنی جہاں سے صبح نمودار ہوتی ہے وہ گویا کہ طاق میں ایک چراغ روشن ہے پھر وہ مصباح بوجہ فنائیت اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَہ ہے یعنی
پاک شیشہ میں سما گیا تا کہ چراغ کی روشنی کو یہ باعث لطافت باہر پھینک دے اور ماحول کو منور کردے وہ وجود باسعادت حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے جو زجاجہ کی شان اپنے
اندر رکھتا ہے جن سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہوتی ہے یعنی آپؐ کا قلب اس قدر صاف ہے کہ چراغ یعنی وحی الٰہی کی روشنی پوری کی پوری آپؓ سے
چمک رہی ہے یہ مقام حضرت صدیق اکبرؓ کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں ہوا اس وجہ سے کہ وہ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ کی شان والے ہیں گویا کہ زجاجہ چمکدار ستارہ
کے مانند ہے. حضور سرورِ عالمؐ نے مولانا صدیق دیندار کے لئے کَانَ وَجْھَہٗ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ فرمایا ہے یعنی اس کا چہرہ چمکدار ستارہ کے مانند ہوگا گویا وہاں صدیق اکبرؓ تھے تو
بعثت ثانی میں بھی صدیق کوکبٌ دُرِّیٌّ ہی ہیں۔ (۱۳) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوالارواح ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ روح اعظم ہیں۔
(۱۴) علم الابدان سے مراد ظاہرہ علوم اور علم الادیان سے مراد باطنی علوم. حضورؐ کی ذات کی تخصیص میں عَلَّمَ بِالْقَلَمِ وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ آیا ہے. عَلَّمَ
بِالْقَلَمِ بھی حضورؐ کو حاصل تھا. اس کی گواہی میں آپؐ نے یہودیوں سے کہا تھا فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰۃِ فَاتْلُوْھَا اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ لاؤ تورات اور پڑھو کہ میں اُس میں
موجود ہوں. قرآن کریم سے بڑھ کر اور کوئی شہادت نہیں ہوسکتی. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ وہ جو علم لدُنّی ہے وہ بھی آپؐ کو حاصل تھا۔

١ تمام انبیاء آپؐ کی خدمت کیلئے آئے تھے قرآن کریم میں اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ. اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْھَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی. (۱۴:۲۰) اے موسیٰؑ تم میرے ذکر (محمد مصطفٰےؐ) کے لئے نماز قائم کرو.وہ گھڑی موعود ہے ضرور آنے والی ہے.میں اسے اسوقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں وہاں ہر نفس کو اس کے مطابق بدلہ دیا جائے گا جو وہ کوشش کرتا ہے.اس طرح اللہ پاک نے تمام انبیاء کو آپؐ کا خادم بنا کر بھیجا اور آپؐ کو سب کا مخدوم بنایا۔

٢ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یَّشْھَدُہُ الْمُقَرَّبُوْنَ حضورؐ کی ذات کتاب مرقوم ہے یعنی آپؐ کے سرتا پا نشانات صحائف آسمانی میں لکھے ہوئے تھے اُن کو صحابہؓ نے مقرب بن کر پالیا خود صحابہؓ نے اپنے عمل سے اس کی شہادت دی اور انھیں بھی اپنا عمل مکتوب و مرقوم دکھائی دیا.پس یہ مقام علّیین پر پہونچے حضورؐ ہر قوم کے منتظر موعود تھے اسی طرح صحابہؓ بھی موعود دکھائی دیئے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی پیشگوئی بیت المقدس کے فتح ہونے کا راز بنی ہوئی تھی جو تاریخ اسلام سے ظاہر ہے۔

٣ آیت پاک یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ. خِتٰمُہٗ مِسْکٌ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ. وَ مِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ. عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا الْمُقَرَّبُوْنَ. (۲۵:۸۳) ترجمہ ایک خالص چیز پینے کی پلائی جائیگی جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی اور وہ مہر مُشک ہے.چاہئیے کہ رغبت کرنے والے رغبت کریں اس کی ملاوٹ اس پانی سے ہے جو بلندیوں سے بہتا ہے.یعنی وہ ایک پاک چشمہ ہے جس سے مقرب پیتے ہیں.دراصل رحیق وہ شراب ہے جس میں غش نہیں اور اُسکی صفت مختوم ہے اور یہ اُسکے محفوظ رکھنے کے لئے مستعمل ہے.ازل ہی سے اس کی حفاظت کیگئی ہے یہ شراب معرفت رب العالمین کے مظہر رحمتہ للعٰلمین کا کامل عرفان ہے آپؐ کا قلب لوحِ محفوظ ہے. یہاں اِس شراب کی حفاظت کی گئی ہے.اس پر مہر مُشک کی ہے یعنی وہ خود بھی معطّر ہے اور دوسروں کو بھی معطّر کرتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عطر کے کارخانوں میں مکھی نہیں آیا کرتی یعنی آپؐ سے وہی پیوست ہونگے جن میں دنیا کی ملونی نہ ہو.دنیا کی غلاظت سے دماغ پاک وصاف ہو وہی آپؐ کا ہمرنگ ہوسکتا ہے.اس کا مزاج تسنیم ہے.سنام اونٹ کے کوہان کو کہتے ہیں اور ہر چیز کا سنام اُس کا سب سے اونچا حصہ ہوتا ہے یہ وہ شراب معرفت ہے جو چوباروں اور محلات کے اوپر سے بہتی ہے.یعنی یہ شراب اس بلندی سے بہتی ہے کہ سوا لاکھ انبیاء میں سے کوئی بھی اُس بلندی پر نہیں پہنچا.یہ حضور سرور عالم صلعم کے مزاج عالیہ کا کمال بتلایا گیا ہے پینے والوں کو مُتنافِسون کہا گیا ہے جو بڑی رغبت سے پیتے ہیں اور قید لگائی کہ اسے مقرب ہی پیتے ہیں.یہ صحابہؓ کا وہ گروہ تھا جنہیں حضورؐ سے تقرب حاصل تھا.اسی شراب کا نشہ تھا کہ صحابہؓ کو دنیا کی کوئی چیز پیاری نظر نہیں آتی تھی انھوں نے دنیا و مافیھا سے منہ موڑ لیا تھا۔

نبیوں رسولوں کے مخدوم[1] ہو کر گذشتہ صحائف میں مرقوم[2] ہو کر
خطا سے مبرّا و معصوم ہو کر شرابِ[3] رحیقی کے مختوم ہو کر
وہ آئے ہیں نورٌ علیٰ نور ہوکر
وہ آئے ہیں صد جلوۂ طور ہوکر (۳۵)

دیا جس نے اُمت کو اپنی سہارا کئے اس نے ظلم وستم سب گوارا
اُس آقا نے خُدّام کو جب سنوارا دکھایا اُنھیں عرش کا ہر نظارا
مُزمّل کی کمبل میں سب کو لپیٹ کر
مُدثّر کی چادر میں سب کو سمٹ کر (۳۶)

سبق دے دیا سب کو انسانیت کا ہدایت کا وحدت کا روحانیت کا
اُتروا دیا جامہ حیوانیت کا لباس اُن کو پہنایا نورانیت کا
حقیقت سے مملو ہیں احوال اس کے
بِنائے شریعت ہیں اعمال اس کے (۳۷)

نبیوں کے مصدر[1] نُذر بن کے آئے   وہ کفُّ مُنقّشُ[2] میں عُقبیٰ دکھائے
بتا نا تھا مہرِ نبوت بتا ئے   حقیقت میں انساں کو انساں بنائے
نکل آئے بروقت یومُ التّغا[3] بُن
ہوا ساری دنیا کا جن سے توازُن   (۳۸)

نئی شان سے خرقِ عادات لائے   زمیں آسماں کے نشانات لائے
وہ تبلیغ و ہجرت و غزوات لائے   نبیوں کے اپنے میں جذبات لائے
وہ بعثت میں خود حاشِرُ[4] النّاس ٹھیرے
غلام اُنکے شہدآءِ علیٰ النّاس ٹھیرے   (۳۹)

نبیوں میں بوالانبیاء بن کے آئے   صحابہؓ کو ہمرنگ اپنا بنائے
قیامت کے دن جو قیامت اُٹھائے   وہی سدرۃُ المنتھیٰ بن کے چھائے
لقب پائے وہ اَحکمُ الحاکمیں کا
یہ ہے مرتبہ سیّدالمُرسلیں کا   (۴۰)

سمٰوات کے ربِّ شِعریٰ[5] ہیں آئے   قیامت بھی ہمراہ کُبریٰ[6] ہیں لائے
جو اُمت کو معراجِ اسریٰ دیکھائے   وہی قرنِ اُولیٰ و اُخریٰ بھی پائے
قیامت ہے ان کی نبّاءِ[7] عظیمی
منور ہے ان کا قبآءِ عظیمی   (۴۱)

جو بیٹھے تھے دربار میں صف جمائے   مراتب وہ سارے رسولوں کے پائے
جو جلوے دیکھانے تھے وہ سب دیکھائے   رُموزِ صحائف بھی ان کو بتائے
وہ جسدم بڑھے بنکے وَالصّبحِ اَسفر[8]
گیا کفر جیسے کہ وَالّیلِ اَدبر   (۴۲)

خدا نے رکھا پُشت پر ہاتھ اِن کی   خُدا نے کہا ان کو عاقب و ماحی[9]
نبوت انھی کی ولایت میں آئی   ولایت کا ان سے ہوا فیض جاری
ملا جامعیّت کا اُمت کو رُتبہ
ملا کاملیّت کا اُمت کو رُتبہ   (۴۳)

(۱) قرآن کریم میں حضور سرورِ عالم صلعم کو ھٰذا نَذِیرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُولٰی کہا گیا ہے. یعنی یہ نذیر پہلے نذیروں کا نذر (مصدر) ہے. آپؐ کو تمام انبیاء کا مصدر قرار دیا ہے اس لئے کہ تمام انبیاء آپؐ ہی سے نکلے. وہ آپؐ ہی سے مشتق تھے. آپؐ کا قلب جائے صدور ہے۔

(۲) کَفُّ مُنَقَّشُ یعنی نقش والی ہتیلی جسمیں دو جہاں کا نقش تھا. جس نے آپؐ کے ہاتھ پر خلوص سے ہاتھ رکھا وہ دونوں جہاں کا مالک بن گیا۔

(۳) آیت پاک یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذَالِکَ یَوْمُ التَّغَابُنْ (۶۴:۹) یہ پیش گوئی آخر زمانے کے لئے ہے یہ یوم جمعہ میں بعثت ثانی کی گواہی ہے. جہاں ساری دنیا ایک مرکزیت کی تلاش میں رہے گی اور آپس میں اس دھن میں ایکدوسرے کو ہڑپ کرتے جائینگے وہ کامپی ٹیشن (competition) کا دن ہے. قوم قوم کو ہضم کریگی بادشا بادشاہ کو کھا جائیگا. ایسے وقت میں حضور سرور عالم صلعم کی ذات بابرکت بہ لباس دیگر جلوہ افروز ہوگی. بالآخر تمام قوموں کا حشر آپؐ ہی کے قدموں تلے ہوگا اور کلمہ طیبہ سے ہی سب کو نجات ہوگی۔

(۴) حضور اکرم صلعم حاشر الانسان وحاشر الناس ہیں تمام انبیاء کا اور اُن کی اُمتّوں کا حشر آپؐ ہی کے کلمہ طیبہ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا جہاں آپؐ جامع الناس ہیں وہاں آپؐ کا امتی فنافی الرسول ہو کر امام الناس ہے وَتَکُونُوا شُهَدآءَ عَلَی النَّاسِ اس بات کی بین شہادت ہے آپؐ کی امت اُخْرِجَتْ لِلنَّاس بھی ہے٘ امت وسط بھی ہے٘ شھدآء عَلَی النَّاس بھی ہے۔

(۵) شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے. قرآن پاک میں آیا ہے وَاِنَّهٗ هُوَرَبُّ الشِّعْریٰ اور کہ وہی شعریٰ کا رب ہے. اللہ رب العٰلمین ہے تو آپ رحمتہ للعٰلمین ہیں اور جسطرح اللہ کی ربوبیت عام ہے اسی طرح آپؐ کی ربوبیت بھی عام ہے. رَبُّ الشِّعْریٰ آپؐ کا ہونا بتلاتا ہے کہ وہاں شعریٰ جیسے سیارے میں آبادی ہے اور آپؐ وہاں بھی ربوبیت انسانی کے مالک ہیں. وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰاتِ وَفِی الْاَرْضِ یعنی جو اللہ آسمانوں میں ہے وہی اللہ زمین پر بھی ہے. اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح زمین میں آبادی ہے اور اس کی ربوبیت جاری ہے اِسی طرح آسمانوں کے سیارے بھی.....

آبادی سے پُر ہیں اور وہاں بھی ربوبیت جاری ہے. چونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ذاتِ ربّ العٰلمین ہیں اس لئے ہر دو جگہ آپؐ کی شانِ اقدس ربوبیتِ انسانی کرتی ہے. قرآن کریم میں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں یکساں آبادی ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (١٢:٦٥) اللہ نے سات آسمانوں کی تخلیق کی اور اسی کی مانند زمین پر بھی خلقت ہوئی. ہر دو جگہ اللہ کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے مِثْلَھُنَّ میں ضمیر سات آسمانوں کی جانب ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم جس کرّۂ ارض پر رہتے ہیں وہ بھی ہمارے سورج کا ساتواں حصہ ہے چونکہ زمین کو سات آسمانوں کی مماثل بتلایا گیا ہے دونوں جگہہ نزول امر ہے اس سے ثابت ہوتا ہے حضور سرورِ عالم صلعم کا روحانی فیض جس طرح اس زمین پر ہے اسی طرح سات آسمانوں میں بھی ہے۔

٦ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج میں جو نشانات دیکھے اس میں قیامت کبریٰ بھی تھی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی (١٨:٥٣) یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں. قیامت صغریٰ میں مسیح محمدی کا ظہور ہے جسکو نفخِ اوّل کہا گیا ہے. نفخِ ثانی قیامت کبریٰ ہے جو حضورؐ کی ذات کو مخصوص کرتی ہے. اِسی کو نشاۃِ اُخریٰ کہا گیا ہے وَاَنَّ عَلَیْہِ النَّشْاَۃَ الْاُخْرٰی یعنی اِس پر دوسری بعثت لازمی قرار دی گئی ہے. جس طرح اوّل میں ہوا ہے آخر میں ہوگا فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی پہلی اور آخرت کی زندگی کا مالک وہی ہے اور یہی آپؐ کے سفر کی انتہا ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی اے محمدؐ کہ انجام تیرے رب کی طرف ہی ہے۔

٧ نَبَاءِ عظیم کے متعلق قرآن کریم میں سورہ النبا نازل ہوا ہے اسکی اہمیت سوالاکھ انبیاء میں چلی آ رہی ہے. ہر نبی اس عظیم خبر سے اپنی امت کو واقف کرتا رہا وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے. ہر نبی کی امت اپنے نبی سے پوچھتی رہی کہ وہ گھڑی کب ہے. کہا گیا عَمَّ یَتَسَآئَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِالْعَظِیْمِ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ مُخْتَلِفُوْنَ وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ عظیم خبر کا مصداق کون ہے اور وہ اس بارے میں اختلاف میں پڑ گئے ہیں. دوسری جگہ آیا ہے قُلْ ھُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ اَنْتُمْ عَنْہُ مُعْرِضُوْنَ مَا کَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِالْاَعْلٰی اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ. (٦٧:٣٨) کہہ دے اے حبیبؐ کہ عظیم الشان خبر ہے جس سے تم منہ پھیر رہے ہو مجھے اعلیٰ درجہ کے سرداروں کا کوئی علم نہیں ہے جب وہ جھگڑتے ہیں. پس یہ نباءِ عظیم ایک یومُ عظیم کی مترادف ہے کہا گیا ہے فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِن مَّشْھَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (٣٧:١٩) جنہوں نے کفر کیا انھیں ایک عظیم الشان دن کے حاضر ہونے پر افسوس ہوتا ہے. حضورؐ کی بعثت یوم عظیم کا مَشْھَد ہے یہی یوم موعود ہے جہاں شاہد و مشہود کا جلوہ ہے ملاءِ اعلیٰ کا جھگڑا حضورؐ کے غیب کی عبارت ہے اس لئے کہ حضورؐ فرماتے ہیں مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے آپؐ نے فرمایا ہے لَیْسُوْ مِنِّی وَلَسْتُ مِنْھُمْ جہاں درخت اسلام کی شاخیں نکل آتی ہیں وہاں پھل شاخوں میں بٹ جاتا ہے اسلئے جامعیت کا کمال ظاہر نہیں ہوتا. اِسی لئے حضورؐ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں ہے یعنی میں وہاں نہیں ہوں. آپ جب آتے ہیں تو نباءِ عظیم یومِ عظیم کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے آپؐ کا ظہور یوم الحق کی صفت کو بھی ظاہر کرتا ہے. آپؐ کے مخالفین کے لئے وہ یوم عظیم ہے جہاں ان کی نسل کٹ جاتی ہے عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰہِ. کافروں کے لئے وہ یومِ حیرت ہے وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ اِذْقُضِیَ الْاَمْرُ ھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ وَّ ھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (٣٩:١٩) جب آپؐ تشریف لاتے ہیں تو کافروں کا انکار ان کے لئے حسرت کا دن بن جاتا ہے. آپؐ کا انذار اس کا نتیجہ ہوتا ہے. ملاءِ اعلیٰ کی کیفیت کے متعلق حدیث ہے جس کو میں نے بند ٣٤ میں واضح کیا ہے ایک دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں بہت دیر سے آئے. پھر آپؐ نے نماز پڑھا کر فرمایا کہ میں آج رات اٹھا اور نماز پڑھی اور پھر نماز میں اونگھ آ گئی یہاں تک کہ میں جاگ اٹھا پھر میں نے اپنے رب کو احسن صورت پر دیکھا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے محمدؐ کیا تو جانتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ کس بارے میں جھگڑتے ہیں میں نے کہا نہیں تب اللہ تعالےٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا تب فرمایا اے محمدؐ کیا تو جانتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ کس بارے جھگڑتے ہیں. میں نے کہا کفاروں کے بارے میں. کہا کفارے کیا ہیں میں نے کہا جماعت کی طرف قدم اُٹھا کر جانا اور نماز کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور مشکلات کے وقت وضو کو پورا کرنا. کہا درجات کیا ہیں. میں نے کہا کھانا کھلانا اور کلام میں نرمی کرنا اور نماز پڑھنا جب لوگ سوتے ہوں. فرمایا مانگ. میں نے کہا میں تجھ سے نیکیوں کا کرنا اور منکرات کا ترک اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں اور یہ کہ تو میری حفاظت فرما اور مجھ پر رحم کر اور تو کسی قوم کو فتنہ میں ڈالے تو تو مجھے بغیر فتنہ کے وفات دے میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت سے قریب کر دے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حق ہے اسے پڑھو اور سیکھو اور یہ مشہور خواب کی حدیث ہے جو اسے جاگتے میں سمجھتا ہے وہ غلطی کرتا ہے۔

٨ وَالَّیْلِ اِذْ اَدْبَرَ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ اِنَّھَا لَاِحْدَی الْکُبَرِ (٣٧:٧٤) اس آیت میں اس رات کا تذکرہ ہے جس میں ظلمت ہی ظلمت ہے اسلام میں ہر چیز کا ردِّ عمل ہوتا ہے ہر وحدت کے بعد انتشار والی حالت ہے. یہ لیل زمانۂ فیج اعوج ہے جس میں تبلیغ اسلام کی بجائے مسلمان جزوی مسائل سے دوچار ہوئے. یہ رات بہرصورت واپس لوٹیگی اور صبح نمودار ہوگی جس تیزی سے صبح چمکے گی اسی قدر رات کی تاریکی چھٹ جائیگی. یہ حضور سرورِ عالمؐ کی انتہائی معراج ہے جو دوسرے دور کو ظاہر کرتی ہے وہاں کا نقشہ مَآ اَدْرٰکَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ عَلَیْھَا تِسْعَۃَ عَشَرَ (٣٠:٧٤) ایک ایسی دوزخ نمودار ہوگی جس کے کل ١٩ داروغے ہونگے وہ سقر لَاِحْدَی الْکُبَرِ یعنی دنیا میں ایک ہوگی جسکی مثال کسی دنیا میں نہیں ہوگی یہ حکومت واقتدار کے بل پر حضورؐ کی مخالفت کرنے والوں کی......

تعداد ہے جو قوم کو بہکاتے ہیں بالآخر وہ راہ سقر اختیار کرتے ہیں یہ اول اور آخر دونوں وقتوں میں ہوگا۔ (۹) حدیث میں آپؐ کو عاقب و ماحی کہا گیا ہے یہ دونوں نام آپؐ ہی کے ہیں عاقب وہ ہے جو سب کے پیچھے آئے اور جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے اور ماحی وہ جو بتوں کو توڑنے والا ہو. حضورؐ نے مکہ کے ۳۶۰ بُت توڑے. حدیث ہے قَالَ اِسۡمِی فِیۡ التَّوۡرَاۃِ اَحِیۡدُ لَا نِبِّ اَحِیۡدُ اُمَّتِیۡ عَنِ النَّارِ وَ اِسۡمِیۡ فِیۡ الزَّبُوۡرِ الۡمَاحِیُ محاء اللّٰه ولی عِیۡدَۃُ الۡاَوۡثَانَ وَاِسۡمِیۡ فِیۡ الۡاِنۡجِیۡلِ اَحۡمَدُ وَفِیۡ الۡقُرۡاٰنِ مُحَمَّدُ اِنِّی مَحۡمُوۡدُ فِیۡ اَهۡلِ السَّمآءِ وَالۡاَرۡضِ فرمایا آپؐ نے کہ توراۃ میں میرا نام احید ہے کیونکہ میں اپنی امت کو نارِ دوزخ سے بچاؤنگا. اور میرا نام زبور میں ماحی ہے کیونکہ میری وجہ سے اللہ نے بت پرستی کو مٹایا اور میرا نام انجیل میں احمد اور قرآن میں محمد ہے کیونکہ میں آسمان والوں اور زمین والوں میں محمود ہوں (کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۶)۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) وَاُخۡرٰی تُحِبُّوۡنَهَا نَصۡرُ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحُ قَرِیۡبُ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (۱۳:۱۲) یہ آیت سورہ صف کی ہے. جس طرح مجاہدین اسلام قرنِ اول میں بذریعہ جہاد اسلام پھیلائے اِسی طرح لفظ اُخریٰ میں ایک دوسرے دور کی یعنی قرن آخر میں اسلام بذریعہ جہاد پھیلنے کی تمنّا صحابہؓ کے دل میں پائی جاتی ہے. تُحِبُّوۡنَهَا میں صحابہؓ سے خطاب ہے کہ وہ اللہ کی نصرت اور فتح میں ایک دوسرے دور سے بھی محبت رکھتے ہیں هَا کی ضمیر اُخریٰ کی جانب ہے اسی طرح ایک دوسری آیت میں بشارت ہے وَاَعِدُّ وَلَهُمۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِنۡ قُوَّۃ الخ وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَهُمۡ اَللّٰهُ یَعۡلَمُهُمۡ (۶۰:۸) یعنی جس طرح کہ تم دشمنوں کے مقابلے میں اسلام کے لئے ڈٹے ہوئے ہیں اسی طرح ایک دوسری جماعت جو اسلام کے لئے دشمنوں کے مقابل ڈٹ جاتی ہے لَا تَعۡلَمُوۡنَهُمۡ تم اُن دشمنانِ اسلام کو نہیں جانتے اَللّٰهُ یَعۡلَمُهُمۡ اللہ انھیں جانتا ہے یہ آیت سورہ انفال میں ہے۔ اِسی جماعتِ آخرین کو ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے فَرِحِیۡنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَیَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡبِهِمۡ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ (۱۷۰:۳) یعنی وہ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ جو اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے دیا اور اسکی وجہ سے بھی کہ ایک دوسری جماعت ہے جو اُن کے پیچھے ہے جس کا الحاق پہلوں سے نہیں ہوا وہاں بھی نعمتیں ہیں. اِن دونوں جماعتوں کی کمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کرینگے وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡبِهِمۡ کا اشارہ اسی جماعت کی طرف ہے. آیت پاک ہے وَاِذَا کُنۡتَ فِیۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوۃَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَۃُ مِّنۡهُمۡ مَّعَکَ وَلۡیَاۡخُذُوۡآ اَسۡلِحَتَهُمۡ فَاِذَ سَجَدُوۡا فَلۡیَکُوۡنُوا مِنۡ وَرَآئِکُمۡ وَلۡتَاتِ طَآئِفَۃً اُخۡرٰی لَمۡ یُصَلُّوۡا فَلۡیُصَلُّوۡا مَعَکَ وَلۡیَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ. (۱۰۲:۴) فَاَقَمۡتَ بِهِمُ الصَّلٰوۃَ میں حضورؐ کا نماز کیلئے مجاہدینِ اسلام کو آراستہ کرنا ہے جو آپکی معیت میں ایک جماعت نماز پڑھتی ہے وَلۡیَاۡخُذُوۡ اَسۡلِحَتَهُمۡ میں وہ اپنے اسلحہ کمر سے لگائے ہوئے ہے. جب یہ جماعت جہاد فی سبیل اللہ سے فارغ ہوتی ہے تو کہا گیا فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡیَکُوۡنُوۡا مِنۡ وَرَآئِکُمۡ یعنی وہ حالتِ سجدہ میں آجاتی ہے اور آپؐ کے پیچھے ہوجاتی ہے یہ حالتِ سجدہ خَیۡرُ الۡقُرُوۡن کے صدیوں کے بعد پچھلے ایکہزار سال کا زمانۂ فیج اعوج ہے جہاں علیٰ منہاجِ نبوت خلافت تھی نہ روحِ اسلام تھی. وطنیت' قومویت' عصبیت کا جذبہ کارفرما تھا دراصل یہ سٰجِدِیۡن کا گروہ تھا جسکو دوسری جگہ تَقَلُّبُکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ کہا گیا ہے یعنی حضورؐ کبھی تو قیام میں صحابہؓ کی معیت اختیار کرتے ہیں اور کبھی سٰجدین کے گروہ میں تقلّب فرماتے ہیں اسی تقلّب کو دوسری جگہ فرمایا گیا وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَاَدۡبَارَ السُّجُوۡد (۴۰:۵۰) یعنی یہ ایک لیل ہے کہ جہاں سٰجدین کی تسبیح بحالت ادبار آجاتی ہے. یعنی اسلام کی ہر چیز کا ردِ عمل ہوتا ہے یا یوں کہیئے کہ مسلمانوں کی روحانیت پر ادبار آجاتا ہے اسی لئے اِدۡبَارَا السُّجُوۡد آیا ہے. انہی غیب وشہادت کے دو ادوار کا ایک تیسری جگہ ذکر آیا ہے وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ

نزول اپنا فرمایا جب شاہِ دیں نے　　سر آنکھوں پہ اپنی لیا ہے زمیں نے
کہا اپنی اُمت کو نورُ مُبیں نے　　یقیں مجھکو دلوایا عینُ الیقیں نے
سب اصحابؓ اُخریٰ تُحِبُّونها ہیں
سب اصحابؓ اس بات کے ہم نوا ہیں　　(۴۴)

عطائے خُدا میں وہ اللہ اکبر　　ہیں گویا فصلِّ سے وہ تا بہ انحر
بتاؤں میں کیا شان ان کی برادر　　کہ دُشمن ہوا ان کا ابتر سے ابتر
عدو حق کا جو تھا اُسے یوں جزا دی
اُٹھائے نہ سر حشر تک وہ سزا دی　　(۴۵)

یہی ہیں قیامت کے اِک حوضِ کوثر　　پلاتے ہیں کوثر جو ہر اِک کو جی بھر
فضائل کثیرہ کی حالت میں برتر　　ہیں خیرٌ کثیرہ کی صورت میں گھر گھر
دو عالم میں اُلفت کی نہریں ہیں جاری
جہاں دیکھو جنت کی نحریں ہیں جاری　　(۴۶)

حِیْنَ تَقُوْمُ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْہُ وَاِدْبَارَا النُّجُوْمِ (۴۹:۵۲) یعنی حضورؐ کی ذات کبھی تو قیام کی حالت میں ہوتی ہے اور کبھی تاروں کی شکل میں اِدبارَ النُّجوم کہلاتی ہے. حضورؐ نے اَصْحَابِیْ کَالنُّجومُ فرما کر اس بات کو ظاہر فرمایا کہ آپؐ خود سورج ہیں اور صحابہؓ آسمان کے تارے ہیں. اسلام انفرادیت میں حضورؐ کا رنگ لیتا ہے تو پوری جماعت آپؐ کی اتّبع کرتی ہے اور اسلام جماعتی رنگ لیتا ہے تو آپؐ کی ذات غیب میں ہو جاتی ہے یہی آپؐ کا قیام ہے اور یہی آپؐ کا سجدہ ہے. دراصل یہ حالتِ سجدہ حضرت علی رَضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے ہی اسلام میں نظر آتی ہے حضورؐ نے بوقت ہجرت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر سے اٹھا کر اپنے ہمراہ سفر میں لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ حضورؐ کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ سے لیکر حضرت علیؓ تک اسلام حالت قیام میں رہے گا اور حضرت علیؓ سے اسلام حالتِ سجدہ میں آ جائیگا. بہرصورت پہلا گروہ اسلام جب سجدہ میں آ جاتا ہے تب وہ فَلْیَکُوْنُوا مِنْ وَرَاءِ کُمْ کے تحت آپؐ کے پیچھے ہو جاتا ہے اور جب فیج واعوج کا زمانہ گذر جاتا ہے تو وَلْتَاتِ طَاءِ فَۃُ اُخْریٰ کا مصداق بنکر دوسرا گروہ آپؐ کی معیت میں نماز پڑھتا ہے چونکہ وہ لَمْ یُصَلُّوْ فَلْیُصَلُّوا مَعَکَ کی حالت میں رہتا ہے یعنی وہ آپؐ کی معیت میں نماز پڑھتا ہوا نہیں رہتا اِس لئے حضورؐ اُن کو بھی پہلی جماعت کا فیض بخشتے ہیں اور دونوں جگہ اِن دو جماعتوں کے آپؐ ہی امام رہتے ہیں لفظ مَعَکَ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ کی معیت انہی دو جماعتوں کو نصیب ہوئی ہے یہ نعمت کسی اور جماعت کو نہیں ملی. ہر دو جگہ اپنے اسلحہ کے منہ دشمن کی طرف پھیرتا ہے اور آپس میں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ بن کر رہتا ہے وہاں بھی وَلْیَا خُذُوْا اَسْلِحَتَھُمْ کا حکم ہے اور یہاں بھی وَلْیَاخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَ اَسْلِحَتَھُمْ کا حکم ہے. پہلا گروہ اسلحہ کو گرفت میں لا کر تاسیس اسلام کرتا ہے دوسرا اتھیار سے بچاؤ اسلام کرتا ہے. اِسی لیے حِذْرَھُمْ کا حکم آیا ہے اور یہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت پہلے ہی سے موجود رہنے کی وجہ سے ہے کہ جس سے انھیں مدد ملتی ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا (۵:۷۶)

کاسۂ کافوری

ہے کاسہ یہ کافوری فطرت بتاتا دماغوں دِلوں کو معطّر بناتا
ہر اِک مردِ مومن کو عرفاں سکھاتا اُجالا بڑھاتا اندھیرا گھٹاتا
دکھائے نہ دنیا کو کیوں یہ کرشمہ
حقائق سے معمور ہے پاک چشمہ (۴۷)

یہ کاسہ ہے جب بزمِ عرفاں میں آتا نبیوں کو زیرِ لواء اپنے لاتا
بہرحال مومن کو آگے بڑھاتا اُنہیں رازِ عرشِ بریں سب بتاتا
یہی کام کرنا ہے فطرت میں اس کی
کہ پیہم عمل ہے جبلّت میں اس کی (۴۸)

یہ اُس شان کا ہے[1] سراجًا مُّنیرًا جو دھو دے گناہِ صغیرًا کبیرًا
کہے جبکہ مومن لَیُسَتُ حَرِیرًا[2] یہ دیدے اسے دو جہاں کا زخیرًا
نبیوں کی مومن کو اَمثال کردے
زمانہ بدلنے کو ابدال کردے (۴۹)

دیا ہے فنا کا سبق سب کو اس نے کہ وحدت کی آواز نکلی اسی سے
شرابًا طھُورا مسرّت سے پی کے صحابہؓ[3] نے اخلاق و آداب سیکھے
جو روشن ہیں شکلِ سراجًا مُّنیرًا
تو یُوتِیھُم اللّٰہُ مُلکًا کَبِیرًا[4] (۵۰)

ہے میراث مُلکُ السمٰوات اسکی ازل ہی سے فطرت ہے مشکوٰۃ اسکی
ہے مخصوص معراج کی رات اسکی ہے افضل سے افضل ہر اِک بات اسکی
نبیوں کے ہمراہ ذُوالکِفل[5] گویا
اسی کے حقیقت میں ہیں طفل گویا (۵۱)

۱ آسمان کے تارے دن میں بھی چمک رکھتے ہیں اور رات میں بھی لیکن سورج کے طلوع پر اُن تمام تاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے عوام کو وہ اپنی روشنی سے کوئی فیض نہیں پہنچا سکتے اِسی طرح تمام انبیاء تاروں کی مانند روشنی دیتے رہے حضور اکرمؐ سِرَاجًا مُّنِیرًا بن کر آئے. قرآن کریم نے آپؐ کو دَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ سِرَاجًا مُّنِیرًا کہا ہے آپؐ کی بعثت پر انبیاء کی روحانیت کام نہ دے سکی تمام نبیوں کا نور آپؐ کی نبوت میں کھِچ کر آ گیا. سورج کے طلوع ہونے کے بعد اگر کوئی شخص چراغ لگائے تو لوگ اُسکو اُسکے گھر کا دیوالیہ نکلنے پر محمول کرتے ہیں. اسی طرح حضورؐ کی بعثت کے بعد اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت کرے تو اُس پر یہ بات ظاہر ہو گی کہ اس کی روحانیت کا دیوالیہ نکل گیا ہے. حضور اکرم صلعم کو نبیوں میں آخری نبی کہنا بھی گستاخی ہے اس لئے کہ ہم سورج کو تاروں میں آخری تارہ نہیں کہہ سکتے سورج کو تاروں میں نہیں گنا جا سکتا. البتہ آخری تارہ صبح کے تارے کو کہینگے اور وہ مسیحؑ ناصری ہیں. اس کے بعد سورج نکل آتا ہے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں. اسی لئے اللہ پاک نے آپؐ کو تمام انبیاء سے الگ کر کے سِرَاجاً مُّنِیراً کہا ہے نبیوں میں آپکو ایک نبی کہنا بھی غلط ہے اِس لئے کہ آپؐ نبیوں میں خاتم النّبیّٖن ہیں. آپ کی مُہر سے تمام انبیاء نکلے اور آپؐ ہی کے مُہر سے ختم ہوئے. جب کوئی شہنشاہ باہر نکلتا ہے تو اربابِ دولت اُس کے ساتھ رہتے ہیں معمولی قسم کے لوگ اُس کے ساتھ نہیں رہتے اور یہی اُس کا مقامِ منصب ہے. اِسی طرح جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ کے ہمراہ اربابِ دولت انبیائے ماسبق تھے. جو سب کے سب آپؐ کے خادم بنے ہوئے تھے سب سے بڑے نبی بنی اسرائیل میں ابراہیمؑ تھے جو صدیقِ اکبرؓ کے رنگ میں آپؐ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے دوسرے نوحؑ حضرت عمرؓ کے رنگ میں بیٹھے ہوئے تھے یحیٰؑ حضرت علیؓ کے رنگ میں اور ادریسؑ حضرت عثمانؓ کے رنگ میں اس طرح تمام انبیاء آپؐ کے دائیں بائیں جانب جمع تھے چونکہ آپؐ حَاشِرُ الانبِیاء بن کر آئے تھے۔

۲ لباس حریر یعنی ریشم کا لباس جنّت میں مومنوں کیلئے نعمت بتلائی گئی ہے. دراصل یہ مومنوں کی اُس کیفیت کا عالم ہے کہ جس طرح ریشم کے ایک باریک تار نکالنے کیلئے ایک انسان لاکھوں کیڑوں کی جان لے لیتا ہے. آگ اور گرم پانی میں تپاتا ہے اسی طرح ایک مومن اللہ کیلئے دنیا کے سارے مصائب برداشت کرتا ہے اور نفسانی شہوات کے پورے جراثیم کو عشق کی آگ میں تپاتا ہے اور جلاتا ہے اور وہ ایکدوسرے لباس کی تار خود ہی بنتا ہے اور ایک مستقل لباس جسکو لَبَاسُ التقْویٰ کہا گیا ہے پہن لیتا ہے تب کہیں وہ لباس حریر کی شکل میں لاقیمت کہلاتا ہے وہ آیت پاک یہ ہے وَجَزَاھُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِیراً (۷۶:۱)۔

۳ آپؐ نے فرمایا ہے اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ یعنی میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق کو کمال پر پہنچا دوں. آپ کا یہ قول نہ صرف خود آپؐ کے وجود سے بلکہ صحابہؓ کے عمل سے پورا نظر آتا ہے. آپؐ نے سب کو اپنا ہمرنگ بنا کر چھوڑا. بدوی آتے اور صحابہؓ کیساتھ بیٹھے رہتے تو وہ پوچھتے اَیُّکُم مُحَمَّدٌ یعنی تم میں محمدؐ کون ہے. ہمرنگی کا یہ عالم تھا کہ صحابہؓ میں آپؐ گھل مل گئے. اسی طرح آپ نے تمام کو مرتبہ اخلاق کے انتہائی کمال پر پہنچایا۔

۴ یعنی اللہ پاک انھیں ملکِ کبیر عطا فرماتا ہے یہ بعثت اول اور بعثت آخر ہر دو اوقات میں ہوتا ہے. آیت پاک ہے وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیماً وَّمُلْکاً کَبِیراً (۷۶:۲) پہلی بعثت وَاِذَا رَاَیْتَ ہے بعثت ثانی ثَمَّ رَاَیْتَ ہے لفظ نَعِیماً میں تمام انبیاء کی نعمتوں کا وارث ہونا ہے مُلْکاً کَبِیراً میں خلافت علیٰ منہاجِ نبوت ہے لفظ ثَمَّ کی تاخیر نے اِن دو بعثتوں کو ایکہزار سال کے زمانۂ فیج اعوج کے وقفہ سے علحدہ کر دیا ہے۔

۵ ذُوالکفل بھی قرآن کریم میں ایک نبی کا نام ہے. چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو ابوالانبیاء فرما کر خود کے تمام انبیاء کے باپ ہونے کو ثابت کیا. انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ابنُ اللہ لکھا ہوا موجود رہنا اِس بات کا ثبوت ہے کہ بیٹے سے کام نہ چلا اور آئندہ باپ آنے والا ہے. بعثتِ ثانی کے ظہور......

میں اولیاء اللہ کا وجود اطفال اللہ کہلاتا ہے. اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ کا ظہور ہونے والا ہے اور وہ ہے بعثت حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرّہٗ العزیز کی۔
(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ۱ قرآن کریم میں حضورؐ کو یَاایُّھَاالْمُزَّمِّلُ سے خطاب ہے مُزَمِّل ہے مُتَزَمِّلُ اصل میں مُتَزَمِّلُ ہے جو باب افتعال سے ہے جسکے معنی ''اپنے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ لینے والا'' ہیں. یہ نام آپکی بعثت اول کو اور تاسیس اسلام کو ظاہر کرتا ہے آپؐ کے لباسِ نبوت میں سوالاکھ انبیاء کے لباسِ نبوت جمع تھے گویا کہ آپؐ کی کمبل تمام انبیاء کی جامعیت کو پیش کرتی ہے. ہر نبی کا لباس روحانی اُن کی اپنی قوم کو ڈھانک سکتا تھا لیکن آپؐ کا لباسِ روحانی تمام انبیاء کو لپیٹا ہوا ہے. سب کے سب آپؐ کے لباسِ نبوت میں سماگئے یہ عرب میں موعود وقت آچکا تھا حضورؐ کو کہا گیا قُمِ الَّیلَ اِلَّا قَلِیْلاً اے حبیبؐ اب تم اٹھو کہ رات کا وقت ہے اور وہ تھوڑا ہے. یہ لیل مبارک بھی تھی اور قدر والی بھی تھی جو خَیرُ الْقُرُوْن کے تین صدیوں تک رہی اِسی لئے اسکو اِلَّا قَلِیْلاً کہا گیا لفظ قُمْ واضح کرتا ہے کہ اس سے پہلے آپؐ حالت سجدہ میں تھے یا یہ کہ لیٹے ہوئے تھے. حقیقت میں یہی دور تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْن کہلایا گویا کہ آپؐ سوالاکھ انبیاء میں صفات اللہ کی صورت میں گشت کرتے رہے ہیں یہی آپؐ کا تقلّب تھا. ذات اللہ کے ظہور کا وقت آیا تو آپؐ کو قُمْ یعنی قیام کا حکم ہوا اسی موقعہ کو یَرٰاکَ حِیْنَ تَقُوم کہا گیا چنانچہ آپؐ ہی تمام انبیاء میں نورِ اول اور نورِ آخر بنکر آئے. کبھی تو آپؐ باطنی صفت میں انبیاء کی صورت سے ظاہر ہوئے اور کبھی نورِ ظاہر بنکر مظہرِ ذاتِ رب العٰلمین کہلائے. یہی دو صفات آپؐ کے غیب و شہادت کہلاتے ہیں یہ سب کچھ ابتدائے اسلام کی شکل تھی اور بعثتِ ثانی کی صورت میں آپؐ کا نام مُدَثِّر ہے. دِثار وہ کپڑا ہے جو اندر کے کپڑوں کے اوپر سے پہنا جائے چنانچہ حضورؐ نے صحابہؓ کو مخاطب ہوکر فرمایا اَنْتُمُ الشِعَارُ وَالنَّاسِ الدِثَار یعنی تم اندر کے لباس کے مانند ہو یعنی خاص الخاص ہو اور لوگ اوپر کے لباس کے مانند ہیں چنانچہ حضورؐ کا نام مدثر اسلئے ہے کہ آپؐ بعثت ثانی میں ایک امتی کا جامہ پہنے ہوئے آئینگے چنانچہ آپؐ نے اِسی کی گواہی میں آنے والے موعود کیلئے رَجُلُ مِنْ اُمَّتِیْ کے الفاظ فرمائے ہیں. یعنی وہ وجود میری امت میں ایک مرد ہوگا چنانچہ اس دوسری بعثت میں آپؐ کو یَاایُّھَا الْمُدَثِّرُ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور ساتھ ہی قُمْ فَانْذِرْ کا حکم بھی ہے یعنی اُٹھ اور ڈرا اور آگے وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ بھی کہا گیا ہے لفظ قُمْ فَانْذِرْ میں دوبارہ حالتِ سجدہ سے اُٹھ کر اس امت کو بیدار کرنا ہے اور یہ اعادۂ اسلام میں حالت سجدہ پچھلے ایکہزار سال کا زمانہ فیج اعوج تھا جس میں درختِ اسلام شاخوں کی صورت میں تھا یہ سٰجدین کا گروہ اولیاء اللہ کا تھا جس میں حضور اکرمؐ کو اپنی امت کی رہبری کرنی تھی. یعنی اس ایکہزار سال والی رات میں اولیاء اللہ کا لِھٰذِہِ الْاُمَّت بنکر آنا حضورؐ کے قول اور حضورؐ کی ذات کو اس اُمّت میں بار بار پیش کر کے آنے والے موعود دن کی یاد دہانی کرنی تھی چنانچہ اسی ایک خدمت کیلئے اولیاء اللہ آتے رہے لیکن یہ دور حضورؐ کی صفت غیب کو ظاہر کر رہا تھا یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ۷۲ فرقے بنے چنانچہ اللہ پاک نے آپؐ کو حکم دیا تھا کہ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً یعنی اے محمدؐ تم اپنے رب کی کبریائی بیان کرتے ہوئے زمانۂ فیج اعوج سے الگ رہو چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں حضورؐ نے فرمایا ہے لَیْسُو امِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْھُمْ یعنی نہ میں اُن میں رہونگا اور نہ وہ مجھ میں رہینگے چنانچہ اِس دور کے گذرنے کے بعد بعثت مدثّر کے موقع پر آپؐ نے فرمایا ہے اَنَا فِیْکُمْ یعنی میں تم میں رہونگا. مزید آپؐ نے فرمایا کہ اَنَا مِنْھُمْ وَھُمْ مِنِّیْ یعنی آخرین کی جماعت میں مَیں رہونگا اور وہ مجھ میں رہینگے. چونکہ پچھلے ایکہزار سال والے زمانہ میں اسلام کی اصلی حالت باقی نہ رہیگی اور اسلام کے بنیادی اصول کفر سازی میں متبدل ہوجائینگے چنانچہ آپؐ کو حکم ہوا وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ یعنی اب تو اپنے لباس کو پاک کر دراصل یہ اپنی امت کو پاک کرنا اور قرنِ اول کا درس وحدت قرنِ آخر میں دینا ہے. چنانچہ بعثتِ اول کو قرآن پاک نے نشاۃِ اولیٰ ....

یہی نورِ اوّل ہے اور نورِ آخر یہی نورِ باطن ہے اور نورِ ظاہر
یہی ہے مُزمّل[۱] یہی ہے مُدثر کہ فرمانِ حق ہے اِسے قُمْ فَانْذِر
ہیں تسبیح میں حور و غلمان اسکی
خدا کی ہے جو شان ہے شان اسکی (۵۲)

یہ خود اپنی تصویر کا ہے مُصوّر ہے مصروفِ تعمیلِ حُکمِ فَکَبِّر
سیاست میں اسلام کی ہے مُفکّر فراست میں اسلام کی ہے مُدبّر
سوالاکھ پیغمبروں میں ہے افضل
مگر نورِ مطلق نے اوڑھی ہے کمبل (۵۳)

ہے کُل انبیاء میں مقدس مُطھّر کٹھن منزلوں میں ہے یہ انکا رہبر
ہے بعثت میں اپنی مُقدّم مُوخّر زمانے کے ہے فیجِ اعوج سے بہتر
ہیں مسرور ثَقُلَتْ مَوَازِیْن اس سے
ہیں مفرور خَفَّتْ مَوَازِین اس سے (۵۴)

قرار دیا ہے آیت پاک ہے وَلَقَدْ عَلِمتُمُ النَّشَاۃَ الْاُوْلیٰ یعنی تم نشاۃ اولیٰ کو بخوبی جانتے ہیں. ایک دوسری آیت نشاۃِ اولیٰ کیلئے آئی ہے جو سحاب الثقال یعنی وزن دار ابر سے موسوم کیگئی ہے وَیُنشِئُ السّحَابَ الثِّقَالَ چنانچہ بعثت اول کے سارے افراد روحانی جو مزمّل کی اتباع کرنے والے ہیں وہ سب کی روحانی طاقتیں مدثّر کی بعثت پر لوٹ آئینگی. یہی دو ادوار جن کو ایک ہی جگہ جمع کئے جائینگی قرآن پاک نے گواہی دی ہے چنانچہ فرمایا قُلْ اِنّ الْاَوَّلِینَ وَالْآخِرِینَ لَمَجْمُوعُونَ اِلیٰ مِیقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۴۹:۵۶) اے حبیبؐ تم کہدو کہ اولین اور آخرین کے دونوں گروہ ایک مقررہ وقت پر جسکا علم پہلے ہی سے سب کو دیا گیا ہے جمع کئے جائینگے. چنانچہ بعثت ثانی پر ہی یہ سب کچھ ظاہر ہوگا اور بعثت ثانی کو نشاۃِ اخریٰ بھی کہا گیا ہے وَاَنّ عَلَیْہِ النّشَاۃَ الْاُخْریٰ کہا گیا ہے یعنی اللہ ہی پر دوسرے گروہ کا اُٹھانا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے. اِسی کو نشاۃ اخریٰ کہا گیا ہے. کَیْفَ بَداءَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِی النَّشَاۃَ الْاُخْرٰی دیکھو کہ اس نے کسطرح پہلی بار خلقت کی پھر دوبارہ آخرت میں وہ اُن لوگوں کو اُٹھائیگا. پس یہی دو بعثتیں ہیں جنکو مقدّم اور موخّر کہا گیا ہے. انہی دو بعثتوں میں فتح مبین کی بشارت دی گئی ہے لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطاً مُّسْتَقِیماً (۲:۴۸) اے حبیبؐ تمہارے متعلق جو غلط الزامات لگاتے ہیں ہم اُن سب کو ڈھانپ دینگے اور یکسر مٹا دینگے پہلے اور بعد میں بھی اور ہماری تمام نعمتیں ان دو وقتوں یعنی تقدّم و تاخّر میں ہی پوری کرینگے اور تمہیں سیدھی راہ پر چلائینگے۔

مقام انبیاء کا ہے سَبْعًا طِبَاقًا (۱) مزاجِ محمدؐ ہے کاسًا دِھاقا (۲)
جو امکاں سے باہر ہے معراجِ آقا تو اُمُّ القُریٰ (۳) ہے عرب کا علاقا
کہا حق نے نورُ السّمٰوٰت کس کو
ملی ایسی معراج کی رات کس کو (۵۵)

وَیُسْقَوْنَ فِیْھَا کَاسًا کَانَ مِزَاجُھَا زَنْجَبِیْلًا عَیْنًا فِیْھَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا وَیَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَیْتَھُمْ حَسِبْتَھُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (۷۶:۱۷)

کاسئہ زنجبیلی

یہ ہے زنجبیلی (۴) کا مخصوص کاسہ با لفاظِ دیگر ہے پیغامِ طٰہٰ
یہ ہے آبِ انوار کا ایک چشمہ خدائی میں ہے یہ خدا کا وَسِیلہ
مزاج اپنا رکھتا ہے یہ زنجبیلی
کہ نام اِس کا مخصوص ہے سَلْسَبِیلی (۵۶)

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) سَبْعاً طِبَاقاً انبیائے کرام کے مقامِ روحانی کے سات آسمانوں کی جانب اشارہ ہے جو طبق در طبق ہیں اور دائرہ جزیت میں رہنے کی وجہ سے وہ سب ایکدوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں جسکو قرآن کریم نے تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضُھُمْ علیٰ بَعْضٍ فرمایا ہے. حضور اکرمؐ کی ذات اس سے مستثنٰی ہے آپؐ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے. آپؐ کے لئے کہا گیا فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَآءِ شَھِیْداً یعنی کیا حال ہوگا جبکہ ہر امت کو اُن کے شہید یعنی امام کے ہمراہ لایا جائیگا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام انبیاء پر امام بنا کر لایا جائیگا اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے وَیَوْمَ نَبْعَثُ فِی کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْداً عَلَیْھِمْ مِّنْ اَنْفُسِھِمْ وَجِئْنَابِکَ شَھِیْداً عَلٰی ھٰؤُلآءِ (۸۹:۱۶) اس آیت میں بھی بتلایا گیا ہے کہ تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے امام بنکر آئینگے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے امام بنکر آئینگے عَلٰی ھٰؤُلآءِ کا اشارہ انبیاء پر امامت کو ثابت کرتا ہے چنانچہ لفظِ بِکَ میں حضورؐ سے راست خطابت ہے. مزید یہ کہ اِن دو مصرعوں میں منصوب بغیر عامل کے لکھے گئے ہیں وہ قرآن کریم کے قاعدے کے مطابق ہے کیونکہ جہاں عظمت مراد ہوتی ہے وہاں منصوب آتا ہے مثلاً صَابِرِیْنَ فِی الْبَاسَآءِ یہاں صَابِرُوْنَ کے بجائے صابرین آیا ہے اور منصوب بغیر عامل کے ہے چنانچہ اس مسدس میں جہاں بھی ایسے منصوب بغیر عامل کے آئینگے وہاں عظمت مراد ہوگی۔ (۲) کَاساً دِھَاقاً حضور سرور عالم صلعم کی ذاتِ اقدس ہے. دھاق اس پیالے کو کہتے ہیں جو لبریز ہو یہانتک کہ ایک قطرے کی بھی مزید اُسمیں داخل ہونیکی گنجائش نہ ہو اور اس کے دوسرے معنی صافی بھی ہیں. وہ پیالہ نہایت صاف پانی سے بھرا ہوا ہے. اس پانی میں کسی قسم کی بھی گندگی نہیں ہے اسی لئے کاسئہ دِھاقی کے اطراف نوجوان بچے اپنی زندگیاں وقف کئے ہوئے ہوتے ہیں جو طبعی طور پر کسی غلط ماحول سے تعلق نہیں رکھتے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس کاسہ میں لغو اور کسی قسم کا کِذب نہیں ہوتا یعنی اس کاسہ کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اُس کے اطراف غیر متقی نہیں رہتے یہ سب حضور سرور عالم صلعم کی طبیعت عالیہ کی جانب اشارہ ہے چنانچہ قرآن کریم میں آپؐ کے متعلق کہا گیا ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ مَفَازاً حَدَائِقَ اَعْنَاباً وَکَوَاعِبَ اَتْرَاباً وَکَاساً دھاقاً لا یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْواً وَّ لَا کِذّاباً (۷۸:۳۱) یعنی متّقین فائز المرام ہیں اُن کے لئے انگور کے باغ ......

ہیں وہ نوجوان ہیں وہاں اُن کیلئے کاسئہ دھاقی ہے جس میں سے وہ کوئی لغو نہیں سنتے اور کسی سچائی کو جھٹلانے کی کوئی بات نہیں پاتے گویا کہ کاسئہ دھاق ایک ایسا پیالہ ہے جو تمام انبیاء کی تصدیق کرنے والا اور تمام کا نور اپنے میں دکھلانے والا ہے وہ کسی نبی کو نہیں جھٹلاتا بلکہ وہ پاک ہونیکے باعث پچھلے تمام انبیاء کا احترام اپنے وجود سے قائم کرتا ہے. معلوم ہونا چاہئے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاجِ عالیہ کو مختلف پیالوں سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً. کاسئہ کافور' کاسئہ زنجبیل' کاسئہ معین' کاسئہ دھاق' کاسئہ مختوم وغیرہ اور ان تمام کی باطنی حقیقتیں اپنے مناسب مواقع پر حاشیوں میں تفصیل سے بتلائی گئی ہیں۔ [3] اُم القُریٰ حضورؐ کا مقامِ بعثت ہے اور عرب کی سرزمین ہے یعنی عربستان کو تمام دنیا کے شہروں کی ماں کہا گیا ہے اُمّ کے معنی جڑ ہیں کہ جس سے شاخیں نکلتی ہیں. اِسی لئے قرآنِ کریم نے بیت اللہ کو سب سے پہلا گھر کہا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ. جس طرح حضورؐ کے بعثت کے مقام کو اُمُّ الْقُرٰی کہا گیا ہے اِسی طرح آپؐ کی ذات کو نبئی اُمّی کہا گیا ہے یعنی آپؐ تمام انبیاء میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں. انبیاء شاخیں ہیں اور آپؐ اس کی اصل ہیں چنانچہ آیت پاک ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَ الَّذِیْ (۷:۱۵۷) جس طرح آپؐ کی ذات کو اُمّی نبی کہا گیا ہے اِسی طرح آپؐ کی جماعتِ اولین وآخرین کو اُمّیّن کہا گیا ہے ھُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّنَ رَسُوْلاً ۔

ہے مخصوص اس کا قریشی قبیلہ　قیامت کے دو صور میں صورِ اُخریٰ[1]
یہ عشرہ صحابہؓ کی ہے شان والا　نہ ہو قلب کیوں لوحِ محفوظ اس کا
ہے فاقے کی ہر رات معراج کی شب
ملے اس کو سوغات[2] معراج کی شب　(۵۷)

یہ کاسہ جو مذکور ہے زنجبیلی　کہا اس کو طٰہٰ[3] نے ھٰذا سبیلی
مکرّر کہا اس کو ہوگا[4] خلیلی　عیاں ہوگی خود اس سے شانِ کفیلی
ہے شانِ رایت[5] میں یہ سب سے آگے
ہے ثَمَّ رَیَّتَ میں بھی پیچھے پیچھے　(۵۸)

نظر اس کی عرفان پر ہے ہمیشہ　خیال اس کا ایقان پر ہے ہمیشہ
عمل اس کا قرآن پر ہے ہمیشہ　روش اس کی احسان پر ہے ہمیشہ
محمدؐ کا قرآن ہے اِس کا قرآں
محمدؐ کا ایمان ہے اس کا ایماں　(۵۹)

[4] زنجبیل سونٹھ کو کہتے ہیں جو اپنی خاصیت میں بہت گرم ہوتی ہے یہ لفظ زنا اور جبل سے مرکّب ہے جسکی باطنی حقیقت یہ ہے کہ زنجبیلی کاسہ اپنی بعثت پر ساتھیوں میں وہ گرمی پیدا کرتا ہے کہ وہ اسلام کو پھیلانے کیلئے دنیا کی بڑی بڑی پہاڑیاں طے کرتے ہیں یعنی حضورؐ کبھی تو ریگستاں کے علاقے کے عربوں سے کام لیتے ہیں اور کبھی پہاڑوں میں رہنے والی قوم جو فتحان ہیں اُن سے کام لیتے ہیں چنانچہ ریگستانی بعثت کاسئہ کافور ہے اور کوہستانی بعثت کاسئہ زنجبیل ہے. زنجبیلی بعثت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنا نام سَلسبیل رکھنے کی وجہ سے ہر منزل کو سہل ترین بنا دیتی ہے اسلئے کہ سَلسبیل کے معنی سہل' لذیذ اور تیزی سے چلنے والے کے ہیں۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

[1] صُوْرِ اُخریٰ حضورِ اکرمؐ کی ذاتِ اقدس ہے اور صورِ اوّل مسیح ابن مریم کا وجود ہے. کہا گیا ہے وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ. وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا وَوُضِعَ الْکِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّھَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ. (۳۹:۶۸) یعنی ہر قیامت کے سرے پر پہلا اور دوسرا صور پھونکا جائیگا. پہلے صور میں زمینی وآسمانی افراد پر بیہوشی طاری ہوگی فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ آیا ہے. صاعِقہ بجلی کو کہتے ہیں یعنی جس طرح بجلی کوندتی ہے تو پہلے چمک ہوتی ہے اور پھر جس پر وہ گرتی ہے اس کو اسکی اصل حالت سے بدل دیتی ہے یا جلا دیتی ہے اور وہ شئے اپنی اصل حالت پر نہیں رہتی اِسی طرح مسیح کا وجود اپنی بعثت پر اپنی جماعت میں بجلی کے مانند چمکتا ہے کچھ تھوڑی سی روشنی تو دکھلا دیتا ہے لیکن اسکے بعد جماعت میں مُردنی چھا جاتی ہے اور جماعت میں دو گروہ ہو جاتے ہیں اس طرح اُن پر بیہوشی طاری ہو جاتی ہے لفظ مَنْ ظاہر کرتا ہے کہ یہ انقلاب انسانی ہے نہ کہ حیوانی چونکہ لفظ مَنْ ذی روح پر بولا جاتا ہے چنانچہ یہ غلط ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر بیہوشی طاری ہوگی لیکن خود مسیحؑ کی جماعت میں چند افراد ایسے بھی ہونگے جن میں مسیحؑ کے صحیح جذبات کارفرما ہونگے چنانچہ مَنْ شَاءَ اللّٰہُ کی تخصیص اسی لئے آئی ہے اس کے بعد ایک دوسرا صور پھونکا جائیگا اور وہ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی ہے لفظِ ثُمّ تاخیر کیلئے آیا ہے اور یہ مسیحؑ کے کچھ وقفہ کے بعد پھونکے جانیکی جانب اشارہ ہے. لفظ فِیْہِ میں ہ کی ضمیر اس پہلے صور ہی کی جانب ہے یعنی اسی میں دوسرا صور پھونکا جائیگا. اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیحؑ کے بعد کا وجود مسیح کی تصدیق کئے بغیر نہیں اُٹھے گا. اور جب یہ وجود کھڑا ہوگا تب ساری دنیا اس کے ساتھ کھڑی ہو جائیگی فَاِذَا .....

ہے مومن کی فطرت میں تحقیق کرنا — خودی سے خودی کی بھی توثیق کرنا
ہر اپنی صداقت کی تصدیق کرنا — اطاعت میں ہرگز نہ تعویق کرنا
نہ کی جس نے تصدیق مومن نہیں ہے
مقام اُس کا بس اسفلُ السّافِلیں ہے (۶۰)

کرے کوئی کیا اس سے حق آزمائی — ہے قبضے میں اس کے خُدا کی خُدائی
نہ کیوں اس کی فطرت میں ہو بے نوائی — کہ ہے منزلِ احدیت تک رسائی
اَساسِ نبوّت کی ہے شان اس میں
لباسِ نبوت کی ہے شان اس میں (۶۱)

یہ مثلِ زُجاجہ[۱] چمک ہے دکھاتا — ہر اِک مَردِ مومن کے دل میں سماتا
یہ ہر تیرہ سو سال کے بعد آتا — ہلاکت یہ قیصر کی ہمراہ لاتا
لباس اس کا سُندُس واِستبرقٗ ہے
تقابُل میں اس کی نہیں کوئی بھی شئے (۶۲)

هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُون کہا گیا ہے. پس یہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے کہ جنھوں نے مسیح ناصری کی تصدیق کی آپ ہی کے قیام کو قیامِ روح بھی کہا گیا ہے يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰئِكَةُ صَفًّا چنانچہ یہی دن ذالک يَوْمُ الْحَق کہلاتا ہے اسی کو یومُ الفصل کہا جاتا ہے یہی وہ صور ہے جس پر کفارِ عالم فوج درفوج اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاتُوْنَ اَفْوَاجًا یہی وہ موقعہ ہے کہ مومنوں پر آسمان کے تمام روحانی دروازے کھولدئے جاتے ہیں فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا کا یہی وہ سما ہے. بڑی بڑی شہنشاہتیں بیخ وبنیاد سے اکھڑ جاتی اور حالت سراب بن کررہ جاتی ہیں سُيِّرَتِ الْجِبَالُ وَكَانَتْ سَرَابًا مخالفینِ اسلام کی تاک میں جھنم رہتی ہے اور سرکشِ اسلام کا خاتمہ کردیتی ہے اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۔ (۲) سوغات کے معنی تحفہ تحائف ہیں۔ (۳) آیت پاک قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (۱۲:۱۰۸) کہدوا ے حبیبؐ یہ میرا راستہ ہے کہ جس پر داعی الی اللہ بن کر علیٰ بصیرت کھڑا ہوں نہ صرف میں تنہا اس راہ پر گامزن ہوں بلکہ میری اتباع کرنے والے بھی میرا ہی مقام رکھتے ہیں۔ (۴) حضور سرورِ عالمؐ نے فرمایا ہے کہ "میرا خلیل ہند اور سندھ کیلئے مبعوث ہوگا" یہ اشارہ حضرت مولانا صدیق خلیل اللہ کی جانب ہے. اس حدیث کو پورا کرنے کے لئے اللہ پاک نے ہندوستان کی تقسیم کرایا تا کہ ہند اور علاقہ سندھ دو الگ حیثیتوں میں نظر آئیں. تقسیم ہند سے پہلے اِن دو ملکوں کی ایک ہی حیثیت تھی. چنانچہ ہندوستان اور پاکستان اِن دونوں کیلئے بعثت صدیق ایک موعودہ حقیقت ہے۔

(۵) حدیثوں میں آیا ہے کہ اللہ والے دو کافروں اور دو مسلموں کو بڑے بڑے ملک دیتے ہیں یہ دو کافر نمرود وبخت نصر ہیں اور دو مسلم سکندر و سلیمانؑ ہیں. آخر زمانہ میں بُروز محمدؐ (مہدی) کو بھی اللہ تعالےٰ بڑے بڑے ملک دیگا اِذَا رَایت ثَمّ رایت مُلکاً کبیراً یہی دو دور ہیں. دورِ آخر میں بھی آپؐ ہی رہینگے لوگ آپؐ کو مہدی کے نام سے پکارینگے. وہ مہدی کے نام پر بیعت لینے سے انکار کریں گے اِذَا رایتَ میں پہلی بعثت ہے ثَمّ رایتَ میں ثَمّ تاخیر کیلئے آیا ہے اور یہ ایکہزار سال والے زمانے فیج اعوج کیلئے کہا گیا ہے. آپؐ کے قبضہ میں قرن اولیٰ میں جس قدر مما لک تھے ویسے ہی مما لک دوبارہ قرن آخر میں آپؐ کے قبضہ میں رہینگے. اسلئے کہ قرن اول اور قرن آخر ایک ہی رنگ کے ہیں۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

(۱) زُجاجہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں آیا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (۳۵:۲۴) یعنی اللہ کی ذات زمین آسمانوں کا نور ہے چونکہ نور ایک کیفیت ہے اور اس کا احساس ہر انسان کو ہوتا ہے لیکن اس کو دیکھنے کیلئے ایک وجود کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے اللہ پاک نے اس کو عالم امثال میں لایا اور اس کی مثال مشکواۃ سے دی. مشکوٰۃ کے معنی طاق کے کئے گئے ہیں. یعنی خود ذات رب العٰلمین نے چاہا کہ وہ عالم امثال میں آئے چنانچہ ساری کائنات کو اپنا جسمانی لباس قرار دیکر یہ اشارہ کیا کہ ایک ایسا وجود بھی ہے جس میں ساری کائنات کی جامعیت ہے اور وہ وجود انسان کا ہے اور انسانوں میں کامل انسان اور کامل انسانوں میں اکمل انسان ذاتِ احدیت مآب حضرت محمد مصطفٰے سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بابرکت ہے اِسی کو آگے مصباح کا رنگ دیکر بتلایا کہ جس طرح ایک انسان ساری کائنات میں اللہ کے نور کو محسوس کرتا ہے اسی طرح اُس نور کی ظاہری اور مادی کیفیت چورنگی برقعہ پہنے ہوئے آپؐ کی ذات میں ہے. گویا طاق میں ایک چراغ روشن ہے. مشکوٰۃ کا مادہ شکوٗ ہے جسکے معنی غم کے ہیں یعنی کائنات عالم کی ساری چیزیں صرف ایکدوسرے کے غم کا احساس رکھنے کیلئے پیدا کی گئی ہیں اور وہ احساس رکھتی ہیں. حضور سرورِ عالم صلعم کا وجود ساری انسانیت کا غم لئے ہوئے مجسم تصویر بن کر آیا ہے گویا کہ وہ مصباح الظّلم ہے اور غم میں ڈوبا ہوا روشن چراغ ہے. وہ غم جو کبھی قوموں کی اصلاح کیلئے انبیاء کی شکل میں نظر آتا تھا وہ اب جامعیت میں ساری انسانیت کی اصلاح کا غم اپنے سینے میں لئے ہوئے ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۱۰۸)

سُبحٰنَ الَّذِیٓ اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسجِدِ الحَرامِ اِلَی الۡمَسجِدِالاَقۡصٰی
الَّذِی بٰرَکنَا حولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ آیاتِنَا اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیعُ البَصِیۡرُ(۱:۱۷)

جسمانی تیس سالہ سفر بصورتِ مُکاشفہ چند لمحوں میں ختم ہوا

اِک عورت کی صورت میں بُرّاق پیاری ۱ بڑھی سوئے حضرتؐ پئے جاں نثاری
لگی کہنے میں آپؐ کی ہوں سواری کہ اب میرے ذمہ ہے خدمت گذاری

چلی جب سواری رسولِؐ خدا کی
نظر آ گئیں منزلیں اُن کو ساری (۶۳)

جو محبُوبِ حق آسمانوں میں پہونچے ملے آدمؑ و یحیٰیؑ ادریسؑ اُن سے
پھر عیسیٰؑ ویوسفؑ و الیاسؑ آئے براھیمؑ و موسیٰؑ بھی اور نوحؑ بھی تھے

نبیوں کے سارے مقامات آئے
نبی سارے بحرِ ملاقاتؑ آئے (۶۴)

رواں ہم جواب سوئے خُلدِ بریں تو کیا دوست سب ساکنانِ زمیں ہیں؟
ہیں کہاں میرے اصحابؓ مسند نشیں ہیں وہ پیاری یہاں صورتیں کیوں نہیں ہیں

بتا میرے اللہ گھبرا رہا ہوں
اکیلا یہ میں کس جگہ جا رہا ہوں (۶۵)

یہ معراج اُمت کی ہے یا کسی کی؟ کہ صورت نہیں ہے کسی اُمتی کی
جھلک ہے نہ آہٹ ہے میرے ولی کی خُدا اب دکھا مجھکو صورت سبھی کی

سفر میرا کثرت کے ہمراہ ہوگا
سفر میرا اُمت کے ہمراہ ہوگا (۶۶)

صدا آئی اُمت تمہاری وہاں ہے نبیوں کی پرواز عاجز جہاں ہے
کہیں کیا مقام اُمتی کا کہاں ہے کہا ہم نے کب تھا کہ منزل یہاں ہے

بڑھے جاؤ دیکھو کہ منزل عیاں ہے
یہاں کچھ نہیں آگے سرِّ نہاں ہے (۶۷)

۱ بُراق کی صورت عورت کی تھی اس سے نفسِ امّارہ کو مطیع کرنا تھا تمام جسم کل نبیوں اور اوتاروں کی سواریوں کا تھا. پارسناتھ کی سواری اونٹ ہے جسکی گردن براق میں موجود ہے. شکتی اوتار کی سواری شیر ہے جسکا چھاتہ ہے. وشنو کی سواری شکرہ ہے جسکے پر موجود ہیں. شِوا کی سواری بیل ہے جسکا پٹّھا ہے. سرسوتی کی سواری مور ہے جسکی دُم ہے. پرسرام کی سواری گھوڑا ہے جسکے پیر موجود ہیں غرضکہ سارنگ' ہاتھی' بکرا' مگرمچھ' عقاب' سانڈ وغیرہ یہ تمام اوتاروں کی سواریاں ہیں جو براق میں موجود ہیں. چنانچہ آپؐ کی سواری تمام سواریوں کا مجموعہ ہے یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ تمام انبیاء کی کل خوبیاں آپؐ میں تھیں گویا آپؐ کی معراج تمام انبیاء کی معراجوں کی جامع ہے تو آپؐ کی سواری بھی سواریونکی جامع ہے۔

۲ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج میں تمام انبیاء کو سات آسمانوں میں دیکھا. پہلے آسمان میں آدم علیہ السلام دوسرے میں یحیٰی علیہ السلام تیسرے میں ادریس علیہ السلام چوتھے میں عیسیٰ علیہ السلام پانچویں میں یوسف علیہ السلام چھٹے میں موسیٰ علیہ السلام ساتویں میں ابراھیم علیہ السلام کو دیکھا غرض کے آپؐ نے تمام انبیاء کے مقامات سات آسمانوں میں دیکھے. آپؐ کی امّت اس سے آگے تھی .اگلے بندوں میں اسکی وضاحت آ گئی ہے. حدیثوں میں ہے کہ اب نہ کوئی پرانا نبی آئے گا اور نہ کوئی نیا نبی. اسلئے کہ مومن بندے جب قبروں سے اُٹھیں گے تو اُن کے سامنے خود اُن کی ایک براق رہے گی. اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلم میں تمام انبیاء کی جامعیت ہے یہی وجہ ہے کہ اس امت کے لئے اب کسی نئی یا پرانی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

لگی کہنے بُرّق پیارے محمدؐ حجابات لاکھوں ہیں آگے محمدؐ
یہاں سے بڑھوں کیسے آگے محمدؐ ہے بابِ محمدؐ برائے محمدؐ
بس اب تابِ رفتار عاجز ہے میری
ہیں عاجز یہاں جبرئیلِ امیں بھی (۶۸)

عٰلِمُ الْغَیبِ فَلَایُظْہِرُعَلیٰ غَیبِہٖ اَحَدًااِلَّامَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُولٍ
فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا (۷۲:۲۷)

اونٹوں پر لدے ہوئے تابوتوں میں اللہ اور محمدؐ تھے

جو آگے محمدؐ نے دیکھا یہ کیا ہے قطاروں میں اونٹوں کا اِک سلسلہ ہے
کہا! جبرئیلی یہ کیا ماجرا ہے؟ مجھے اس سے بے حد تعجب ہوا ہے
رحالوں میں اونٹوں کے تابوت سے ہیں
یہ کیا پیٹھ پر اونٹ لے کر چلے ہیں (۶۹)

لگے کہنے روحُ الامیں یا محمدؐ یہ ہے راز عرشِ بریں یا محمدؐ
بنے جب سے چرخ وزمیں یا محمدؐ ہے عالم یہی بالیقیں یا محمدؐ
خبر کیا یہ کب سے رواں قافلہ ہے
یہ عقدہ میرے علم سے ماوریٰ ہے (۷۰)

دیا حُکم طٰہٰ نے روحُ الامیں کو رواں ہیں جو اونٹ اب اُنھیں جا کے تھامو
بٹھا کر اُن اونٹوں کو تابوت کھولو ہے کیا چیز رکھی ہوئی اُن میں دیکھو
جو تابوت کھولے کہا یا محمدؐ
ہیں اُن میں تو آپؐ اور خُدا یا محمدؐ (۷۱)

جو تھا احدیت میں کُھلا بھید سارا جو تھا رازِ مخفی ہوا آشکارا
حبیبِ خُدا ہے خُدا کا پیارا وسیلہ ہے سب کا وسیلہ ہمارا
جُدا کب خُدا سے حبیبِ خُدا ہے
خُدا سے کہاں نورِ احمدؐ جُدا ہے (۷۲)

(ا) یہ اللہ اور محمدؐ کا سلسلہ ازلی وابدی ہے۔ اِس زمین پر پہلی دفعہ آپؐ جلوہ افروز ہوئے ہیں تو ہم کو تیرہ سو سال پیشتر دکھے ہیں آپؐ کا قطب تارے میں رہنا اسی طرح کل ان گنت سیاروں میں دورہ کرنا قدیم ہے۔ اس وجہ سے آپؐ کی امت کو اِن اونٹوں کی تمثیل میں دکھایا گیا ہے جو کلمہ طیبہ کی حامل ہے۔

قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (۱۸:۱۰۹)

اونٹوں اور تابوتوں کی تمثیل میں مقامِ مُسلم

وہاں جو شُتر آگے پیچھے رواں تھے دکھائے گئے تھے یہ اُمت کے نقشے
یہ سب اُمتی تھے رسولِؐ خُدا کے جو تھے سدرۃُ المُنتھٰی سے بھی آگے

جہاں ٹھیرتے ہیں رُسُل سارے آ کے
وہاں سے مسلمان بڑھتے ہیں آگے (۷۳)

شُتر جو تھے اَن گِنت سب اُمتی تھے وہ تابوت تھے کلمۂ طیّبہ کے
چلے جارہے تھے وہ سب آگے آگے خُدا اور نبیؐ سے تھے پُر اُن کے سینے

تھا جہدِ مُسلسل قطاروں کا عالم
کہ تبلیغِ اسلام جاری تھی پیہم (۷۴)

مسلمان سارے ہیں کلماتِ[۱] ربی ہے امکان سے دور تک ان کی گنتی
شجر ہوں قلم اور سمندر سیاہی لکھینگے اگر اُن سے تفسیر اِن کی

ہوں اشجار ختم اور سمندر کا پانی
نہ ہو ختم اوصافِ کلماتِ ربی (۷۵)

سلام انبیاء پر ہے قرآں میں پیہم رہے ہیں اسی مرتبے پر وہ قائم
مسلماں ملیں تو یہ ہے حُکمِ محکم سلامٌ علیکُم تخاطُب ہو باہم

مقام انبیاء کا ہے جو انتہائی
مقام ایک مسلم کا ہے ابتدائی (۷۶)

سلام[۲] انبیاء کا مقام آخری ہے اور اوّل مقام اُمتی کا یہی ہے
فنا شیخ میں ہو کے بنتا ولی[۳] ہے سند رحمتُ[۴] اللہ کی اس کو ملی ہے

مقام اُمتی کا مقامِ رضا[۵] ہے
مقام اُمتی کا مقامِ بقا ہے (۷۷)

(۱) آیتِ پاک قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (سورہ الکھف) یہ کلمات ایک وقت میں نبیوں کی شکل میں آتے رہے اور مسلمان جب آجاتے ہیں تو ہر مسلم میں کئی انبیاء نظر آتے ہیں۔ (۲) قرآن کریم میں نبی کے نام کے ساتھ سلامٌ علیٰ آیا ہے یہ انفرادی طور پر ہے بحیثیتِ مجموعی سلامٌ علی المرسلین بھی آیا ہے گویا کہ سلام کا مقام انبیائے ماسبق کی روحانیت کا آخری مقام ہے. مسلمانوں میں السلام علیکم کی مخاطبت عام ہے. اِس لحاظ سے یہ بتایا گیا ہے کہ جہاں نبیوں کی انتہا ہوتی ہے وہیں سے مسلمانوں کی ابتداء ہوتی ہے اور یہی ہونا بھی چاہئے کیونکہ وسعتِ قلب ہر مسلم کا نبیوں کی جائے پناہ ہے. یہی وجہ ہیکہ ایک مسلم میں کئی نبیوں کی مماثلتیں نظر آتی ہیں. جب انکو حضرت منبع انوار صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ دینی حکومت حوالے کیجاتی ہے تو آپ کا وہ خلیفہ کہلاتا ہے. اس زمانے میں بوجہ عملِ تبلیغ، ہجرت، غزوات اور جہاد رَضِی اللّٰہ کہلاتا ہے. اس کے ساتھی اُس کے مقام کے ہوتے ہیں. انہی وجودوں کی جنت کو "جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰر" کہا گیا ہے. یہ زمانہ ہر قیامت کے بعد یعنی جب مسلمانوں میں ولایت سلب ہوجائے اور مسیح آخری ولی بن کر آئے تو آتا ہے. اس وقت بیعتِ رضوان لی جاتی ہے تب تک فیج اعوج کے زمانے میں طریقت کی تبلیغ ہوتی رہتی ہے. وہ سلسلے پیران طریقت کہلاتے ہیں۔

(۳) ولایت مسلمانوں میں نعمت ہے. ہر مسلم کا ورثہ ہے. وہ منوائی نہیں جاتی مانی جاتی ہے خلافت بھی مسلمانوں میں نعمت ہے یہ بھی منوائی نہیں جاتی بلکہ مانی جاتی ہے. جب تک اقوام عالم میں نبوت نعمت تھی منوائی نہیں جاتی تھی. نبی کا جانشین نبی ہوتا تھا. ابرھیم علیہ السلام کی نبوت اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ نے نہیں منوائی. ہر قرب قیامت میں مسیح کا نزول ولایت کے فقدان کا باعث ہوتا ہے حدیث میں آیا ہے فَیُسَلِّطُ اللّٰہُ عَلَیْھِمُ النَّصَارٰی یعنی مسلمانوں پر نصاریٰ کا تسلط ہوگا تو تبلیغِ اسلام کا کام مسلمانوں سے چھوٹ جائیگا۔

(۴) چنانچہ تمام مسلمانوں کی جماعتوں نے اپنی جماعتکے خلیفہ یا مامور کو منوانے کیلئے زندگیاں وقف کیں. چونکہ ولی بننا موقوف ہوگیا تھا اس لئے ولی کو یا خلیفہ کو منوایا گیا۔

۴ چونکہ ہر ولی کئی نبیوں کا مثیل ہوتا ہے اسلئے سلامُ علیک سے بڑھ کر رحمتہ اللہ علیہ کا مقام حاصل کرتا ہے اور اپنے نام کیساتھ رحمتہ اللہ علیہ کہلوانے کا حقدار ہوتا ہے جیسے کہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ، پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ۔ ۵ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ والی وہی جماعت ہے جو خلافت کی حقدار ہے. جس خلافت میں دینی حکومت کا ہونا لازمی ہے. اُنہی سے بیعت رضوان لی جاتی ہے اور یہی رضی اللہ عنہم کہلاتے ہیں۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ۱ آیت پاک قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ (۲:۹۷) قرآن کریم میں آیا ہے کہ جبرئیل کا دشمن اللہ کا دشمن ہے. چونکہ جبرئیل کا نزول سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا ہے. تمام انبیاء پر وحی حیوانات کی صورتوں میں ہوئی تھی. جیسے کہ انجیل میں ہے عیسیٰ علیہ السّلام پر کبوتر کی شکل میں وحی نازل ہوتی تھی. دیگر انبیاء کا بھی یہی حال ہے. حضور اکرمؐ کی وحی لانے والا جبرئیل انسانی شکل والا ہے. ایک مرتبہ حضورؐ نے جبرئیل کو داحیہ کلبیؓ کی صورت میں صحابہؓ کو دکھایا. گویا آپؐ نے نور کو عدم سے وجود میں لاکر دکھلایا. جبرئیل کے ماتحت چھ سو فرشتے ہیں جو کلام مصدّق لیکر اُترا یعنی قرآن کریم نے تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کی اور حضور اکرمؐ نے تمام انبیاء کی تصدیق کی. ذات اپنی صفات کی تصدیق کیا کرتی ہے. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی پر جبرئیل نازل نہیں ہوا. کب کسی نبی نے اپنے پچھلے نبی کی تصدیق کی کہ جس سے اس کا کلام مُصدّق کہلائے۔

۲ قرآن کریم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر خطاب کیا ہے کسی اور نبی کو اَیُّهَا النَّبِیُّ کی خطابت نہیں آئی. آپؐ بظاہر نبیوں میں نبی ہیں لیکن آپؐ کے سوا کسی اور کو خاتم النّبیّن نہیں کہا گیا. اس کی مثال ایسی ہے کہ جسطرح سارے مخلوقاتِ عالم میں جان ہے اور انسان میں بھی ہے، بحیثیت جان انسان سب میں مشترک ہے لیکن یہ اُس کا منصب نہیں ہے اُس کا منصب انسان ہونا ہے اسی طرح حضور سرور عالمؐ کا نام بظاہر نبیوں میں نبی ہے لیکن یہ آپؐ کا منصب نہیں ہے. آپؐ کا منصب خاتم النّبیین ہونا ہے. اسی لئے آپؐ کو الف لام معرفہ کے ساتھ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ پکارا گیا. تمام انبیاء روح کے نام لیوا تھے. آپؐ مجسم روح ہیں. انبیاء کی امتوں کو کہا گیا ہے جبکہ انھوں نے سوال کیا تھا یَسْئَلُونَکَ عَنِ الرُّوْحِ یعنی روح کیا چیز ہے جواب ملا مَآ اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنی تم کو روح نہیں دی گئی بلکہ روح میں سے کچھ تھوڑا سا علم دیا گیا ہے. انبیائے ماسبق کی امتوں کا حضورؐ سے روح کے متعلق سوال کرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ روح کے متعلق سنتے چلے آرہے تھے یعنی اُن کے انبیاء نے ان کو بتلا دیا تھا کہ جامعیت والی ہستی آنے والی ہے جس طرح نفس انسان میں چوراسی لاکھ جانوں کی جامعیت ہے. اِسی طرح حضورؐ کے ایمان میں تمام انبیاء کے ایمان کی جامعیت ہے اور یہی جامعیت والا ایمان آپؐ کی امت کو نصیب ہوا. کہا گیا اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یعنی آپؐ کی امت نہ صرف آپؐ پر ایمان لانے سے آپؐ کے ہمرنگ ہوئی بلکہ آپؐ سے پہلے تمام انبیاء کا ایمان بھی اُنکے سینوں میں جمع ہے. ایک دوسری آیت ہے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ جس طرح حضور اکرم صلعم اپنے نزول پر آپ ایمان لاتے ہیں اسی طرح مومن بھی اُسکے نزول پر اس کے ساتھ مشترک ہیں. قرآن کریم میں آپؐ کا اور آپؐ کے امتی کا ایک ہی مقام بتلایا گیا ہے. ایک جگہ آیا ہے قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ --- کے علاوہ کئی اور نبیوں کا تذکرہ کرکے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۳:۸۴) کہا گیا ہے. یعنی آپؐ کا مقام ہی یہ ہے کہ آپؐ تمام انبیاء کے ایمان کو اپنے سینے میں جگہ دیتے ہیں اور کسی نبی میں اس امر کا کوئی فرق نہیں کرتے کہ ان میں سے کسی نبی پر ایمان نہ لایا جائے گویا کہ تمام نبیوں پر ایمان لانا اور ان کی جامعیت کو اپنے وجود سے پیش کرنا ہی مقامِ مسلم ٹھیرا اسی طرح آپؐ کی امت کو حکم (باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۲)

وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (۳:۴۷) فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ (۶۹:۴۰)

عمّامۂ شاہِ سرفراز میں قضا و قدر کا فیصلہ

کیا زیب سر جب نبیؐ نے عمامہ ۔ تو جبرئیل کو سامنے اپنے دیکھا
یہ جبریل سے سرورِدیں نے پوچھا ۔ کہاں سے ہو لاتے وحیِ مُجلّاء
کہ ہے حق و باطل کا تبیان جس میں
ہے ختمِ نبوتؐ کا عرفان جس میں (۷۸)

جواباً یہ جبرئیلؑ حضرتؐ سے بولے ۔ اک آواز آتی ہے کانوں میں میرے
وہ آتی ہے واللّٰهُ اَعْلَمْ کہاں سے ۔ کہ رہتے ہیں حائل کئی لاکھ پردے
یہ کیا راز ہے اس سے واقف نہیں ہوں
بتاؤں میں کیا جس سے واقف نہیں ہوں (۷۹)

جو سُنتا وہاں ہوں سُنا تا یہاں ہوں جو پا تا وہاں ہوں وہ لاتا یہاں ہوں
کہا! سُن اخی میں دکھاتا یہاں ہوں حجابات سارے اُٹھاتا یہاں ہوں
بس اب دیکھ جا کر کُھلے در ہیں سارے
حجابات جو تھے وہ اظہر ہیں سارے (۸۰)

پلٹ کر جو روحُ الامیں پھر گئے ہیں تو دیکھا کہ وحدت کے سب در کُھلے ہیں
حجابات حائل جو تھے سب اُٹھے ہیں خُدا تو نہیں ہے محمدؐ کھڑے ہیں
عمامہ کھڑے باندھتے ہیں وہ سر پر
عمامہ قضاءؔ۲ اور سر ہے مقدر (۸۱)

جو دیکھا وہاں، ہیں وہی جلوہ فرما وحی کرتے قرآن کی ہیں وہ اِلقا
وہی حکم دیتے ہیں جبریل لے جا یہ میری وحی میرے پیارے کو پہونچا
تو جبریل بولے ہے سِرُّ عظیمُ
ہے واللہ یہ قولِ رسولٌ کریمُ (۸۲)

① یہ مقامِ وحدت ہے کہ جہاں جبرئیل کہہ اُٹھے کہ یہ وحی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی قول ہے. دراصل یہاں دوئی کا احتمال شرک ہے آیت پاک ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیمٍ دوسری آیت ہے یُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُوْلِہٖ وَاُوْلٰئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حقًّا تیسری جگہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ آیا ہے. ترجمہ اوّل الذّکر آیت کا. جو رسولوں اور اللہ کے درمیان فرق کرتے ہیں. درحقیقت وہی کافر ہیں. اور جو رسول کی اطاعت کرے وہ اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔

② حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج سے قضاء وقدر کا مسئلہ حل کر دیا ہے. پچھلے ہزار سال میں اس پر لاکھوں بحثیں ہوئی ہیں لیکن یہ مسئلہ بحثوں میں الجھنے کا نہیں ہے. بلکہ ایک عملی کیفیت کا حامل ہے. حضورؐ کے عمل سے واضح ہوتا ہے کہ جبرئیل نے آپؐ کو سدرۃ المنتہٰی پر شملہ باندھتے ہوئے دیکھا جسکو میں نے تفصیل سے اشعار کی صورت میں پیش کیا ہے. جس حالت میں جبرئیل نے آپؐ کو شملہ باندھتے ہوئے دیکھا اُسی حالت میں افق اعلیٰ میں بھی جھانک کر دیکھا. ہر دو جگہ حضورؐ ہی کھڑے تھے. شملہ کیا ہے اور اس کو کھول کر باندھنا کیا معنی رکھتا ہے اور اس کا معراج سے کیا تعلق ہے؟ میرے نزدیک حضورؐ کا عمامہ قضاء ہے اور سرِ مبارک قدر ہے. ایک مشہور کہاوت ہے ''سر سلامت پگڑیاں ہزار'' یعنی خیر القرون کے تین صدیوں کے بعد والا زمانہ جو فیج اعوج کہلاتا ہے اُسکی مدت قرآن کریم میں ''اَلْفَ سَنَةٍ'' یعنی ایک ہزار سال ہے. یہی وہ زمانہ ہے جو ہزار پگڑیوں کے مماثل ہے. چنانچہ جب یہ دور کہ جسمیں اولیاءاللہ بکثرت آتے ہیں ختم ہو جاتا ہے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک لوٹ آتا ہے. اسی لئے مسلمانوں میں ''سر سلامت پگڑیاں ہزار'' کی کہاوت چلی آرہی ہے. پس یہ ایک یادگار ہے جو اپنے پروردگار کی نشاندہی کرتی ہے اور باطن میں حضورؐ کی دستارِ فضیلت کی اہمیت کو واضح کرتی ہے. حدیث میں ہے کہ ایک دن حضورؐ ایک غار کے پاس سے گذر رہے تھے جہاں پتھر گرنے کو تھا تو آپؐ دوڑ کر ذرا آگے نکل گئے. کسی شخص نے کہا اَتَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللّٰہِ کیا آپؐ اللہ کی قضا سے بھاگتے ہیں. تو آپؐ نے فرمایا اَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللّٰہِ اِلٰی قَدْرِ اللّٰہ یعنی میں اللہ کی قضا سے اُس کی قدر کی طرف بھاگتا ہوں. اس سے ظاہر ہے کہ قدر قضا سے پہلے ہے. پہلے اندازہ ہے بعد اس کا حکم یا تعمیل ہے اللہ پاک نے کہا ہے وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فیکون (۳:۴۷) اور جب کوئی حکم جاری کرنا ہوتا ہے تو صرف اُسے کہہ دیتا ہے کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے. قدر چونکہ قضا سے پہلے ہے اس لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے لِیَقْضِیَ اللّٰه امراً کَانَ مَفْعُوْلاً جب وہ کسی چیز کا حکم نافذ کرتا ہے تو پہلے ہی سے وہ مفعول ہوا رہتا ہے اِس اعتبار سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی دستار سوا لاکھ انبیاء کی صورت میں ہے. انبیائے ماسبق ایک لاکھ چوبیس ہزار لپیٹ کی صورت میں آپکی دستارِ فضیلت میں موجود ہیں. جب آپؐ کی دستار کھل جاتی ہے تو پھر تمام انبیاء پھیل جاتے ہیں. آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء آپؐ کی دستار کی چکریں تھیں. ایک مرتبہ آپؐ نے عرب کی سرزمین میں طلوع فرما کر شملہ باندھا تو وہ سر شاہِ سرفراز کہلایا. کسی نبی کو بجز آپ کے شاہِ سرفراز نہیں کہا گیا. تمام انبیاء کے سر آپؐ کے سامنے جھک گئے. دورِ جزئیت میں ایک مرتبہ عمامۂ شاہ سرفراز کھل چکا تھا تو وہ سوا لاکھ انبیاء کی صورت میں طویل ہو گیا تھا. کنزِ مخفی سے جب آپؐ عالمِ شہادت میں آئے تو تمام انبیاء سرِ مبارک پر ایک ہی شملہ کی صورت میں نظر آئے. انبیائے ماسبق کا زمانہ آپؐ کے عمامہ باندھنے کی مدت کو ظاہر کرتا ہے یعنی لاکھوں برس تک وہ شملہ لپیٹا جا رہا تھا. جبرئیل نے پھر ایک مرتبہ عمامہ کو کھلا ہوا دیکھا جو مکرر باندھا جا رہا تھا اس میں ایک دوسرے دور کی بشارت تھی یعنی بیت الھدیٰ میں عمامہ کا سر پر بندھا ہوا رہنا اسلام کی ابتداء تھی. کھول کر مکرّر باندھنا اعادہ اسلام کی بشارت تھی یعنی وہ عمامہ جو کھلا تھا دراصل پچھلے ایک ہزار سال والے زمانۂ فیج اعوج کا اظہار تھا جسمیں اولیاءاللہ بکثرت آئے. یہ سب اسی عمامہ کے ایکہزار چکر تھے ابتداء میں لاکھوں برس گذرے اور اعادہ میں عمامہ مکمل باندھے.....

جانیکی مدت صرف ایکہزارسال ہوئی. ابتدائے اسلام میں آپؐ کے شملہ کی آخری لپیٹ مسیح ناصری تھے جنہوں نے روما کی حکومت سے ٹکرلی اعادہ اسلام میں آپؐ کے شملہ کی آخری لپیٹ مسیح محمدی ہیں جنہوں نے دجّالی حکومت سے ٹکر لی اور کسرِ صلیب کا کام انجام دیا. پس یہی ایک وجود ہے جوآپؐ کے سر کے شملہ کے پورے باندھے جانے کی شہادت دیتا ہے. گذشتہ اقوام نے اور پچھلے ایکہزارسال والے مسلمانوں نے اپنے دور جزئیت میں شملہ کی ایک ہی لپیٹ کوحضورؐ کی دستارِفضیلت سمجھ لیااور قیاس کیا کہ حضور سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی سر مبارک ہے حالانکہ آپؐ کے سرمبارک میں سوالا کھ انبیاء کے نور کی جھلک ہے. یعنی آپؐ ذات سے آتے ہیں تو تمام انبیاء کا سودا سر میں رہتا ہے. ایسانہ انبیاء کے زمانہ میں ہوااور نہ پچھلے ایکہزارسال والے زمانے میں نظر آیا. وہ دور بھی قومیت کا تھا یہ دور بھی لِھٰذِہِ الْاُمَّۃُ کا تھا. اعضائے اسلام کی ربوبیت ان تمام کا نصب العین تھا تمنا انبیاء کو بھی تھی اور اولیاء اللہ کو بھی لیکن مقدر یہی تھا کہ وہ ذات اپنی قضاء پوری کر کے وقت پر آئے. اسی تمنا میں یوسف علیہ السلام کی امت نے اپنے نبی کی معمولی سی نورانی جھلک کو دیکھ کر خاتم النبین کا تصور کیااور کہا لن یبعث اللّٰہُ مِنْ بَعْدِہٖ رسولًا یعنی یوسف علیہ السلام کے بعد کوئی رسول ہی نہیں آیگا. اسی طرح بعض اولیاء اللہ بھی پکار اُٹھے "مصطفٰے باز بیائید ہمہ ایماں آرید" یعنی مصطفٰے دوبارہ آئے ہیں ایمان لاؤ لیکن قضاء وقدر اٹل ہے.

عمامہ کُھلا تھا رسولؐ خُدا کا قضا و قدر کا کُھلا فیصلہ تھا
عمامے کو سرکارؐ نے پھر سے باندھا کیا اس حقیقت کی جانب اشارہ
وہی سر محمدؐ کا جو تھا رہے گا
یہ شملہ ہمیشہ بدلتا رہے گا (۸۳)

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (۵۳:۱۷)

سِدرۃُالمنتھٰی پر جبرئیل اور بُرّاق کا رُک جانا

یہ جبریل بولے نہ میں اب بڑھونگا بُراق اب رُکی ہے تو میں بھی رُکونگا
یہاں سے نہ اب آگے میں چل سکونگا کہ آگے بڑھونگا تو میں جل مرونگا
ہے اب آگے کیا اور میں بے خبر ہوں
یہیں تک حضورؐ آپ کا ہمسفر ہوں (۸۴)

یہ مقدرات بندھے ہوئے ہیں کسی نبی نے اپنی صحبت میں تمام انبیاء کا کمال اپنی امت میں نہیں دکھایا اور نہ مثیل انبیاء بنائے. اسی طرح پچھلے ایکہزار سال میں کسی ولی نے اپنی صحبت سے وارث انبیاء کی جماعت تیار نہیں کی. وہ خود مثیل نبی تھے. بعض دفعہ ایک ولی میں کئی نبیوں کی مماثلتیں نظر آئیں لیکن حاشر الانبیاء اور حاشر الانسان بنکر نہ کوئی نبی آیا اور نہ کوئی ولی. اس لئے کہ یہ قضاء وقدر کا معاملہ ہے شملہ کے کھلنے اور باندھے جانے کی ایک مدت معیّن ہے جسکو خود حضورؐ نے بتلایا ہے تو اب ہمیشہ حضورؐ کا سر سلامت ہے اور پگڑیاں بدلتی جائیں گی. یعنی ہر تیرہ سو سال کے بعد سر مبارک عود کرے گا. تمام انبیاء کی جامعیت والا سر وہی ہوگا. اس کا کام وہی ہوگا. شان وہی ہوگی اور حال وہی ہوگا شملہ یعنی ظاہری جسم اور محل وقوع بدلتا جائیگا. آیتِ پاک ہے وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّکَانَ اٰیَةٍ. ہم آیت کو آیت کے مکان سے بدلتے ہیں. یعنی حضورؐ کا وجود مبارک ذات باری تعالےٰ تک پہنچنے کا نشان ہے جسکو آیت کہا گیا ہے. نشانات اور اصول سب وہی رہنگے. وہی تبلیغ وہی ہجرت وہی غزوات وہی غلبہ. لیکن مکہ، مدینہ اور اُن کی گلیاں نہیں رہینگی یعنی جگہ بدلتی جائے گی. یہ ایک عجیب بات ہے کہ خیر القرون کی تین صدیوں کے بعد مسلمانوں میں تحصیل علم کا معیار دستارِفضیلت کا باندھنا سمجھا گیا. چنانچہ ہزاروں عربی زبان وعلوم کے جامعہ قائم کئے گئے اور ہر جگہ یہی ہوتا رہا اور ابتک ہور ہا ہے کہ ہر سال فارغ التحصیل طالبِ علم کو جامعہ سے دستارِفضیلت باندھی جاتی ہے. یہ اس لئے کہ وہ یہ عوام پر ثابت کرے کہ وہ علمِ قرآن و فقہ سے مزیّن ہے. اور اس کے سر میں بھی وہی سودا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں تھا لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہور ہا ہے. قرآن کریم کی تعلیم کچھ اور ہے اور طلبا ان مدارس سے کچھ اور حاصل کرتے ہیں. بات دراصل یہ ہے کہ یہ جذبہ مسلمانوں میں صرف آنے والے موعود یعنی دستارِفضیلت والے محمد عربی کہ جنکے سر میں قرآنِ کریم کا سودا ہے اُن کی یادگار میں تھا. چنانچہ جب وہ علی حال سر پر سبز عمامہ اور بغل میں کمبل، زبان پر کلمہ طیبہ، دل میں اسلام کی تبلیغ کا جوش، اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی تصویر بن کر آئے تو اُس کے سامنے اپنا سر جھکا دینا لیکن یادگار والے اپنے پروردگار کو بھول گئے. اصل کو چھوڑ دیئے اور ظل کو اصل سمجھنے لگے. میں بہ بانگِ دُہل کہتا ہوں کہ وہ سرِ بے نیاز عمامہ شاہ سرفراز باندھے ہوئے. وہی سر اور سر میں بھی وہی سودا لئے ہوئے حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور بہ لباسِ دیگر جلوہ افروز ہوئے ہیں پس یہی معراج ہے جسکو حضورؐ نے دیکھا تھا کہ جہاں جبرئیل بھی دنگ ہو کر رہ گئے تھے. چنانچہ یہی حقیقت تھی آپؐ کے شملہ کے کھلنے ....

اورمکرّر باندھے جانے کی قرآن کریم نے اسی حقیقت کومندرجہ ذیل آیت میں بیان فرمایا ہے فَلا اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لا تُبْصِرُوْنَ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۶۹:۴۰) اللہ پاک نے صحابہؓ سے خطاب کر کے حضور سرورِ عالم صلعم کے مقامِ شہود کی قسم کھائی ہے اور صاف طور پر بتلایا ہے کہ تم جو کچھ بھی دیکھتے ہو اور وہ بھی جو تم نہیں دیکھتے. یقیناً وہ رسولِ کریم ہی کا قول ہے. یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ حضورؐ نے وحی جلی یعنی قرآنِ کریم کی وحی کو داحیہ کلبیؓ کی صورت میں صحابہؓ کو دکھلایا. گویا کہ آپؐ کا جبرئیل انسانی صورت میں نازل ہوتا تھا. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو قلبِ جبرئیل فرمایا. حدیث میں آیا ہے مَثَلُكَ يَا عُمَرُ فِي الْمَلَائِكَةِ كَمَثَلِ جِبْرِيلَ يُنَزِّلُ بِالشِّدَّةِ وَالْبَاسِ وَالنَّعْهَةِ عَلٰى اَعْدَآءِ اللّٰهِ (کنز العمال جلد۶ صفحہ۱۴۴) اے عمر تیری مثال ملائکہ میں جبرئیل کی ہے جو سختی اور جنگ نازل کرتا ہے اور اللہ کے دشمنوں پر عذاب نازل کرتا ہے. حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی صحبت میں ایک سے زائد وجودوں کو جبرئیل کے قلوب فرمانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ عالمِ غیب میں ہر صحابی روح الامین کے قلب کی تصویر کامل تھا. بسا اوقات حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کے تخیلات کا مظہر بنکر حضورؐ پر وحی نازل ہوتی تھی. شراب، جوا، ترکہ وغیرہ کے احکامات حضرت عمرؓ ہی کے قلب کا آئینہ ہیں. حضورؐ کے قلب سے صحابہؓ کے اتّصالِ قلب کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے.

یہ بازو میرے اب نہیں آگے چلتے　　سنبھالے سے بھی اب نہیں ہیں سنبھلتے
ہیں نورِ مُعلّٰے سے شعلے نکلتے　　جو لغزش ذرا ہو تو سب پر ہیں جلتے

عجب ہے تجلّی عجب ہے چمک بھی
نہیں دیکھ سکتا میں اُسکی جھلک بھی　　(۸۵)

کہا سُن کے طٰہٰ نے اے جبرئیلؑ　　یہ ناگاہ کیا بات تُم نے سُنائی
کوئی چھوڑتا ہے کہیں ساتھ یوں بھی　　اخی! کیا یہی رسم ہے دوستی کی؟

تھکن نور[1] نے کی ہے محسوس یکسر
محمدؐ کو بڑھتے ہوئے آگے پا کر　　(۸۶)

وہاں پہونچی ہستی رسولِ خداؐ کی　　نہ تھی جس جگا انبیاء کی رسائی
جو منزل خیالات سے ماوریٰ تھی　　وہاں آپؐ نے اپنی تصویر[2] دیکھی

یکایک خیال اُنکو اُمت کا آیا
جو دیکھا پلٹ کر تو موجود پایا　　(۸۷)

یا یوں سمجھئے کہ روح الامین جو کبھی غیب میں وحی کرتے ہیں وہی روح حلقہ صحابہؓ کی صورت میں جلوہ گر ہوئی. حضورؐ کا وجود مرکزِ وحی بنا ہوا نزولِ قرآن کی دو تصویریں پیش کر رہا ہے جسکو غیب وشہادت کہتے ہیں. یعنی عالمِ غیب میں جو بھی آپؐ سنتے ہیں وہ عالمِ شہادت میں پاتے ہیں فَلَا اُقْسِمُ میں اللہ پاک نے اسی حقیقت کی قسم کھائی ہے اور بِمَا تُبْصِرُون کو بصارتِ عینی قرار دیا ہے اور مَالَا تُبْصِرُون کو سماعی کیفیت قرار دیکر عالمِ حجاب کو رویت میں لایا اور دونوں جگہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رسولٍ کریم فرمایا یعنی جبرئیل جو کچھ حضورؐ کو سناتے اور صحابہؓ سے بھی جو کچھ آپؐ سنتے دونوں عالم آپکے قول وعمل کے ایک ہی حقیقت کا اظہار ہیں. پس یہ کمالِ روحانی کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا ملاحظہ ہو نقشۂ اُفقِ اعلٰی جسمیں جبرئیل داحیہ کلبیؓ کی صورت میں جھانک رہے ہیں اور حیرت زدہ ہیں کہ رسول اللہؐ کے غیب و شہادت کی دونوں تصویریں ایک ہی ہیں. اور استعجاب سے پکار اٹھتے ہیں اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ.

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

۱ تھکاوٹ میں نور کا آنا یہ جبرئیل کی صورت تھی. دراصل یہ آسمانوں کا دورہ ختم ہونا تھا. تجلّیات کی طرف آپؐ بڑھے برّاق اور جبرئیل یہیں ٹھیر گئے. رفرف سواری بن کر آپؐ کی خدمت میں آئی. یہ موٹے نفس کی صورت تھی جو اپنے تمکنت میں انسانوں پر حکومت چلا رہی تھی. بادشاہوں کے تخت آپؐ کے قدموں کے نیچے آ گئے. اس مقام پر آپؐ کی امت بھی آپؐ کے ہمراہ تھی۔

۲ حدیث خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلٰى صُوْرَتِ الرَّحْمٰنِ. انسان جب احسن صورت اور احسن تقویم والا ہے تو ان انسانوں میں کامل انسان اور کاملوں میں اکمل انسان کس کی صورت میں ہوگا. وہ صورت اللہ کی ہے اور صورت کا نقش بھی اللہ ہی کا ہوگا. یہی تو ہے کہ جب انسان سجدہ میں جاتا ہے یعنی دنیا سے گم ہو جاتا ہے تو وہاں اللہ ہی ہو کر رہتا ہے. گفتہ اُو گفتہ اللہ بود۔

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ (۵۵:۷۶)

حضورِ اکرم صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلم کا عرشِ بریں پر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت بلالؓ کو دیکھنا

وہ رفرف سے عرشِ بریں پر ہیں پہونچے　　تھے حیراں کھڑاوؤں کی آواز سُنکے
وہ جیسے ہی بڑھنے لگے اور آگے　　بلالؓ آئے اتنے میں خود مُسکراتے

تو عرشِ بریں جھوم اُٹھا خوشی سے
قدم چومنے کو بلالِؓ تقی کے　　(۸۸)

یکایک پھر آواز صدیقؓ آئی　　وہیں پھر عمرؓ کی بھی تلوار پائی
اُسی جا علیؓ نے ہتھیلی دکھائی　　کہ تھا جس پہ کُندہ یہ ہے کبریائی

یدُاللہ بھی ہے یہ کفٌ مُنقش[۲]
وجودِ علیؓ ہے یہ کفُ مُنقّش　　(۸۹)

بالآخر وہ قربتؐ[۳] کی منزل بھی آئی　　کہا حق تعالیٰ نے اے مُصطفائی
بجز تیرے مُجھ تک ہے کس کی رسائی　　ہے تیرے حوالے یہ ساری خُدائی

نہ پردہ ہے تُجھ سے نہ ہے کوئی بُعدت
مَیں شیدا ہوں تیرا تو ہے میری رویت　　(۹۰)

نہ تھا کچھ تعیُّن نہ خاک کے بنے تھے　　عبارت بنی تھی نہ کلمے بنے تھے
زمیں آسماں اور نہ خلیے بنے تھے　　نہ صورت تھی کوئی نہ پُتلے بنے تھے

مکان و مکیں تھے نہ عرشِ بریں تھا
نہ روحُ الامیں تھے نہ فرشِ زمیں تھا　　(۹۱)

نہ رفتار دن کی نہ شمس و قمر تھے　　نہ طوفاں نہ موجیں نہ یہ بحر و بر تھے
چرندے پرندے نہ سنگ و شجر تھے　　نہ لوح و قلم تھے نہ جن و بشر تھے

اَحد اور احمدؐ جو یکجا ہوئے ہیں
تو یہ دونوں عالم ہویدا ہوئے ہیں　　(۹۲)

---

(۱) جب رفرف کی سواری تھک گئی تو مقامِ عرشِ بریں آیا. وہاں حضرت بلالؓ نظر آئے وہ یہ کہ ایک حبشی قوم جو غلام قوم کہلاتی تھی اس میں ایک وجود آپؐ کی صحبت سے ایسا تیار ہوا کہ جس کے دل سے حکومت کی خواہش چلی گئی یہ خواہش انبیائے ماسبق کے دل سے نہیں گئی تھی. سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ. یوسف علیہ السلام نے تخت پر بیٹھتے ہوئے رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا کا سماں پیدا کردیا تھا. اللہ اللہ ایک حبشی بلالؓ اور وہ بھی غلام آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے عرش پر کھڑاویں پہنے چل رہا ہے' اور حکومت کی خواہش دل سے نکل جاتی ہے. وہی مٹی کا ڈھیلا سرہانے ہے یہی وجہ ہے کہ آپ رفرف سے آگے عرشِ بریں پر نظر آئے۔ (۲) کَفُّ مُنَقّش حدیثوں کی بنا پر ہے یُدْنِی مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ كَفٌّ مُنَقَّشٌ يشير اِلَى الْمَهْدِيْ لِلْبَيْعَتِهٖ ایک ہتھیلی آسمان سے قریب ہوگی وہ نقش والی ہوگی وہ مہدی کے ہاتھ پر بیعت کے لئے اشارہ کرے گی. یہ مہدی آخر زمانے میں آئے گا. حضرت علیؓ کی اولاد سے ہوگا. اُسکی ہتھیلی میں ایک خاص نقش ہوگا. یعنی حضرت علیؓ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں کام کریگا اور دادِ شجاعت دکھائے گا. دنیا کا نقشہ اپنی نقش والی ہتھیلی سے بدل ڈالے گا۔

(۳) قربت مقامِ احدیت ہے اور مقامِ احدیت کو اللہ پاک نے سورہ اخلاص میں بیان کیا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اِس آیت میں قُلِ اللّٰه نہیں آیا اس آیت میں هُوَ ضمیر شان ہے جو حضورؐ کے لئے آئی ہے یعنی کہہ دو اے محمدؐ وہ اللہ اپنی صفت میں احد ہے. لفظ ''وہ'' حضور ﷺ کی ذات کی طرف اشارہ ہے اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اخبار کا ایڈیٹر کمال والا ہے تو اس عبارت میں کسی ایک ایڈیٹر پر بھی اس کے کمال کا احتمال ہوگا لیکن اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ ایڈیٹر کمال والا ہے تو عبارت مخصوص ہوجائیگی. اس طرح لفظ وہ یعنی ''ھـــو'' کی ضمیر نے حضورؐ کو مخصوص کردیا ہے یعنی آپؐ ہی کی ذات مقامِ احدیت میں جلوہ افروز ہے اسی لئے آپؐ کو تمام انبیاء میں ممتاز کیگئی آنحضرتؐ یعنی وہ حضرت کہا جاتا ہے چنانچہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ ....

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی (۴۷:۱۵)

عرشِ بریں پر شہد شراب اور دودھ کے پیالوں کا پیش کیا جانا

رسولِ خُدا جب سرِ عرش پہونچے تو خیرُ الوریٰ کے یہ سب سامنے تھے
شراب ولبن عسل[۱] کے تھے کٹورے پیا آپؐ نے ساغرِ شیر اُٹھا کے
مئے وعسل کو اس لئے تو نہ دیکھا
کہ اک حُبِّ دنیا تھی اِک عیشِ دنیا (۹۳)

جو ایک اِک مئے وعسل کا جام تھا وہ حقیقت میں عشرت کا پیغام تھا وہ
لبن کا جو ساغر تھا اسلام تھا وہ کہ ماحیِ[۲] اوثان واصنام تھا وہ
مئے وعسل سے اسلئے مُنہ کو موڑا
لیا آپؐ نے دین ودُنیا کا جوڑا (۹۴)

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ہُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (۳۳:۴۳)

درود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت پر

یتیم آپؐ ایسے ہیں اُمُّ القریٰ[۳] میں سرِعرش پہونچے ہیں قربِ خُدا میں
پڑھی حق نے صلوات جو ابتدا میں تو آوازِ حق گونج اُٹھی خلا میں
کہا حق نے یہ ہے مقامِ مُصلّے
یہ عرشِ مُعلّے ہے عرشِ مُعلّے (۹۵)

صلوٰۃ آپؐ پر فرض جب ہو چکی تھی دُبارا ہوا کیوں یہ پھر امرِ ربی
یقیناً حقیقت یہ تھی اس میں مخفی صلوٰۃِ بدا پھر اعادے میں ہوگی
اب اسلام پھیلا ہے وُسطیٰ میں جیسے
وہی دین پھیلے گا اقصےٰ میں آگے (۹۶)

اَحَـدُ میں اللہ پاک نے آپ کو اپنا ہمشکل ثابت کیا ہے. جس طرح آپؐ کی ذات تمام انبیاء میں ممتاز ہے اور کہیں آپؐ کی مثال نہیں ملتی اسی طرح قرآن کریم کا تمام دنیا کی الہامی کتابوں کو چیلنج Challenge ہے پہلے تو قرآن کریم نے عَلٰی اَنْ یَاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ کا دعویٰ کیا یعنی لائے اگر کہیں ایسا قرآن ہے اور اگر وہ نہیں لا سکتے تو دوسرا چیلنج فَاْتُوْا بِاَشْرَةٍ کہا کہ کم ازکم دس سورہ تو بنالاؤ اور اگر یہ بھی نہ کرسکو تو کہا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ یعنی ایک سورہ تو کم ازکم بنالاؤ اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کہا فَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖ یعنی ایک بات تو مثال میں پیش کرو جسکو قرآن پیش کرتا ہے. اس کی مثال اس طرح دیجا سکتی ہے کہ ساری دنیا مل کر ایک درخت کی تخلیق تو کرسکے اور اگر تم درخت نہیں بنا سکتے تو کم ازکم اس درخت کی دس شاخیں تو بناؤ اور اگر یہ بھی نہ کرسکو تو کم ازکم ایک شاخ تو بنالاؤ اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو کم ازکم ایک پھول تو بنالاؤ. پھول نہ سہی اس کی ایک پنکھڑی تو بنالاؤ. چنانچہ قرآن کریم کی جامعیت اس کمال درجہ کی ہے کہ نہ حضورؐ کی کہیں مثال ہے اور نہ قرآن کریم جیسا کوئی کلام نازل ہوا ہے. حضورؐ کا اور قرآنِ پاک کا یہ دعویٰ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہے گا۔

۴ حدیث اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَكُلُّ شَیْءٍ مِّنْ نُّوْرِیْ یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر چیز میرے نور سے ہے. کنزِمخفی میں واجب الوجود اور وحدت الوجود کے ھُوئیت کا نقشہ تھا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا. وہ کیفیت انسان کے وہم وگمان سے باہر ہے. ہم کو اللہ کی معرفت صرف ذاتِ وحدت الوجود سے ہی ہوتی ہے. اللہ کیسا؟ ایسا ہے۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

۱ عَسَل کے معنی شہد کے ہیں اور مئے بمعنی شراب ہیں اور لبن بمعنی دودھ ہیں۔ ۲ ماحی اوثان واصنام وہ ہستی ہے جسکے ہاتھوں سے بت پرستی کا خاتمہ ہوجائے وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بابرکت ہے تمام انبیاء کے بت اُن کی امتوں نے بنائے لیکن آپؐ کا بت نہیں بنا اس لئے کہ توحید اکمل ہے، دین اکمل ہے اور نبوت اکمل ہے۔

۳ آیت پاک ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ یَوْمَ...

اَلۡجَمۡعِ لَارَیۡبَ فِیۡهِ (۴۲:۷) اس آیت میں اللہ پاک نے حضور سرور عالم ﷺ کے دوظہور بتلائے ہیں. آپ ؐ کا انذار اُمُّ القریٰ میں پہلے ہوگا اور دوسرا انذار اسکے ماحول اور اطراف کا ہے. عرب کی سرزمین مرکزی حیثیت رکھتی ہے جس کو سارے شہروں کی ماں یا جڑ و بنیاد کی حیثیت دی گئی ہے اُسکے ماحول میں ساری انسانیت آجاتی ہے اور سارے شہر اسی مرکزیت سے وابستہ رہنے کی بشارت ہے. حضورؐ کا ماحول صحابہؓ سے گھرا ہوا ہے جو وارث انبیاء ہیں. پس اسی ماحول میں آپ ؐ رہتے ہیں اور آپ ؐ جب کبھی تشریف لاتے ہیں تو اپنے اسی ماحول کو ساتھ لاتے ہیں. آپ ؐ اِن سے کبھی جُدا نہیں ہوتے. جس طرح عرب کی مرکزیت تمام شہروں کو اپنے ہمراہ رکھتی ہے اسی طرح حضورؐ کی بعثت تمام انبیاء کو اپنے ہمراہ رکھتی ہے. شہروں کو شہر نے جمع کیا نبیوں کو نبیؐ نے جمع کیا. انسان کسی مقام پر جائے لیکن زمین کی گولائی کی وجہ سے وہ اپنے اُسی مقام پر لوٹ آئے گا کہ جہاں سے وہ چلا تھا بشرطیکہ وہ ایک خط مستقیم پر چلے. اسی طرح حضور سرور عالم ﷺ انبیاء کی صورت میں تمام دنیا کے شہروں اور قریوں کو ڈراتے ہوئے اپنے مرکزِ اسلام امّ القریٰ یعنی عرب کی زمین پر پہلی مرتبہ لوٹ آتے ہیں لیکن یہ عمل ایک ہی مرتبہ تک محدود نہ رہا زمین اپنے محور پر جس طرح گھومتی ہے اسی طرح ہر چیز متحرّک ہے تو پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ ذاتِ واجب الوجود پر جمود طاری ہو. چنانچہ اسی لئے فرمایا کہ وہی ذات جو عرب میں مطلع الفجر بن کر ظہور پذیر ہوئی وہ پھر ایک دوسرے موقع پر اپنا دور لگا کر اپنے مرکز پر آجائیگی وہ ہے آپ ؐ کا مرکزی مقام جس کو قرآنِ کریم نے کہا اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ (۲۸:۸۵) یعنی اے محمدؐ تجھ پر قرآن فرض کیا گیا ہے اور وہ صرف اس لئے کہ وہ خلّاقِ دوعالم تجھے اپنے معاد یعنی لوٹنے کی جگہ پر بار بار لائیگا. لفظ معاد ظرف کی کیفیت رکھتا ہے اس کا مادّہ عَوۡد ہے. اِس سے اعادہ ہے. حضورؐ نے خود فرمایا ہے بَدَاءَ الۡاِسۡلَامُ غَرِیۡباً سَیَعُوۡدُ غَرِیۡباً یعنی اسلام کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اور اگر یہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئیگا تو غریبوں کی صورت میں آئیگا لفظ غریباً حال واقع ہوا ہے غریب مسافر کو کہتے ہیں. عربی میں غُراب کوّے کو کہتے ہیں اسلئے کہ وہ اپنے نام کی خاصیت میں عام لوگوں کی نظروں سے کہیں دور نکل جاتا ہے اسی لئے مسافر کو غریب کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے وطن سے کہیں دور نکل جاتا ہے. سورج کو ہم روز غروب ہوتا ہوا دیکھتے ہیں گویا کہ وہ ایسا مسافر ہے کہ ہم اُس کو ہر روز ہماری نظروں سے دور اوجھل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں پس اب صحابہؓ کو غریب کہہ کر اس کے معنی افلاس اور تنگی کر کے یہ خیال کرنا کہ اسلام مفلس اور گداگری کی حالت میں پھیلا غلط ہے. اس حدیث کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اسلام کی ابتداء ایسے مسافروں سے ہوئی ہے کہ جنہوں نے عرب سے نکل کر قیصر و کسریٰ کے حدود میں قدم رکھا اور اس سے آگے وہ ساری دینا میں پھیل گئے یہی وہ حقیقت ہے کہ اِس حدیث میں کہا گیا ہے اسلام کا اعادہ ایسے ہی مسافروں سے ہوگا جو صحابہؓ کے سے جذبات رکھتے ہیں اور اسلام کیلئے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر بغل میں قرآن لٹکائے ہوئے ساری دنیا میں پھیل جائیں گے. وہ مشائخین اور ملّاؤں کی طرح صرف اپنے گھروں میں ڈھیلا اور استنجا کے مسائل میں اُلجھ کر اپنی زندگی نہیں گذارینگے.

جب ایسے وجود کہ جن سے اسلام پھیلیگا اور دین اسلام کی حجّت قرنِ اوّل کی طرح قرنِ آخر میں ہوگی وہ کبھی عوام سے مخاطب ہونگے تو کبھی دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں سے ٹکرلیں گے اور کھلے طور پر انذار کریں گے. عدم قبولیتِ اسلام پر وہی بات پیش کرینگے جو صحابہ نے کسریٰ کے دربار میں پیش کی تھی. میں صاف کیوں نہ کہہ دوں کہ وہ آخری زمانہ کا گروہ کہ جس کی بشارت اِس حدیث میں ہے وہ یہی فقراء ہیں جو خانقاہِ سرور عالم آصف نگر حیدر آباد میں رہتے ہیں انھوں نے قیصرِ ہند کو دعوتِ اسلام دی لارڈ لینلتھگو سابق وزیر اعظم ہندوستان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت انہی جانباز مسافروں نے دی اور یہی وہ مسافر ہیں جنہوں نے ہندوستان کی تقسیم سے کچھ ہی دن پہلے ہندوستان کے چھ سو راجاؤں اور مہاراجاؤں کے دربار میں گھس کر اسلام کی حجّت پیش کی ہر مبلغ کی زبان پر وہی الفاظ تھے جو کبھی صحابہؓ نے کسریٰ کو سنائے تھے اور وہ یہ تھے ''اے مہاراجہ اگر تم اسلام قبول نہ کرو تو تمہاری رعایا کا بار خود تمہاری گردن پر ہوگا عدم قبولیتِ اسلام کے باعث نہ تمہارا تخت رہے گا اور نہ تاج''. اسلام کے دعوتی رقعوں کو لئے ہوئے مختلف وفدوں کی صورت میں تمام ہندوستان اور اس کے باہر ریاستِ نیپال کے راجہ کو تک دعوتِ اسلام دی گئی. ہم چونکہ لسانِ صدق کے حامل تھے اسلئے یہ حجت رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی. اچانک ہندوستان کی تقسیم ہوئی اور جمہوری دور آیا جس نے ہندوستان کے سارے راجاؤں اور نوابوں کو یک لخت بنیاد سے اکھاڑ پھینکدیا. اب نہ کہیں تخت ہے اور نہ تاج. یہ دوسرا انذار ہے اسلام کا جسکو قرآن کریم نے حضورؐ سے فرمایا تھا لِتُنۡذِرَ یَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَارَیۡبَ فِیۡهِ یہ دن وہ ہے جو جمعہ کا ہے جو ہفتہ کے ساتویں دن کے مماثل حضور سرور عالم ﷺ کے اپنے آدم سے ساتویں ہزار سال کا ہے وہ انذار پورا ہوا. یہ موعود دن اور موعود ہستی ہے جس نے اپنے مبلّغین اسلام کے ذریعہ سارے ہندوستان کو ڈرایا اور وہ ہستی حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرہٗ العزیز کی ہے. پس حضورؐ کا معاد ہر تیرہ سو سال کے بعد ظاہر ہوگا. حضورؐ معراج میں مسجدِ حرام سے نکل کر مسجدِ اقصیٰ پہنچے تھے. اس کے بعد وہیں لوٹ آئے جہاں سے وہ نکلے تھے. معراج کی یہ منزل تیس سال کی مسافت کے مساوی تھی جس کو خود حضورؐ نے ثَلٰثُوۡنَ سَنَه سے تعبیر فرمایا ہے. وہ معراج جسمانی و روحانی رنگ میں ہم فقراء اسلام سے پوری ہوئی. ہمارے کام کے تین مرحلے تبلیغ، ہجرت اور غزوات، دس، بیس، تیس برس میں طے ہوگئے. اور الہام حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرہٗ کا تھا جو پورا ہوا حضور سرور عالم ﷺ نے جنگِ خندق کے موقعہ پر دو کدال ماریں تھی جس میں آپ ؐ نے قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کی خوشخبری دی تھی قرنِ اوّل میں ہلاکتِ کسریٰ والی پیش گوئی حضرت عمرؓ سے پوری ہوئی اور ہلاکتِ .....

قیصر والی پیشگوئی ساڑے تیرہ سو سال بعد حضرت صدیق کے ذریعہ پوری ہوئی. وہ اِس طرح کہ قومِ انگریز جو قیصر ہند کہلاتی تھی آپ کی حجّت سے وہ اپنے مشرقی جزائر کھو بیٹھے. ہندوستان جنّت نشان اُن کے ہاتھوں سے نکل گیا. یہ دوسری کدال تھی جس نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دجّالی طاقت کو یہاں سے مار بھگایا. آج نہیں تو کل لیکن آنے والی نسلیں ضرور اِس مبین حقیقت کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکینگی جیسے کہ یوم الجمع میں تمام انبیاء کا اجتماع حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہوا تھا وہی دوبارہ اعادۂ اسلام کی صورت میں بوقتِ یومُ الجمعہ وارثِ انبیاء کی جماعت کے ساتھ لوٹ آیا اور سارے اولیاء اللہ کے جذبات ہمارے ساتھ کام کو لگ گئے. وہ اجتماعی منظر خانقاہِ سرورِ عالم کی صورت میں نظر آیا. جس کا دوسرا الہامی نام گلشنِ اولیاء بھی ہے. اِسی کو اللہ پاک نے اپنے الہام سے حضرت صدیق پر آشکارا کیا. ''دنیا کے سب محراب فسادی ہیں سوا اس کے'' یہی وجہ ہے کہ یہ مخصوص وموعود جگہ ہر ایک دنیاوی فساد سے پاک ہے یہی ایک محراب ہے جہاں حقیقی سجدہ ہوتا ہے. قرآن پاک میں مسلمانوں کیلئے چودہ سجدے آئے ہیں گویا چودھویں صدی کا آخری سجدہ ہے. یہ وہی ایک سجدہ ہے کہ جس سے شیطان کی موت واقع ہوتی ہے. شیطان نے اِلٰی یومِ یُبْعَثُونَ کہہ کر آج کے دن کیلئے خدا سے مہلت لی تھی لیکن اللہ پاک نے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ بِسُلْطَانِ کہہ کر مومن متقیوں کی حفاظت کا ذمّہ پہلے ہی سے لیا ہے. یہی وجہ ہے کہ ہم دجّال کے فتنوں سے محفوظ و مامون رہے پس قرآن کریم میں آخری سجدہ چودھویں سجدے کے نام سے اسی لئے مندرج ہے اور جسکا سورہ اقراء (عَلَقْ) ہے. یعنی مسلمانوں کا آخری سجدہ ہی قرآن کی حقیقی تلاوت ہے جو معنی و مطالب کے علاوہ روحانیت کے ساتھ پڑھنا ظاہر کرتا ہے. پچھلے تیرہ سجدے جو تیرہ سو سال کی صورت میں آئے وہ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰن والا زمانہ نہ تھا کیونکہ وہ معاد کا وقت نہیں تھا یہی سجدہ ذاتِ اللہ رب العٰلمین کی قربت کا ہے فرمایا ہے آیت پاک ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ پس اِس ٹکڑے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں صدی کا آخری سجدہ کامل اور نعمتوں سے بھرا ہوا قرار دے کر مقامِ قربت کا اظہار کیا گیا ہے. پچھلے ایکہزار سال والا زمانہ بعدت کا تھا. یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں سجدے کی آیت کے تلاوت کے موقع پر سجدہ کرنا ضروری ٹھیرایا گیا. وہ پچھلے تیرہ سو سال سے برابر سجدے کرتے ہوئے اپنے عمل سے اِس کی یادگار بتلاتے رہے ہیں جسکے پروردگار کا آنا نہایت ضروری تھا تا کہ یادگار والے اپنے پروردگار کو پکڑ لیں اور وہ ہے وجودِ صدّیق. پس وہ لوگ اِس حقیقت کو کیا جانیں جو صرف فقہ وحدیث کی تعلیم ہی کو اپنا مَاوٰی وَ مَلْجَا سمجھے ہوئے ہیں. وہ اِس خانقاہ میں کیسے آسکتے ہیں جنکے سینے میں قرآن پڑھنے کا جذبہ نہ ہو. مبارک ہیں وہ جنہوں نے آسان زبان میں یعنی صدیق کی زبان سے قرآن کریم کے رموز سیکھے. صدیق کی زبان دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے کہ جس سے قرآن ہم پر آسان ہوا. قرآن کریم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے پڑھنے کی قید لگائی ہے فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِکَ اور آگے ہے لِتُنْذِرَ قوماً لُدًّا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر زمانے میں قرآن آسان کرنیکے لئے تشریف لائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قومِ لُدُ کو بھی انذار کرینگے. یہ قوم اپنی لفظی معنویت میں جھگڑالو ہے اور وہ عیسائی قوم ہے جس نے اسلام کے بارے میں بہت جھگڑا کیا ہے. حضرت صدیق کی روحانی قوت نے انھیں ایک لخت سارے ایشیا سے مار بھگایا. اب یہ قوم واپس نہیں لوٹے گی کیونکہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خندق کی آخری کدال ہے اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی لا کِسْرٰی بَعْدَہٗ اِذَ ھَلَکَ قَیْصَرَ لا قَیْصَر بَعْدَہٗ کی پیش گوئی اِن دو وقتوں میں احسن طور پر پوری ہوئی۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (ا) امّی لقب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت اُمّیّین ہے. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بَعْثْ اُمُّ القُرٰی ہے. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اُمُّ الکِتَاب ہے. یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری مقام ہے وہ ترقی کر کے اللہ کا مظہر نہیں بنتا بلکہ فضل سے بنتا ہے اس کی جدّ وجہد سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی. فنا فی اللہ ہونا ایک نعمت ہے جو وقت پر اُس کو عطا ہوتی ہے. اسلام ہی میں یہ جوہر ہے کہ وہ ہر تیرہ سو سال کے بعد ظاہر ہوتا ہے. اللہ کا مظہر مسیح کے بعد ظاہر ہوتا ہے. وہی ذاتِ اللہ بار بار آتی ہے یہ نہیں ہوتا کہ اس کے مقام کا دوسرا کوئی اپنی جدوجہد سے کھڑا ہو جائے۔

صلوٰۃ اصل میں کیا ہے تائیدِ رب ہے　　صلوٰۃ اور رسولوں پہ قرآں میں کب ہے
صلوٰۃ اس پہ ہے بس جو اُمی لقب[ا] ہے　　وہ عالی نسب ہے وہ عالی حسب ہے
صلوٰۃ اس پہ ہے دین پھیلے گا جسکا
جُز اسلام اب دین پھیلے گا کسکا　　(۹۷)

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَ (۲۰:۷۳)

خیرُ القُرُونِ قرنی ثُمَّ الذِینَ یَلونَھُم ثُمَّ الَّذِینَ یلونَھُم (حدیث)

صحابہؓ تابعین تبع تابعین

عجب دور گذرا علٰی سوقہٖ کا　　مہاجر اور انصار کی زندگی کا
یہی تھا زمانہ نزولِ وحی کا　　کہ اِک دور دورہ رہا بے خودی کا
خُدا نے یُصَلِّی عَلَیکُم کہا ہے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فیکُم لقب بھی دیا ہے　　(۹۸)

ہیں خیرُ القرونؐ کے جوتین صدیاں ہے والشّمس کا نور اُس میں نُمایاں
دوزُلفیں نبی کی بھی ہیں اُن میں پنہاں ہے اُن سب میں آقا کی کمبل کا عرفاں
زباں اُنکی قولُ ثقیلُ ہمیشہ
اُنہی سے ہے یومُ ثقیلُ کا شہرہ (۹۹)

حدیثِ قوی ہے رسولِ خُدا کی کہ لاریب خیر القرون ہے قرنی
دوصدیاں جوگذرینگی بعد اسکے وہ بھی گذر جائینگی پہلی صدیوں کی جیسی
قرونوں میں بس خیرقرن اِک مِرا ہے
ہے پھر دوسرا قرن پھر تیسرا ہے (۱۰۰)

مبارک ہیں یہ تین صدیاں ازل سے ہیں سورہ مزمل میں انکے نظارے
بشارت یہ دی ہمکو قرآں میں حق نے خدا اور محمدؐ کے ہیں ان میں جلوے
یہیں تک تھی بس روحِ اسلام باقی
محمدؐ کے جذبات اور کام باقی (۱۰۱)

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِی جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ
وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَۃٍ مُّتَّکِئِیْنَ عَلَیْھَا مُتَقٰبِلِیْنَ (۱۶:۵۶)

سابقون الاوّلون صحابائے کرامؓ ہیں

یہ کہتے محمدؐ کو اپنے پیا ہیں بہر طور اصحاب یہ کیمیا ہیں
سِراجاً مُّنیرا کی روشن ضیاء ہیں جو آقا ہیں ان کے سدا کبریا ہیں
یہ ہیں اُمتی سید الانبیاء کے
یہ مظہر نبیؐ کے وہ مظہر خُدا کے (۱۰۲)

عجب ان پہ آقا کے فیض ونعم ہیں کُھلے ان پہ ہروقت رازِ حرم ہیں
مقاماتِ عیسیٰ پہ ان کے قدم ہیں فدا انکی پاکی پہ لوح وقلم ہیں
ہیں ہمرنگ تقوائے شاہِ مدینہ
یہ رفعت پہ سب سے علٰی عِلّیینؔ[۲] (۱۰۳)

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ یعنی میرا قرن بہتر ہے اس کے بعد صحابہؓ تابعین کا اُسکے بعد تبع تابعین کا یہ تین صدیاں موعود ہیں قرآن پاک میں بھی انہی تین صدیوں کا صاف لفظوں میں تذکرہ آیا ہے. اللہ پاک نے اِن تین صدیوں کو ایک رات سے تشبیہ دی ہے اور اس رات کے تین حصّے کئے ہیں. جو تین صدیوں کے مماثل ہیں اور بحیثیت مجموعی اِس رات کے تین حصوں کو قلیل وقت بتلایا ہے جسمیں حضور سرور عالم ﷺ کا قیام ہے یعنی آپؐ کی روحانیت انہی تین صدیوں میں باقی رہے گی. آیتِ پاک ہے یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا اَوْزِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا (۸:۷۳) اس آیتِ پاک میں حضور سرور عالم ﷺ کو مزمّل کے نام سے یاد کیا گیا ہے مُزمّل اصل میں مُتزمّل ہے اس سے امر نبوت اور تزمّل رسالت مراد ہے اس کے معنی اپنے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ لینے والا کے ہیں یعنی حضور سرور عالم ﷺ کے لباس نبوت میں سوا لاکھ انبیاء کے لباسِ نبوت جمع تھے. انبیاء کا دور سٰجدین کا دور تھا. اسلام غیب کی حالت میں تھا شہادت (باقی حاشیہ ۱۱۶)

(۲) آیت پاک ہے کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یَّشْھَدُہُ الْمُقَرَّبُوْنَ. (۲۱:۸۳) قرآن کریم میں آٹھ جنتوں کا تذکرہ ہے جسمیں علیین بھی ایک جنت ہے جو مومنوں کو مقامِ علوئیت بخشتی ہے جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی ہر حرکت مکتوب ہوجاتی ہے اور اس کے سارے افعال بقا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں گویا کہ وہ کتاب مرقوم کہلاتے ہیں یا تو ان کی ساری حرکتیں گذشتہ صحائف میں پائی جاتی ہیں پھر ان کے حرکات مستقبل میں مقربین کے بامِ عروج پر پہنچنے کیلئے مکمل دستور العمل کا کام دیتی ہیں اس لئے کہ وہ کتبٌ مرقوم ہیں۔

۱ قرآنِ کریم میں دو جنتوں کا تذکرہ آیا ہے جو مومن بندوں کو حاصل ہوتی ہیں اور وہ مقامِ رب کا خوف رکھنے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہیں اور یہی دو جنتیں ہیں جو شاقوں والی ہیں۔آیتِ پاک وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (۴۶:۵۵) افنان۔فنن کی جمع ہے. ذواتا تثنیہ کا صیغہ ہے. گویا کہ یہ دو باغ ہیں جو اپنی شاخوں کی صورت میں دو حصوں میں بٹی ہوئی ہیں. میرے نزدیک درخت اسلام کی شاخیں ہیں جو منعم علیہ گروہ کی دو صفاتی تصویریں ہیں جو حضور سرورِ عالمؐ کے پہلے سوا لاکھ انبیاء کی صورت میں اور آپؐ کے بعد زمانہ فیج اعوج میں اولیاء کی صورت میں پس یہ دونوں دورِ اسلام کی شاخوں کی صورت میں ہیں یہیں اسی کو شجرہ طیبہ اور شجر زیتون اور شجر اخضر بھی کہا گیا ہے. بعثتِ انبیاء کا دور اور اولیاء اللہ کا ظہور اِن دونوں کی بنیاد اور اصل ثابت حضور سرورِ عالم ﷺ ہی ہیں. یہ دونوں کی ربوبیت آپؐ ہی کے مبارک ہاتھوں سے ہوتی ہے. اسی وجہ سے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ آیا ہے اس کی مزید تشریح آگے آئے گی. ذیل کے مصرعے میں ایک مسلم کا مقام، ابراہیم علیہ السلام سے آگے بتلایا گیا ہے یہ حقیقت ہے اسلئے کہ ابراہیمؑ نے اپنی معرفت کی انتہا پر پہنچ کر کہا تھا اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ آپ نے تارہ چاند اور سورج کو دیکھ کر منتہائے معرفت قرار دیا لیکن انہیں بالآخر وہاں سے بھی آگے بڑھکر مندرجہ بالا آیت سے اپنی معراج ظاہر کرنی پڑی ایک مسلم کا عرفان یہیں سے شروع ہوتا ہے وہ اس طرح کہ ہر نمازی اپنی اسی آیت کو تلاوت کر کے شروع کرتا ہے گویا کہ ابراہیم علیہ السلام کی معرفت کا اظہار ایک مسلم کی ابتداء ہے. اسی لئے اللہ پاک نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى یعنی تم ابراہیم کے مقام کو اپنا مصلّی بناؤ. مصلّیٰ ظرف ہے اور یہ صلّی سے ہے جسکے معنے جلنے یا دھونی رمانے کے ہیں. ایک مسلمان کا مقام ہی یہ ہے کہ وہ مصلّے کو ہاتھ میں لیتا ہے اور یہ بتلاتا ہے کہ میں جس مقام پر نماز پڑھ رہا ہوں اب وہ مقام میرے ہاتھ میں ہے گویا کہ ابراہیم کا مقام میرے مقامِ عشق کی ابتداء ہے. لفظ مصلّی اِس بات کو واضح کرتا ہے کہ ابراہیمؑ جس مقام پر آکر اللہ کے عشق میں بھسم ہوگئے تھے اب وہ مقام حضور سرورِ عالم ﷺ کی بدولت ایک اُمتی کے ہاتھوں میں ہے اور وہ مقام اس کو نہ جلا سکتا نہ بھسم کرسکتا ہے اسی لئے ہر مسلمان مصلّے بچھانے سے پہلے ہی اس آیت کی تلاوت کرتا ہے۔

دوشاخی میں جنت کی افنانؔ ہیں یہ فناؤں بقاؤں میں ذیشان ہیں یہ
ریاضت ہدایت میں میزان ہیں یہ کہ باغِ محمدؐ کے ریحان ہیں یہ
مقام براہیم سے بڑھ کے آگے
یہ عرشِ معلّیٰ پہ ٹھیرے ہیں جا کے (۱۰۴)

نبیوں کی رفعت میں مرفوعۃؔ ہیں صفِ انبیاء میں یہ مَصفوفۃٌ ہیں
یہ اوج و بلندی میں مبثوثۃٌ ہیں کُل افعال میں اپنے مرقومۃٌ ہیں
قیامِ قیامت کے یہ قائمہ ہیں
نبیوں کے چہروں میں یہ ناعِمہ ہیں (۱۰۵)

یہ جنت نُما فِضَّۃٌؔ انیہ ہیں مقامِ بقا میں یہ سب باقیہ ہیں
مقامِ رضا جوئی میں راضیہ ہیں نبیوں کی جنت سے بھی عالیہ ہیں
یہ عرشِ بریں کے ہیں زرّیں نُمارق
بہاروں میں جنت کی گویا حدائق (۱۰۶)

۲ کَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (۱۴:۸۰) حضور اکرم ﷺ کو تذکرہ فرما کر اللہ پاک نے یہ بتلایا ہے کہ آپ کا وجود بار بار عود کرے گا. چونکہ ذکر کے معنی بار بار یاد دلانیکے ہیں وہ وجود مکرّم صحیفوں میں ہے اور اپنی بلندی کی وجہ سے مطہر بھی ہے. یہ پاک صحیفے صحابہؓ کے قلوب کی شکل میں ہیں اور پاک نفس رکھتے ہیں اس طرح صحابہؓ کی شان تمام انبیاء سے اعلیٰ و بالا ہے اسی لئے صحابہؓ کی شان میں مرفوعۃٍ آیا ہے۔

۳ صحابہؓ کی جنت میں ایک چشمہ بھی ہے جو اپنی صفت میں جاریہ ہے یعنی وہ ہمیشہ بہتا ہے اِس میں صحابہؓ اپنی رفعت بلندی کی وجہ سے بہت مسرور ہیں اُن کے لئے اکواب اور اباریق جیسے کوزے رکھے ہوئے ہیں جنکی صفت موضوعۃٍ ہے یعنی وہ انہی کیلئے وضع کئے گئے ہیں. میرے نزدیک یہ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ یعنی غازیانِ اسلام ہیں جو اپنی صفت میں کوزوں کی مثل ہیں. اوّلین اور آخرین کے گروہ کے اطراف ہمیشہ رہتے ہیں. اکواب وہ کوزے ہیں جنکو دستی یا ٹونٹی نہیں ہوتی اور اباریق کو دستی یا ٹونٹی ہوتی ہے یہ اِس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ اولین کے گروہ کو اصحاب الیمین بڑی مشکل سے دستیاب ہونگے چونکہ وہاں تاسیسِ اسلام ہے اسی لئے ان کوزوں کو ٹونٹی یا دستہ نہیں ہے یعنی بغیر کسی سہارے کے انہیں حاصل کرنا ہے. آخرین کے گروہ کیلئے اباریق رکھے ہوئے ہیں انہیں دستہ اور ٹونٹی ہے کیونکہ یہ آسانی سے دستیاب ہوتے ہیں یعنی ہاتھ میں آجاتے ہیں یہ اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ یہاں اصحاب الیمین مسلمانوں سے منتخب ہوتے ہیں......

کلمہ طیبہ کے حامل کروڑوں کی تعداد میں مسلمان موجود ہیں اسلئے اسلام کیلئے وقت پر فوراً جمع ہو جاتے ہیں قرآن کریم میں صاف طور پر آیا ہے کہ اولین کا گروہ کثرت تعداد والا ہے یعنی ان کی کل تعداد ۱۸۳ تک ہے اور آخرین کا گروہ قلیل تعداد والا ہے جنکی کل تعداد ۶۳ ہے یہ اسلئے کہ حضور اکرم ﷺ کا کمال روحانی زیادہ تعداد کو اپنے ماحول میں جمع کرتا ہے جنکو ثُـلَّـةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ کہا گیا ہے. بعثتِ آخر میں آپؐ ہی کی روحانی طاقت ایک اُمّتی کی شکل میں کامل فنافی الرسول کہلا کر کھڑی ہوگی لیکن آپؐ کی ذات سے قطعی تقابل نہیں ہوسکتا چونکہ کلمہ طیبہ کی حامل امّت سے افراد کو چن کو نکال لینا ہے اس قدر آسانی کے باوجود اس جماعت کو قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کہا گیا ہے یعنی آخرین کا گروہ تعداد میں قلیل ہوگا قرنِ اوّل میں صحابہؓ کی تعداد ہجرت کے موقعہ پر ۸۳ تھی' حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور قدس سرّہٗ العزیز کی تمام پیشگوئیوں میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ اُس کے ساتھ ۶۳ اولیاء اللہ ہونگے یہ دونوں گروہ کیلئے سدرۃ المنتھٰی کے دو نقشے بتلائے گئے ہیں جو اولین اور آخرین کے دونوں گروہ کو ظاہر کرتے ہیں' ایک میں ۱۸۳ اور دوسرے میں ۶۳ پھل بتلائے گئے ہیں. قرآن کریم میں انہی دو جماعتوں کی تعریف میں آیا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ (۱۶:۵۶)

ترجمہ: سابقون کا گروہ ہی سابقون کہلائے گا. انہی کو مقرب ہونے کا شرف حاصل ہے. یہی گروہ سوالاکھ انبیاء کی نعمتوں سے مالا مال ہے. ان کی تعداد اولین میں کثرت ہے اور آخرین میں قلّت ہے. مزید آگے کہا گیا ہے کہ انہی دو جماعتوں کے اطراف ایک ایسا گروہ بھی طواف کرتا ہے جنہیں وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ کہا گیا ہے.

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ یہ وہ نوجوان بچے ہیں جنہوں نے اسلام پھیلانے کیلئے اپنی ساری توانائیوں کو قربان کر دیا یعنی وہ بوجہ عمر حضور سرورِ عالم ﷺ کی ابتدائی زندگی میں آپؐ کے ہمراہ نہ ہوسکے. بلکہ وہ حضورؐ کو ایسے وقت میں پاتے ہیں جبکہ آپ تبلیغ۔ ہجرت کے بعد غزوات کے آخری حصّے کی تکمیل پر آپؐ سے مل جاتے ہیں مگر یہ کہ انہوں نے بالآخر آپؐ کو پاہی لیا اسلئے یہ بھی وَالسّٰبِقُوْنَ کہلانے کے مستحق ہوئے. چنانچہ اولین کے بعد آخرین کے گروہ میں ایسے نوجوان بچے بھی شامل ہوگئے جنہوں نے غزوات کے موقعہ پر بیعت کی اور وہ اپنے آقا کے ساتھ غزوات کے نتیجہ میں جو مشکلات اور ابتلائیں آئیں ان سب کو نہایت جوانمردی کیساتھ سر کیا. بالآخر انہوں نے صدیق کے ہمراہ جیل کی مصیبت برداشت کی. پولیس ایکشن کے اہم انقلاب میں چنچل گوڑہ جیل میں ہماری پوری جماعت کو حکومت ہند نے بھر دیا. جملہ (۲۰۳) افراد مع حضرت صاحب قبلہ کے تھے اِن میں سے وہ نوجوان جن کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے پانچ پانچ سال جیل میں رہ کر چھوٹے. انہوں نے وہاں علم قرآن سیکھا. ہم سب تین وارڈوں میں منتقل تھے. ہر وارڈ میں درسِ قرآن جاری تھا. اللہ پاک نے اِن نوجوانوں کے سینوں میں قرآن کریم کا علم بھر دیا گویا کہ اللہ پاک نے پرانے مبلغین اور اُن کے بانی صدیق کو انہی نوجوانوں کو علمِ قرآن دینے کیلئے وہاں پہنچایا تھا اب اِن نوجوانوں کے چہروں پر انبیاء کا ورثہ چھلکتا ہے. ان تین وارڈوں میں درسِ قرآن کیلئے پیر و مرشد قبلہ نے چار افراد کو منتخب فرما کر اپنے وارڈ (۱۵) سے لکھ بھیجا تھا اُن میں (۱) احسن المناظرین مولوی واحد علی صاحب مبلغ اسلام (۲) معشوقِ ربّانی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب آزاد مبلغ اسلام (۳) معزالملّت مولوی حبیب اللہ صاحب مبلغ اسلام اور چوتھے فرد کے انتخاب میں راقم الحروف تھا. بفضل خدا اس مسلسل درسِ قرآن نے ہماری جماعت کے تمام افراد کو کئی بار قرآن کریم کا دورہ کرایا. بعض مبلغین نے کتابیں بھی لکھی ہیں جو عنقریب میدان میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر آجائیں گی. یہ مسدس بھی جو منظرِ عام پر آرہی ہے اُسی سترہ (۱۷) ماہ کی جیل والی زندگی کا نتیجہ ہے. اللہ پاک نے مجھے یہ موقع دیا کہ میں اسلام کے حقائق کو مسدس کی صورت میں منضبط کروں اور یہ سب کچھ خدا کے فضل و کرم سے ہوا گویا ہمارے لئے جیل جنت ماویٰ بنی. پس یہ نوجوان اس وقت تک دنیا سے اٹھائے نہیں جائیں گے جب تک کہ وہ اسلام کا غلبہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں اسلئے کہ اُن کے آگے اصحٰب الیمین کے گروہ کا ساتھ رہنا بتلایا گیا ہے جنکو دو حصّوں میں منقسم کیا گیا ہے. پہلی جماعت اکواب کے رنگ میں اور دوسری اباریق کے رنگ میں ہے. یہ دونوں گروہ اولین اور آخرین کے گروہ کی معیت میں فتوحات اسلامی کا منظر دنیا کو دکھلاتے ہیں قرآن کریم میں اِن دو گروہوں کو ثُـلَّـةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ ثُـلَّـةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کہا گیا ہے. یعنی حضور سرورِ عالم ﷺ کی ہر دو بعثتوں میں اُن کی کثرت رہے گی. چنانچہ اسی آیت کے ساتھ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَّكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ آیا ہے. یعنی یہ دونوں گروہ اپنی صفتِ اکواب اور اباریق میں ایک کاسہ بھی اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں جسکی صفت معین ہے اور یہ کاسِ مّعین حضور اکرم ﷺ کی قدسی طاقت کا کامل ظہور ہے جو بہ لباس دیگر جلوہ افروز ہوتا ہے. یہ ایک ایسا چشمہ جاریہ ہے کہ جسکا بہاؤ ساری دنیا کو اپنے رنگ میں رنگین کر کے بہالیجائیگا. اسلام کا یہ سیلاب کسی طاقت کے رُکانے سے نہ رُکے گا. بالآخر ساری دنیا اس سے فیضیاب ہو جائے گی. پہلے ہندوستان میں اس کا فیض عام ہوگا اسکے بعد یورپ کی سرزمین اِس چشمہ سے متمتّع ہوگی. اس کے بعد ساری دنیا اس کے اثر میں آجائے گی. چونکہ حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور قدس سرہٗ العزیز کے الہامات میں ایک الہام ''فاتح ہندوستان کامل'' اور دوسرا الہام ''فتح دنیا'' کا ہے. آپؐ نے اپنے کشف میں دیکھا ہے کہ انہوں نے دجّال کے تمام فتنوں کی پوٹلیوں کو اپنے ہاتھوں سے باندھ دیا ہے. وہ ہاتھ دراصل ان کی جماعت کا ہے جو اپنے وقت پر یہ کام کر کے دکھلا دیگا۔

یہ سارے پھلوں میں قُطُوفُ[١] دانیہ ہیں خبر کی قیامت کے یہ غاشیہ ہیں
حقائق کے چشمے ہیں اور جاریہ ہیں نہیں رکھتے اپنے میں کچھ لاغیہ ہیں
عطائے محمدؐ میں ہیں یہ فترضیٰ
زمانیکی بُعدت میں ہیں سوف یرضیٰ (١٠٧)

رسولِؐ خُدا کے تھے جتنے صحابیؓ طبیعت تھی ان کی ازل سے تُرابی
نہ تھا ان کا عالم کوئی اکتسابی خُدا نے عطا کی انہیں بارِ یابی
دُعا ان کی اتمم[٢] لنا نورنا تھی
ازل سے یہ سب فطرتاً تھے دھاقی (١٠٨)

نبیوں کی سبقت میں والسّٰبقٰتِ[٣] نجومِ نبوت میں والسّٰبحٰتِ
ہر امرِ سہولت میں والنّٰشطٰتِ ہواؤں میں رحمت کی والذّٰریٰتِ
ہیں تاسیس اسلام میں محکماتی
شباہت میں آقا کی مُتشابہاتی (١٠٩)

(١) فَھُوَفِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَہ فِی جَنَّۃٍ عَالِیَہ قُطُوْ فُھَا دَا نِیہ (٢١:٦٩) اس آیت پاک میں اللہ پاک نے مومنوں کی صفت کو منتخب پھلوں سے تشبیح دی ہے اور وہ بوجہ قربت مقامِ دنیٰ میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں قطوف کے معنی ہیں وہ پھل جو چنے گئے ہوں. یہ اولین اور آخرین کی دونوں جماعتوں کا عالم موہبت ہے گویا کہ انہیں مقام رضا اور جنت عالیہ ان کے اکتساب سے حاصل نہیں ہوا ہے بلکہ پہلے ہی سے وہ اللہ پاک کے نزدیک اس کام کیلئے منتخب تھے جو آ کر جمع ہوئے. وہ عین جاریہ کے ساتھ پیوست ہوئے جو اپنے اندر کسی قسم کا لغو نہیں رکھتا اور یہ حضور سرور عالم ﷺ کا وجود بابرکت ہے آیت پاک ہے وُجُوہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ لِّسَعْیِھَا رَاضِیَۃٌ فِی جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ لَّا تَسْمَعُ فِیْھَا لَا غِیَۃً فِیْھَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ (٨:٨٨) یعنی ان کے چہروں پر سوالا کھ انبیاء کی نعمتوں کی تازگی دکھائی دیتی ہے وہ اپنے مقام رضا سے خوش ہیں اس لیئے کہ اب وہ جنت کے اعلیٰ مقام پر ہیں اس میں انہیں معمولی سی لغوبات بھی سنائی نہیں دیتی پس وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جاری رہنے والا چشمہ بھی پاتے ہیں یہ نہ صرف چشمہ ہی ہے بلکہ ایک بڑی خبر بھی ہے جو ساری دنیا کو ڈھانکے ہوئے ہے ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیہ بفضل خدا انہیں یہ مقام جو حضور سرور عالم کی ﷺ کی معیّت سے حاصل ہوا ہے نہ صرف جماعت اولین کہلائے بلکہ آخرین بھی کہلانے کے یہی مستحق ہوئے اس لیئے کہ الشّمس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ظہور پر جسطرح انہوں نے ساتھ دیا اسی طرح والضحیٰ کے ظہور یعنی بعثت ثانی کے موقع پر بھی اللہ پاک نے انہیں مقام رضا اور عطاء کی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے اسی لئے اِلّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (٢١:٩٢) کا وعدہ ان وجودوں سے پورا ہوا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کا وہ وعدہ جو لفظ سوف سے مستقبل بعید کو ظاہر کرتا تھا وہ زمانہ فیج اعوج کے ایک ہزار سال کے بعد قرنِ آخر میں جماعت آخرین سے لفظ بہ لفظ پورا ہوا۔

(٢) اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ ہم پر تیرے نور کا اتمام کر صحابہؓ کی یہی خصوصیت تھی کہ وہ اپنے بعد کسی اور کیلئے کوئی روحانی مقام چھوڑنا ہی نہیں چاہتے تھے اسی لئے دوسری جگہ ان کو مُتَنَافِسُوْن بھی کہا گیا ہے. کاسۂ دھاقی سے پیوست ہونے کی وجہ یہ خوبی ان میں پیدا ہوئی تھی. تمام انبیاء کی تصدیق جس نبی نے کی ہو یعنی جسمیں تمام انبیاء کا نور سما گیا ہو وہ حضور سرور عالم ﷺ ہی کا وجودِ بابرکت ہے اسی لئے آپؐ کو قرآنِ کریم میں ایک ایسے پیالے سے تشبیہ دی گئی ہے جو لبریز ہے۔

(٣) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقاً وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطاً وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحاً فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقاً (٧٩:١) تمام انبیاء میں صحابہؓ کو روحانی کمال میں امتیاز حاصل ہے اس لئے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن یہی کہلائے. معرفت کے سمندر میں غوطہ لگا کر عرفان نکالنے والے ہر مشکل اور ہر اہم مہم کو آسان کرنے والے ہوا کی رفتار میں تیزی سے چلنے والے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچنے والے یہ سب صحابہؓ کی خصوصیات ہیں اور یہ تمام خصوصیات بعثت اول میں محکمات کی حیثیت سے تھیں دوسری بعثت میں متشابہات کا رنگ ہے آیتِ پاک ہے ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ (٣:٧) اس آیت میں قرآن کریم کی کل آیات کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے. وہ آیات صحابہؓ کی جماعت ہے وہ اپنی پہلی بعثت میں محکم ہیں اور وہ کتاب کی جڑ ہیں جن کو اُم کہا گیا ہے قرآن کریم کی بنیاد اور اسلام کی تاسیس انہیں کے ہاتھوں سے ہوئی وہ اولین کا گروہ کہلایا. دوسری جماعت جسکو اُخَرُ کہا گیا ہے اس کی صفت متشابہات یعنی یہ اپنے اصل کی ہی نقل کرتی ہے صحابہؓ نے جو کیا وہی کام اور عمل اس کے ظہور سے نظر آئے گا. جنکے دلوں میں بیماری اور کجی ہے متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں یعنی وہ اپنے اصل کو نمونہ نہیں بناتے یہ وہ گروہ ہے جو آخرین کو اولین پر فضیلت دیتا ہے ایسے لوگ اسلام میں فتنہ پھیلاتے ہیں فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِی قُلُوْ بِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْ نَ مَا تَشَا بَہَ مِنْہُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَۃِ وَابْتِغَآءَ تَاوِیْلِہٖ ' لیکن جو علم میں رسوخ رکھتے ہیں وہ اور ان کا اللہ ہی آیت کی اول حقیقت کو جانتے ہیں آخرین کا گروہ وہی ہے جو اپنے اول والوں کو نمونہ بنائے اور ان کا تقابل اپنے سے نہ کرے ان کا کام صرف ان کی مشابہت اپنے میں دکھلانا ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْم. آخرین کا گروہ وہی ہے جن کے دل میں ربِّ جامع الناس کے مظہر حاشر الناس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں میں

تلاوت میں قرآں کی والتّالیٰتِ ہیں حق اور باطل میں والفٰرقٰتِ
تعارف میں گویا ہیں والمُرسلٰتِ ہیں تنبیہ کرنے میں والزّٰجِرٰتِ

غلامی میں ان کی ہے ہر دم زمانہ
ہے ماویٰ کی جنت انہیں کا ٹھکانہ (۱۱۰)

یہ نشرِ رُسُل میں ہیں والنّٰشِرٰتِ[۱] یہی تو ہیں قرآں کے والحٰمِلٰتِ
سفینے ہیں اُمت کے والجٰرِیٰتِ یہ غوطہ زنی میں ہیں والنّٰزِعٰتِ

یہ سارے اطبّا ہیں حاذِق سے حاذِق
ہیں سینوں میں پوشیدہ انکے حقائق (۱۱۱)

رسولِ خُدا کے یہ اصحابؓ سارے ہیں بس مُنتخب کردہ احباب سارے
یہ پائے نبیوں کے القاب سارے فیوض ان سے پائے ہیں اقطاب سارے

یہ ہیں اُمتِ وسَطِ[۳] اور خیرِ اُمت
ہوئی ہے انہی پر فضائل کی تمت (۱۱۲)

وَاَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ مَآ اَصۡحٰبُ الۡیَمِیۡنِ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ وَّمَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ وَّفَاکِهَةٍ کَثِیۡرَةٍ وَّلَا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ (۲۷:۵۶)

اصحابُ الیمین غازیانِ اسلام ہیں

وہ میداں کے غازی صَحابُ الیمینِ[۴] وہ رفتار میں روحِ روحُ الامینِ
فنافی الرَّسولی میں کاسِ مُّعینِ فنافی الوجودی میں حق الیقینِ

یہی قرنِ اُولیٰ میں بھی مَیمنہ ہیں
یہی قرنِ اُخریٰ میں بھی میمنہ ہیں (۱۱۳)

عیاں قرنِ اُولیٰ میں ثُلّتٌ[۵] ہے اِنکی عیاں قرنِ اُخریٰ میں کثرت ہے اِنکی
کبھی عرشِ اعظم پہ رفعت ہے اِنکی کبھی فرشِ خاکی پہ عظمت ہے اِن کی

یہ نُصرت کا مُژدہ سُنیں کیوں نہ ہردم
کہ ہیں ان کے حامی رسولِ مکرّم (۱۱۴)

سارے انسانوں کا حشر ہوجانے کی تمنا ہے ان کے منہ سے یہی دعا نکلتی ہے رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَاد .(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

(۱) وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا (۱:۷۷) صحابہؓ کے گروہ کی پانچ خصوصیات بتلائی گئی ہیں. ان کے وجودوں کا تعرف ہی یہ ہے کہ وہ رسولوں کی نعمتوں سے مالامال ہیں. ان کے عمل سے انبیاء کا عمل ظاہر ہوتا ہے ان کے مخالفین خس و خاشاک کی طرح اڑائے جاتے ہیں وہ اپنا کام کر چکنے کے بعد حالت نشر یعنی ایک ہزار سال تک زمانہ فیج اعوج میں درخت اسلام کی شاخوں کی صورت میں نظر آتے ہیں. وہ جب عالم وجود میں آتے ہیں تو ان کا وجود حق و باطل کیلئے فرقان بن کر ظاہر ہوتا ہے بالآخر وہ لقاء اللہ کے مرتبے کو عام کر کے دکھلا دیتے ہیں۔

(۲) وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا (۱:۵۱) صحابہؓ کے گروہ کی چار خصوصیات یہاں بیان کی گئی ہیں. وہ ہواؤں کی مانند ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں. قرآن کریم کے حامل ہو کر دنیا کے کناروں تک پہنچ جاتے ہیں ان کے وجود سے اسلام کے سارے مسائل آسان ہوجاتے ہیں تمام گتھیاں سلجھ جاتی ہیں. امر کی تقسیم میں یعنی حضور سرور عالم ﷺ کے وجود کو اپنے حسب حوصلہ پہنچا دیتے ہیں مزید ان میں چار خصوصیات پائے جاتے ہیں وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا (۱:۳۷) یعنی وہ ایک صف ہو کر دشمن اسلام کے مقابلے میں خم ٹھوک کر کھڑے ہوتے ہیں. ان کا انذار زَجۡرِوَا حِدہ کی طرح ایک ڈانٹ ہوتی ہے کہ جس سے ان کے اور اللہ کے دشمن زمین پر آرہتے ہیں وہ ہمیشہ حضور اکرم ﷺ کے نام کو پھیلانے میں تلاوت قرآن کی حیثیت بن گئے ہیں۔

(۳) آیت پاک ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ یعنی ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم بنی نوع انسان کے امام بنو اسی طرح ایک دوسری آیت ہے کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ یعنی تم امت کا خیر حصہ ہو سارے دنیا کے انسانوں سے تمہیں چن کر نکال لیا گیا ہے۔

(۴) اصحاب الیمین مجاہدین اسلام ہیں حکم ہے کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَال غلبہ اسلام قرن اول میں ہوا اور قرن آخر میں بھی ہوگا وہ حضور سرور عالم ﷺ کو منوانے کیلئے ہوگا فی سبیل اللہ کہلائے گا سَلٰمٌ لَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ اس کی شہادت ہے ان کا ......

بہرحال اِک سِدرِ مَخضُود[1] ہیں یہ   فتوحات میں ظِلِّ مَمدُود ہیں یہ
بہرشکلِ مسعود و محمود ہیں یہ   اَماں کیلئے طَلحِ مَنضُود ہیں یہ
نظر آئے کیا فرشِ مرفوع ان کا
ثناخواں ہے جب عرشِ مرفوع ان کا   (۱۱۵)

سماوی کُتُب میں بھی مکتُوب ہیں یہ   محمدؐ مطرِ ماءِ مسکوب[2] ہیں یہ
خُداوندے راغب کے مرغوب ہیں یہ   حبیبؐ خدا کے بھی محبوب ہیں یہ
تمام ان کے جذبات ہیں حاکمانہ
چمکنے میں تلوار ہیں جارحانہ   (۱۱۶)

رسائی بھی انکی ہے عرشِ بریں پر   حکومت انہی کی ہے روئے زمیں پر
ملا جو بھی مالِ غنیمت کہیں پر   کیا اس کا حصّہ بہ تقویٰ وہیں پر
انہیں فَقْتُلُوھُمْ[3] بھی حق نے کہا ہے
فَلَم تَقْتُلُوھُمْ بھی حق نے کہا ہے   (۱۱۷)

نہ کیوں فتح چومے قدم ان کے ہردم   ہوئی ان کی گردن نہ پیشِ عدو خم
مُمِد انکی ہردم ہے روحِ مکرّمؑ   کرے حمد ان کی نہ کیوں عرشِ اعظم
صفت تیغ میں انکی ہے ذُوالفقاری[4]
ہے برّاق انکی حرب میں سواری   (۱۱۸)

سدا حکم پیشِ نظر ہے خدا کا   دو عالم کے مُختار ربُّ العُلیٰ کا
عمل ان کا بالکل عمل مصطفیٰؐ کا   وَاِنْ جَنَحُو لِلسَّلْمِ[5] فَاجْنَحْ لَھَا کا
یہ رکھتے ہیں ایمان شمسُ الھُدیٰ پر
ہے بس ان کا ایقان اللہ اکبر   (۱۱۹)

اُٹھے جوش میں جب یہ رُھبان سارے   چلے در سے احمدؐ کے دربان سارے
بڑھے جب بہ طائرِ خوش الحان سارے   گرے کفر و باطل کے ایوان سارے
اِنہی سب نے کسریٰ کی دولت لُٹا دی
انہی سب نے قیصر کی عظمت مٹا دی   (۱۲۰)

تعلق کاسۂ معین سے ہے اور وہ وجود حضور سرورِ عالم ﷺ کا ہے جو چشمۂ جاریہ ہے. مجاہدین اسلام کا عمل بھی چشمۂ جاریہ بنا ہوا ہے. اللہ پاک نے ان کو مَیمَنہ فرمایا ہے جو فنافی الرسول ہونے کی وجہ سے مبارک کہلاتے ہیں۔

(۵) مجاہدین اسلام کی تعداد صحابہؓ کے زمانے میں کثرت تھی اسی طرح آخرین کی جماعت کے ساتھ ان کی کثرت ہے آیت پاک ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ. ثُلّت کے معنی کثرت کے ہیں. قرن اولیٰ اور قرن آخر ایک ہی رنگ کے ہیں۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

(۱) سدرِ مخضود وہ درخت ہے جس میں کسی قسم کا کانٹا نہیں ہوتا. اللہ پاک نے مجاہدین اسلام کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچانے والے درخت سے تشبیہ دی ہے پس سدرہ مخضود کی کیفیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے پھلوں کی کثرت سے دوہرا ہوگیا ہو یا پھلوں کے بوجھ سے شاخیں جُھکی ہوئی نظر آتی ہوں یہ مجاہدین اسلام کی رفتارِ ترقی کی جانب اشارہ ہے کہ دنیا اُن کے سامنے جھک جائے گی اور اس قدر کثیر پھل حاصل ہونگے کہ گویا وہ سارے عالم کے مامن بن جائیں گے. دوسرا نام ان کا ظلِّ ممدود بھی ہے. ایک ایسا سایہ جو طویل ہوگیا ہو سایہ اصل سے لگا ہوا ہوتا ہے یعنی ان کا اثر اس قدر بڑھے گا کہ ساری دنیا ان کے زیرِ اثر آجائے گی. اِن کا تیسرا نام طلحِ منضود بھی ہے. طلح کیلے کے درخت کو کہتے ہیں اس کے پھل تہ بہ تہ ہوتے ہیں. سدرِ مخضود خشک زمین کو چاہتا ہے. طلحِ منضود گیلی زمین کو چاہتا ہے اس طرح ان میں جمال و جلال کے دونوں پہلو نظر آتے ہیں آیتِ پاک ہے وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَا اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ.

(۲) مآءِ مَسْکُوب گرایا ہوا یا بہایا ہوا پانی ہے حضور سرورِ عالم ﷺ مطرِ اوّل اور مطرِ آخر ہیں مجاہدین اسلام کا گروہ اس روحانی بارش سے اپنے قلوب کی صفائی کر لیتا ہے اسکے بعد اپنے سیلاب سے ساری دنیا کو پاک کرتا ہے جو سرکشی کرتا ہے اس سیلاب سے بہہ جاتا ہے۔

(۳) اللہ پاک نے صحابہؓ کو قتال کا حکم ایسے وقت میں دیا تھا جب کہ اُن کے قلوب سے دنیا کی آس و حرص نکل چکی تھی تب ہی تو وہ دنیا اور اس کی جاہ و حشمت پانیکے باوجود اُسکی جانب اُنہوں نے رُخ نہیں کیا اور جب .....

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَااسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ الخ (۲۴:۵۵)

خلافت علیٰ منہاجِ نبوت

رہا تیس سالہ جو دورِ خلافت[1] ہوئی اس میں مسلم کو رفعت ہی رفعت
چلی تین سو سال تک پھر حکومت اُسی طرح قائم رہی شان و شوکت

تھا قرآں کی صورت میں ایمانِ کامل
یہ باکل رسولِ خُدا سے تھے واصل (۱۲۱)

یہ جو چار ہیں حاملانِ خلافت انہی سے ہے وابستہ مسلم کی عظمت
نہج پر نبیؐ کی ہے ان کی امارت خلافت کے بعد آ گئی بادشاہت

رسولِؐ خُدا سے یہ سب مُتصل ہیں
ہمارے زمانے میں یہ مُنفصِل ہیں (۱۲۲)

حَسب اور نسب میں قریشی[2] ہیں سارے نبیؐ کو یہ اصحابؓ ہیں دل سے پیارے
رسولِؐ خُدا پر دل وجاں جو وارے وہ دُشمن سے راہِ خُدا میں نہ ہارے

مقاماتِ جنت میں رَوضٰت والے
نبیوں کی رفعت میں غُرفات والے (۱۲۳)

رسولِؐ خُدا کی ہے ان میں فراست عیاں ان سے ہے خضر کی خرقِ عادت
انہی میں ہے پوشیدہ روحِ خلافت انہی کے تو قدموں میں ہے بادشاہت

ہے الفقرُ فخری کی ان میں فقیری[3]
امیروں کو ان سے ملی ہے امیری (۱۲۴)

نتائج یہ قربانیوں کے ہیں سارے یہ نعمت ملی مصطفیٰؐ کے سہارے
خُدا کی طرف سے ہوئے یہ اشارے کہ ہر بندہ آرام سے دن گذارے

محمدؐ کا قرآں میں احوال دیکھو
رسولِؐ مُکرّم کا اقبال دیکھو (۱۲۵)

تک کہ ایسا پاک گروہ تیار نہیں ہوتا اللہ پاک قَاتِلُوۡا ھُمۡ کا انہیں حکم نہیں دیتا ورنہ دنیا امن کی جگہ بدامنی کا شکار ہوگی. بدر کے میدان میں اللہ پاک نے صحابہ کو فنافی اللہ کے مقام میں فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡھُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمۡ کہا تھا یعنی اے صحابیوؓ تم نے قتال نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتال کیا یہ مقام فنافی الرّسول کا بھی ہے. اللہ پاک نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو بھی میدان بدر میں یہی کہا تھا وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنی اے حبیبؐ تم نے تیر نہیں چلایا بلکہ اللہ نے چلایا. فنافی الرسول کے مقام میں آپؐ کی امت نے وہی مقام پایا جو حضورؐ نے پایا ہے۔ (۴) تیغ ذوالفقاری سے مراد حضرت علیؓ کی تلوار ہے۔ (۵) وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَھَا کا حکم مجاہدین اسلام کو ہوا تھا یعنی جب کفّار صلح کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں تو تم بھی فوراً صلح کیلئے جھک جاؤ اور اپنے سایہ عاطفت میں اُنہیں جگہ دو. اسلام کی جنگ چونکہ اپنے ذاتی اغراض کیلئے نہیں تھی اسلئے اللہ پاک نے دیکھا کہ جو قوم اسلام کے دامن میں آنیکے لئے کسی قسم کا سہارا ڈھونڈتی ہے اسے دے دینا چاہیے بشرطیکہ وہ اسلام کے منافی نہ ہو۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

(۱) جب دورِ دینی حکومت کا آتا ہے تو اس وقت اُسکے سنبھالنے کیلئے خلیفے ہوتے ہیں وہ اللہ کے مظہر کے خلیفے ہوتے ہیں وہ آپؐ کے رُشد کے صلے میں ہوتے ہیں علیٰ منہاج نبوت ہوتے ہیں یہ وہ وقت ہوتا ہے جبکہ اُس کے ساتھی کل رشید ہوتے ہیں مقابلہ نہیں ہوتا وہ ایک دوسرے کے خلیفے نہیں ہوتے ذات واجب الوجود کے خلیفے ہوتے ہیں۔

(۲) حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرنِ اوّل میں چار خلیفے مجھ سے متّصل رہینگے اور بعثتِ ثانی میں مجھ سے آٹھ خلیفے منفصل رہیں گے سب کے سب قریشی النّسل ہونگے. وہ حدیث یہ ہے عَنۡ جَابِرٍ قَالَ سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا یزالُ ھٰذ الدّین قائمٌ حتّی یکونُ علیکم اثنی عشرۃ خلیفۃٌ کلّھم یَجۡتمِعون علیه اُمّۃ کلّھم من قریش (رواہ ابوداؤد و مسلم) حتّی تقومُ السّاعۃ کذافی الۡمشکوۃ بعضُ مِنۡھُمۡ مُدۡھو .....

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵۷:۲۸)

اقوامِ عالم کا دورِ نبوت اور اٰمنوا منکُم کا دورِ خلافت

نبوت سمٹ کر ولایت میں آئی ولایت نظامِ خلافت[۱] میں آئی
خلافت مسلماں کی قسمت میں آئی بہ تخصیص ہر دورِ بعثت میں آئی
خلافت ولایت[۲] مسلماں کا حصّہ
صلوٰۃ اور رحمت مسلماں کا حصّہ (۱۲۶)

ملی سابقہ انبیاء کو نبوت نبوت یقیناً تھی خالق کی نعمت
مگر عارضی تھی وہ سب شان وشوکت نبوت تھی محبوبِ حق کی خلافت
جو پھل آگیا شاخ کی اہمیت کیا
کہاں قدرِ انجم جو خورشید نکلا (۱۲۷)

گذشتہ نبوت[۳] ہے مسلم کو کُلفت بنے شمس انجم تو ہے اس کی ذلّت
نبوت کی خواہش ہے کفرانِ نعمت ہے مسلم کے حق میں یہ فُقدانِ رفعت
ولایت مسلماں کو بخشی گئی ہے
ولایت ہے زندہ کہ اللہ ولی ہے (۱۲۸)

نبی کوئی خود ساختہ کب بنا ہے نزاعی خلیفے کی عزت ہی کیا ہے
بجز فضل کوئی ولی کب ہوا ہے عمل کے سوا کس کو رُتبہ ملا ہے
نبّوت خلافت امامت ولایت
حدیثوں میں انکی بڑی ہے فضیلت (۱۲۹)

غلط ہے کہے جو خُدا کا خُدا ہے کوئی کیا نبی کا نبی بھی بنا ہے؟
جہاں میں ولی کا ولی کب ہوا ہے خلافت کو ورثہ میں کس نے دیا ہے
یقیناً خُدا کی عطا کے یہ پھل ہیں
نہ ہوں جب عطاء نعمتیں بے محل ہیں (۱۳۰)

مُتَّصِلُ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وَ بعضُ مِنهم مُنفَصِلُ فِی زمانِ شتّٰی ۔دوسری عن سفیه قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ الخلافة ثَلٰثونَ سنةٍ ثُمَّ یَکونُ ملوک (ابوداؤد مشکوٰۃ)۔

[۳] حقیقی فقیری محبّ الفقراء حضرت رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر آتی ہے اور آپ ؐ اللہ کے مظہر تھے. حقیقی فقیر وہی ہے جو تبلیغ اسلام کرتا ہے اور غزوات کرتا اور اسلام کو غالب کرتا ہے. دنیا کی زبردست طاقتوں پر غالب آتا ہے اور بتاتا ہے کہ اللہ قوی وعزیز ہے اور حکیم بھی ہے مَنْ یُؤتِی الْحِکْمَةَ فَقَدْاُوْتِیَ خَیْراً کَثِیْراً جس کو یہ حکمت دی گئی اس کو خیرِ کثیر دیا گیا ہے. صحابہ کرامؓ میں یہ عمل کمال درجہ کا تھا. حضورؐ میں اور صحابہؓ میں ہمرنگی کی وجہ سے کوئی امتیاز نہ تھا. بدوی آتے اور حضورؐ کو صحابہؓ میں تلاش کرتے اور کہتے اَیُّکُمْ مُحَمَّدٌ ۔تم میں محمدؐ کون ہے. حضورؐ فرماتے اَنَا مَحَمَّدٌ. میں محمدؐ ہوں تب ظاہر ہوتا کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہیں. اسی لئے حضورؐ نے فرمایا اَلْفَقرُ فَخرِیْ وَ الْفَقرُ مِنّیْ یعنی فقیری پر مجھے فخر ہے اور فقیری مجھ سے ہی نکلی ہے لہذا فنافی الرسول وہی ہے جو ان تمام نعمتوں یعنی تبلیغ۔ ہجرت و غزوات سے سرفراز ہو اور اُس نے دینی حکومت قائم کی ہو. کامل متبع اِن جواہر اسلام والا ہی ہوسکتا ہے۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

[۱] یہ خلافت اس حکومت کی تھی جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزور شمشیر قائم کیا تھا. تینتیس (۳۳) سال کے اندر چھتیس ہزار قلع فتح ہوئے. کروڑ ہا کی تعداد میں اقوامِ عالم مسلمان ہوئے. اسکے بعد خلافت کی ضرورت نہیں رہی. وہ خلافت دو حصّوں میں تقسیم ہوگئی. ایک طریقت میں چلی گئی اور ایک بادشاہت میں. یہ دونوں خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے بلکہ نام نہاد تھے. ہر دور بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جسکی شناخت کلمہ گو کو کافر نہیں بنانا ۔فرقہ نہیں بنانا۔ تبلیغ ۔ہجرت ۔غزوات کرنا اور دینی حکومت قائم کرنا ہے۔ اس حکومت کو سنبھالنے والے وہی ہونگے. وہ سب خلیفے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہلائیں گے۔

[۲] ولایت یہ نعمت بعد نعمتِ خلافت آتی ہے. اس نعمت کے آپس میں مقابلے نہیں ہوتے۔ اپنی کوشش سے کوئی ولی نہیں بنتا۔ ایثار و قربانی اس کا کام ہے۔ ....

فساد اور نعمت میں زِد ہے ازل سے فساد اور رفعت میں زِد ہے ازل سے
فساد اور خلوت میں زِد ہے ازل سے فساد اور جلوت میں زِد ہے ازل سے
جو شیطاں کی شیطانیت[۱] کام آئی
تو آدم نے دھوکے میں جنت گنوائی (۱۳۱)

پرکھ حق و باطل کی ہے عاقبت پر شکستیں ہوئیں زعمِ باطل کو اکثر
حق آگاہ رہتے ہیں بے یارو بے گھر انہی کو ہے تائیدِ غیبی مُیسّر
جو حق پر ہے ہر دم وہ شاداں رہے گا
جو باطل پہ ہے صدمۂ غم سہے گا (۱۳۲)

نہ شدّاد[۲] نے شان جنت سے پائی خُدائی نہ فرعون کے کام آئی
ہزار آگ نمرود نے گو لگائی خلافت یزیدِ لعیں کو نہ بھائی
تمام ان کے حربے تھے بے سود سارے
مرے کیا بُری موت مردود سارے (۱۳۳)

یہ سب فضل و کرم سے ہوتا ہے. ولی سے ولی کا مقابلہ نہیں ہوتا. مقابلہ اور مخالفت اس کے سلبِ ایمان کا باعث ہوتی ہے۔

۳ انبیائے ماسبق کی نبوت جزّی تھی. دائرۂ جزئیت میں رہتے ہوئے ہر نبی کو احساس تھا کہ وہ دائرہ کلیّت کو حاصل کرے یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء نے اس امّت میں پیدا ہونیکی تمنا کی ہے. انبیائے ماسبق کا اس امت میں پیدا ہونے کی تمنا کرنا خود اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس امت کا مقام انبیائے ماسبق سے بلند ہے یہی وجہ ہے کہ نبوتِ سابقہ ایک مسلم کیلئے کلفت ہے۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

۱ قرآن کریم میں آدم علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ شیطان نے انہیں جو دھوکا دیا تھا وہ اُن کا عزم نہیں تھا فَلَمْ نَجِدْلَهٗ عَزْمًا کے الفاظ آئے ہیں. روحانیات میں آدم علیہ السلام کا پہلا آسمان ہے پس یہ مقام خطا کا ہے جو عزم کے بغیر ظہور میں آتی ہے. امتِ مسلمہ کو اللہ پاک نے بہ طفیلِ رسول الثقلین ﷺ اس خطا سے بھی بچایا یعنی جس نے ایک مرتبہ آپؐ کے ہاتھ پر ہاتھ دیا وہ کبھی شیطان کے چکر میں نہیں آتا اور اس کا پیر کبھی نہیں پھسلتا بشرطیکہ وہ سچے دل سے اپنی تمام طاقتوں کو آپؐ کی نذر کردے۔

۲ شدّاد نے صالح علیہ السلام کی مخالفت میں جنت بنائی. تباہ و برباد ہوا فرعون نے مصریوں سے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں. یہ خدائی دعویٰ اُسکی تباہی کا باعث بنا. مسلیمہ کذّاب نے بل مار کر دعویٰ نبوت کیا قتل کیا گیا بلقم باعور نے حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں بل مار کر دعویٰ ولایت کیا وہ تباہ و برباد ہوا. یزید کا حال تو سب کو معلوم ہے حضرت امام حسینؓ کے مقابلے میں خلافت کا اعلان کیا مردار موت مرا. یہ خدا کی سنت ہے کہ باطل حق کے مقابل آتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشاً وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ مخالفِ حق نے حق کو جسقدر سختی سے پکڑا اُسی سختی کے ساتھ اللہ پاک نے اسکو ہلاک کر ڈالا۔

تصور ہی بیجا ہے سود و زیاں کا   تخیل نہ لا دل میں تو ایں و آں کا
اگر تو ہی مالک ہے دونوں جہاں کا   ہوا ختم قصہ یہاں کا وہاں کا
ضلالت کی بنیاد پھر سے ہلا دے
بڑھا دے شرافت کی عظمت بڑھا دے   (۱۳۴)

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ذَالِکَ عالمُ الْغَیْبِ و الشّھادۃِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْم. (۵:۳۲)

پچھلے ایک ہزار سال کا زمانۂ فیجِ اعوج

زمانہ جو پھر فیجِ[۱] اعوج کا آیا   جہاں میں قیامت ہوئی پھر ہویدا
مُسلط ہوئے کُل جہاں پر نصاریٰ   نہ رائی برابر ہی ایماں رہا تھا
کبھی جیسے اقوام پر تھی قیامت
اُسی طرح مسلم پہ آئی قیامت   (۱۳۵)
جہاں میں قیامت ہوئی تھی جو اولیٰ   تو شیطاں[۲] کا اُس وقت سکّہ رواں تھا
قیامت بپا جب ہوئی تھی یہ اُخریٰ   تھا پھر سارے عالم پہ دجّال[۳] چھایا
خُرافات میں لوگ اُلجھے ہوئے تھے
نئے کفرسازی کے اڈّے بنے تھے   (۱۳۶)
قیامت کا دن آتے آتے جو آیا   بہتر گروہوں کا طوفان لایا
مسلماں کو آپس میں برسوں لڑایا   بہر حال تکفیر نے سر اُٹھایا
نصاریٰ تھے انکے اُولی الامر[۴] منکم
وعیدان پہ آقا کی تھی لَسْتَ مِنْھُمْ   (۱۳۷)
عجب فرقہ بازوں میں رسّہ کشی تھی   صفاتی تصادم میں دنیا گھری تھی
جہاں میں سیاست کی ہلّڑ مچی تھی   کہاں روح قرآں کی باقی رہی تھی
گیا جب تھا قرآن پاک آسماں پر
تو لے دیکے وہ رہ گیا تھا زباں پر   (۱۳۸)

۱ قیامت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف میں بہترین طریقے سے کھینچا ہے فرمایا یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَۃً یعنی جب بادشاہتیں قرآن کے دوبارہ نزول کی وجہ سے اُڑا دیئے جائیں گے جمہوریت قائم کرنے کے لئے رعایا خود حاکم بننے کی کوشش کرے گی اِن کا سردار دَابَّۃُ الْاَرْضِ ہوگا یعنی وہ زمین کا کیڑا ہوگا اُسکی ساری محنت زمین کیلئے ہوگی بالآخر وہ ناکام ہوگا ایسے وقت میں ۱۹۲۴ء کا زمانہ ہوگا قیامت کا مالک ظاہر ہوگا وہ حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور کا وجودِ مبارک ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ تقسیم ہند عمل میں آئی اور مغلیہ خاندان کا آخری چراغ بھی خاموش ہوگیا. سیاست کی دنیا میں دھوم مچی ہے. بالآخر ساری دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوگا اور ساری دنیا مذہبی ہو جائیگی۔

۲ آیت پاک ہے تَاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ فَھُوَ وَلِیُّھُمُ الْیَوْمَ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۶۳:۱۶) دورانبیائے ماسبق کے اختتام پر جس کا نشان عیسیٰؑ ہیں شیطان نے جگہ پکڑلی اور (۵۷۰) سال تک مخلوق کو خوب گمراہ کیا اس وجہ سے یہ دورِ قیامت شیطان والا ہے. تیرھویں صدی اور چودھویں صدی میں دجال کا دور شروع ہوا اور یہ بھی قیامت کا نشان ہی تھا لہٰذا یہ دور دجالی فتنہ کا دور کہلاتا ہے اور یہ دور جو چھ سو برس کا ہے وہ شیطانی دور اس لئے بھی کہلایا کہ اس دور میں دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا کیونکہ اقوام عالم پر عیسیٰؑ کی وجہ سے قیامت آچکی تھی کیونکہ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ (۵:۶۳) کی تصدیق اور تائید میں حدیث آئی ہے لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیّ یعنی میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا۔

۳ دجال کی حکومت یا دورِ اعلیٰ اقتدار نصاریٰ تمام مسلمانوں پر ایک سو سال چلا. اس دور کا اختتام ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء م ۲۷/ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کو ہوا. اللہ کے مظہر بشکل دیگر دیندار چن بسویشور نے اس کے بعد ہی غزوات فرمائے. (۲۷) ستائیس غزوات سنت رسولؐ کے موافق ہوگئے اور ادھر یاغستان کے پہاڑوں میں ایک جماعت دورے لگا رہی تھی اور مسلمانوں کو بیدار کرتی جا رہی تھی یعنی ....

کوئی خود کو کہتا تھا میں احمدی ہوں　　کسی کی زباں پر تھا میں مہدوی ہوں
کسی کو یہ دعویٰ تھا میں خارجی ہوں　　ہر اِک فرقہ کہتا تھا میں جنتی ہوں

اسی زعم میں شیعہ تھے جبریہ تھے
اسی زعم میں قادری چشتیہ تھے　　(۱۳۹)

کوئی فخر کرتا میں وہّابیہ ہوں　　کوئی زعم کرتا میں قُرآنیہ ہوں
کوئی خود کو کہتا تھا میں نجدیہ ہوں　　کوئی خود کو کہتا تھا رحمانیہ ہوں

بٹا تھا اسی طرح فرقوں میں مذہب
تماشا تھا ان سب کی نظروں میں مذہب　　(۱۴۰)

ہے سمّٰکُمُ[1] المُسلِمین رب کا کہنا　　نیا نام دینے کا کیا ہے قرینہ
ڈُبویا ہے کافر گری نے سفینہ　　خفا ہیں بہت اس سے شاہِ مدینہ

تبدّل سے ناموں کے غُصّے میں آکر
مُسلّط کیا حق نے اوروں کو ان پر　　(۱۴۱)

نزول ابنِ مریم کا پھریوں ہوا تھا　　کہ روئے ابوذرؓ[2] میں چہرہ دکھا تھا
صحابہؓ نے جب ذکرِ عیسیٰ کیا تھا　　تو سُن کر رسولِ خُدا نے کہا تھا

اَقُول کَماقالَ عِیسیٰ ابنُ مریم
عیاں تُجھ پہ سب کُچھ ہے خلّاقِ عالم　　(۱۴۲)

وَتوکّل علیٰ العزیز الرحیم الذی یراکَ حین تقومُ وتقلبک
فی السّٰجدین انّہُ ھُوَ السّمیعُ العلیم (۲۶ :۲۱۹)

ذَالِکَ عٰلِمُ الغیبِ والشّھادۃِ العزیزُ الرّحیمُ:(۶:۳۲)

زمانۂ غیب وشہادت

نبیّوں کی آمد ظہورِ صفاتی　　ظہورِ صفاتی نہیں وصف ذاتی
رسولِؐ خُدا کی جو ہستی ہے آتی　　شہود اور غیبی صفت ہے وہ لاتی

ہیں غیب وشہادت کے دو زُلف آتے
ہمیشہ وقوع ومحل کو ہیں پاتے　　(۱۴۳)

ان اللہ والوں کی محنت رائیگاں نہیں گئی آخر مسلمان انہی کے راہ عمل پر گامزن ہوئے۔ (۴) آیت پاک یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُو اللّٰہَ واَطِیْعُوالرّسول وَاُوْلِی الامْرِ مِنْکُمْ (۴:۵۹) یعنی تم اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اور جو تم میں سے صاحبِ امر ہے اس کی اطاعت کرو.صاحبِ امر یعنی جو بھی بادشاہ ہوگا وہ مسلمانوں میں سے ہوگا.غیر قوم کا بادشاہ اُولِی الامر منکمُ نہیں ہوسکتا' چونکہ صاحبِ امر کیلئے مِنْکُمْ کی ضمیر ہے.سب مسلمانانِ ہند نے انگریزی حکومت کو اپنا اُوْلِی الْاَمْر بنالیا.حتّی کہ صبح کے تارے نے بھی دجّال کے رعب سے مرعوب ہوکر اُسکو اپنا اُولی الامر مان لیا یہ ایک ایسی لعنت تھی کہ جس سے تمام مسلمان آپس میں فرقوں کی صورت میں بٹ گئے.حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لَیْسُوا مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْھُمْ یعنی نہ مَیں اِن میں رہونگا اور نہ وہ مجھ میں رہیں گے۔　　(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

(۱) قرآن کریم میں آیا ہے.اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ . یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں.اَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ بھی آیا ہے یعنی میں سب سے پہلا عابد ہوں.اس طرح آپ کی امت آپ کی اتباع کی وجہ سے مسلم اور عابد نام پانیکی مستحق ہوئی اس سے ہٹ کر اپنے آپ کو کسی فرقہ سے منسلک کرنا کسی مسلم کا کام نہیں ہے اور یہ اس کی شان کے منافی ہے قرآن کریم میں ہے مِنَ الَّذِیْنَ فَرَقُوْادِیْنَھُمْ وَکَانُوْاشِیْعاً کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ (۳۰:۳۲) یعنی جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور فرقوں میں منقسم ہوگئے.پس بیجا طور پر سارے گروہ اپنے کئے پر اترا رہے ہیں.اسلام میں فرقہ بازی لعنت ہے.اللہ پاک سے ان کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا اللہ پاک نے لَا تَفَرَّقُوْا کا حکم دیا ہے.اس کے خلاف اگر کوئی کہے کہ ''میں اسلام میں فرقہ بناتا ہوں'' چاہے وہ کسی مصلحت کے تحت ہی کیوں نہ ہو اسلام میں زندیقیت ہے اور یہی اصول صحابہؓ کا تھا اور دیندار انجمن کے مبلغین کا بھی یہی اصول ہے.اس پر بھی ہمیں کوئی کسی فرقے میں منسلک کرتا ہے تو وہ اللہ کی گرفت میں آجائے گا.قرآن کریم میں کہا گیا ہے ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی حضور سرورؐ عالم ہی کی امت' مسلم کا نام پانے کی حقدار ہوئی ....

عجب معجزے ہیں ابوا لانبیاء ﷺ کے رُسُل میں سوالاکھ خود کوچُھپا کے
ڈرائے ہیں ہرقوم وملّت کو جاکے سُنائے ہیں احکام سب کو خُدا کے
نبیّوں کے دوروں میں تھا دور انکا
طوالت[۱] میں سایا تھا کُچھ اور ان کا (۱۴۴)

زمانہ تھا کَشجر[۲] کُل انبیاء کا ثمر تھانہاں اس میں خیرُالوریٰ کا
جو وقت آگیا بعثتِ مصطفٰیؐ کا ہوا حشر دنیا کے کُل انبیاء کا
تقلّب کا یہ دور کیا ہی عجب تھا
لِوائے محمدؐ تھا اُونچے سے اُونچا (۱۴۵)

زمانہ جو گذرا ہے کُل انبیاء کا اعادے میں ہے دور وہ اولیاء کا
مُطاعِ نبوت میں ہے اتقیاء کا تواُمت میں ہے وہ اثر اصفیاء کا
وہ رمضان ہی کے تھے دس سو[۳] (۱۰۰۰) مہینے
مثالِ شجر تھے جو دنیا میں پھیلے (۱۴۶)

جسمیں تمام انبیاء کی جامعیت ہے اور یہی مقام ہمارے لئے بس ہے۔ (۲) حضرت ابوذر غفاریؓ حضور انور علیہ ﷺ کے مسیح ہیں. آپؐ نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَنظُرُ اِلٰی عِیسٰی اِبن مَرْیَمُ فَلْیَنظُرْ اِلٰی اَبِیْ ذَرْغَفَّارِیْ یعنی اگر کوئی شخص عیسیٰؑ بن مریم کو دیکھنا چاہے تو وہ ابوذر غفاری کو دیکھے. حضور سرور عالم ﷺ نے میثاقِ انبیاء کی تکمیل میں مسیح کے وجود کو اپنی امت میں بتلایا. یہ وجود اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ آپؐ قیامت کے مالک ہیں کیونکہ مسیح ابن مریم قیامت کا نشان ہے اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ ۔حضور سرور عالم ﷺ کا فَاقول کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ فرمانا اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ آپؐ کی امت مسیح موعود کے زمانے میں قرآن چھوڑ کر بھٹکتی پھرتی رہے گی. آپؐ اسی غم میں ایک مرتبہ رات بھر روتے رہے بالآخر وحی ہوئی یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی یعنی اے محمدؐ تم غم مت کرو ہم تمہیں اس وقت وہ عطا کرینگے کہ جس سے آپ راضی ہوجائیں گے۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) آیتِ پاک ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّالظِّلَّ وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِناً ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلاً ثُمَّ قَبَضْنٰہُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا (۲۵:۴۵) ترجمہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو لمبا کرتا ہے اور اگر چاہتا تو اُس کو ٹھیرا سکتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل ٹھیرایا پھر ہم اسے آہستہ آہستہ کھینچتے ہوئے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں. اس آیت پاک میں اللہ پاک نے حضور اکرم سورج اور انبیاء ماسبق کو سورج کی روشنی کا ضد یعنی ظِل فرمایا ہے لفظ مَدَّالظِّلَّ میں سایہ کی طوالت انبیاء کی تصویر ہے وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا میں ایک وقت تمام نور ایک ہی جگہ آکر جمع ہونا ہے اسی لئے ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلاً فرمایا. سورج کے طلوع پر جس طرح رات کی تاریکی جاتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ سایہ سِمٹتا جاتا ہے بالآخر سورج کے سر پر آنے سے سایہ بھی آکر ایک جگہ جمع ہوجاتا ہے یہانتک کہ سایہ باقی ہی نہیں رہتا سورج کے سر سے ڈھلنے پر پھر سایہ طوالت اختیار کرتا ہے. جیسے جیسے سورج غروب کی جانب مائل ہوتا ہے اسی طرح سایہ بڑھتا جاتا ہے. سورج جیسے ہی غروب ہوتا ہے سایہ رات کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور پھر رات میں تارے اپنی چمک دکھلاتے ہیں سورج کے طلوع پر اُن کی ساری چمک چھپ جاتی ہے. باوجود موجود رہنے کے سورج کے مقابلے میں اپنی روشنی نہیں دکھلا سکتے یہی حال حضور سرور عالم ﷺ کا ہے. یعنی آپؐ کے طلوع پر تمام انبیاء کا نور آہستہ آہستہ سِمٹا ہوا ایک ہی جگہ یعنی عرب کی زمین میں آیا. ساری زمین کے مختلف انبیاء کھنچے ہوئے مطلع انوار حضور سرورِ عالم ﷺ کے پاس آئے یہاں تک کہ تمام قومیں بے نور ہوگئیں تمام انبیاء کا نور ایک ہی جگہ جمع ہوگیا. آپؐ کی موجودگی میں علحٰدہ طور پر کوئی نبی اپنی قوم کے کسی کام کا نہ رہا. آپ ہی کا وجود بابرکت تمام انبیاء کی مجموعی کیفیت دکھلاتا رہا. انبیاء کی روشنی آپؐ میں اور آپؐ کے متّبعین میں کامل طور پر نظر آنے لگی اسی لئے آپؐ کو سراجاً منیرا کہا گیا ہے. پس جس طرح سایہ کی طوالت غروبِ آفتاب کے بعد مکمل رات کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اسی طرح لاکھوں برس تک تمام قوموں پر رات کی تاریکی چھا گئی اور مکمل تاریکی میں تارونکی مانند انبیاء اپنی اپنی روشنی مختلف قوموں میں دکھلاتے رہے. اسی کو دوسری جگہ وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ کہا گیا ہے. حضور اکرم ﷺ کا وجود آفتاب آمد دلیل آفتاب کی صورت میں نظر آیا پس ابتدائی بعثت کے بعد وہی دور اسلام میں لوٹ آیا. جس طرح سورج ہر بارہ گھنٹے کی مدت میں طلوع اور غروب کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح خیر القرون کی تین صدیوں کے بعد غروب اسلام کا زمانہ آیا اسلام کی جامعیت مسلمانوں کے دماغ سے نکل گئی. اسلئے کہ مطلع انوار ﷺ کا وجود غیب میں تھا اور آپؐ سٰجِدِین کے گروہ میں تقلّب فرمارہے تھے. شہادت کا زمانہ آیا تو اولیاء اللہ کی جامعیت کو لے کر آپؐ ہی کا وجودِ بابرکت بہ لباسِ دیگر یعنی ایک کامل اُمّتی فنافی الرسول کی صورت میں ظاہر ہوا وہ وجود حضرتِ صدیق کا ہے. تمام اولیاء اللہ آپؐ ہی کے ظِل تھے. آپؐ کا وجود اصل ہے. ظِل اپنے اصل سے علحٰدہ نہیں رہ سکتا اسلئے سارے فرقہائے اسلام ایک مرکز پر جمع ہوکر اپنے حقیقی کام کو لگ جائیں گے. اب دنیا فرقوں سے تنگ آچکی ہے. قرنِ اولیٰ کے اصول کو مسلمان اپنانے لگے ہیں. اس طرح ظِل اپنے اصل کی ......

جانب سمٹتا آ رہا ہے. بالآخر سایہ کی طوالت ختم ہو جائیگی اور ظلمت کافور ہو جائے گی۔ (۲) قرآن کریم نے تمام انبیاء کو درختِ اسلام کی شاخوں کی صورت دی ہے حضور اکرم ﷺ کا وجود اس درخت کا اصل یعنی جڑ ہے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۔ اسکی تفسیر درختِ اسلام کے تین نقشوں کی صورت میں ہم نے پیش کی ہے۔ (۳) دس سو مہینے سے مراد زمانہ فیجِ اعوج ہے جسکو قرآن کریم نے ایک دن سے تعبیر کیا ہے جہاں مسلمانوں میں صرف جذبۂ وطن تھا. ظاہری غلبہ مدّ نظر تھا دوسری جانب اسلام میں فرقہ بندی زور پر تھی علماء ومشائخین میں بھی حقیقی روحِ اسلام باقی نہ رہی تھی صرف گادی وسلسلے کے خلیفے بننے لگے تھے. اسلامی تعلیم مختلف سلسلوں اور حلقوں کی صورت میں نظر آتی رہی درختِ اسلام کی شاخوں کی ربوبیت کا زمانہ تھا پس یہ دور ایکہزار سال والا تھا. جس کو اللہ پاک نے فرمایا ہے یَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (۲۲:۴۷) اے محمدؐ تجھے عذاب کے بارے میں عجلت کر رہے ہیں اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا وہ ایک دن کے مساوی ہے جسکی مدّت ایکہزار سال ہے. اس انتشاری کے دور کے پہلے اور آگے کیا ہوگا حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے مَثَلُ الْاُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرُ لَا اَدْرِیْ اَمْ اَوَّلَهٗ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرَهٗ یعنی میری امت

تمام انبیاء کے تھے مختص طرائق — تھے پھر بھی وہ دیدِ محمدؐ کے شائق
نہ تھے کوئی کم تر نہ تھے کوئی فائق — اگرچہ کہ حسبِ مراتب تھے لائق
جو ہر ایک کو واحدیت[۱] میں پایا
محمدؐ نے ان سب کو وحدت میں لایا (۱۴۷)

وہ دورِ صحائف تھا جو اوّلیں کا — حقیقت میں قرآں بشکلِ عضین[۲] تھا
عجب دور فِی السّٰجِدِیْن کا یہ گذرا — کہ جس میں نہ تھا دین کا کوئی جذبہ
یہ دورِ سلاسل کٹھن سے کٹھن تھا
دماغوں میں ان کے وطن ہی وطن تھا (۱۴۸)

بداء میں ہے انسان آہستہ بڑھتا — مگر جلد ہوتا ہے اس کا اعادہ
ثبوت اس کا ہوتا ہے اس سے ہویدا — جواں ہے وہ جو ہو اٹھارہ برس کا
بداء میں ہے آہستہ آہستہ آنا
اعادے میں لگتا نہیں ہے زمانہ (۱۴۹)

کی مثال روحانی بارش کی ہے میں نہیں جانتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر. پس یہ دو دور جس کو قرنِ اول اور قرنِ آخر کہا جاتا ہے روحِ اسلام کے حقیقی جواہر دکھلاتے ہیں. یہی دو بارش روحانی ہیں جسکو مطرِ اول اور مطرِ آخر کہا جاتا ہے. پہلی بارش مرگ کی ہے اور آخری بارش اُترا کی ہے. اسلام کے یہ دو موسم موعود ہیں. پہلی پیداوار ربیع اول اور دوسری ربیع آخر کہلاتی ہے یہ دونوں ایک ہی رنگ کے ہیں قرآن کریم میں ہے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (۳۲:۶) یعنی اللہ پاک نزولِ امر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر وہ روحِ اسلام واپس لوٹ جاتی ہے ایک دن میں جس کی مدّت ایکہزار سال ہے جسکو تم گنتے ہو یہی اُس کے غیب وشہادت کے دو زلف ہیں وہ غالب اور رحم کرنیوالا ہے. پس یہ دو اوقات جس میں اسلام اور اس کی روح نازل ہوتی ہے قرآن کریم اور احادیث میں اس کا بارہا تذکرہ آیا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۔ اس آیت میں اَنْزَلْنٰهُ کہہ کر ہٗ کی ضمیر ماضی استعمال کیگئی ہے اور تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ میں نزولِ روح کیلئے مضارع کا صیغہ لایا گیا ہے. اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا نزول جس طرح ماضی میں یعنی قرنِ اول میں ہوا تھا اسی طرح قرآن کا نزول ہوگا لیکن وحی جلی کی بجائے ملائکہ روح کے حامل بن کر ہر امر کو سلامتی تک پہنچائیں گے. یہاں تک کہ مطلع الفجر کر دینگے. یہی دو زمانے خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کہلائیں گے. فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ یہی دو دور زمانہ فیجِ اعوج کی نیند سے بہتر ہیں. اسی لئے مسلمانوں کو ہر روز فجر کی اذان میں بیدار ہونے کی تلقین کی جاتی ہے۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) اصطلاح واحدیت تصوّف میں درختِ اسلام کی شاخوں کی صورت ہے اور اصطلاحِ وحدت شاخوں کی اجتماعیت یعنی پھل کی صورت ہے اور وہ وجود جو اجتماعیت کا حامل ہے آنحضرت ﷺ کا ہے۔ (۲) آیتِ پاک ہے اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ (۱۵:۹۱) یعنی جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا. یہ آیت اعادۂ اسلام کی صورت پیش کرتی ہے عِضِیْنَ کا اصل عَضْوَة ہے جسکے معنی جزو کے ہیں. اسی سے عضو یعنی جسم کا ایک جز مراد ہے تعضیہ کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا آئے ہیں. ایک مرتبہ تمام انبیاء اعضائے اسلام بن کر ظاہر ہوئے اور حضور اکرم کا وجود حشر اجساد کی..........

بداء میں تھا قرآن کا جمع ہونا ۱ شرائع کا ادیان کا جمع ہونا
دلائل کا بُرہان کا جمع ہونا فضائل کا عرفان کا جمع ہونا

کہ یہ دینِ اسلام ہو نا تھا اکمل
عطاء نعمتیں ہو رہی ہیں مُفصَّل (۱۵۰)

جہاں میں رسولِ خُدا آرہے تھے حبیبِ خُدا مصطفیٰؐ آ رہے تھے
رسولوں کے وہ رہنُما آرہے تھے صحابہؓ میں کُل انبیاء آرہے تھے

بداء کا وہ عالم نرالا تھا عالم
نبیّوں کا خاتم نرالا تھا خاتم (۱۵۱)

کُل اقوام پر جو قیامت تھی پہلی تھی آمد وہاں خاتمُ المرسلیں کی
نبوّت کی نعمت جو چھینی گئی تھی نہ تھا نور اقوامِ عالم میں باقی

مٹی ماسبق کی وہ جُزی نبوّت
خلافت ولایت میں بدلی نبوت (۱۵۲)

مزہ ہے قیامت میں زندہ دلوں کا کہ دیتا ہے پھل اُن کو دنیا کا پورا
قوامِ عمل بن کے پختہ سے پختہ ہے سب کو خُدائی تماشا دکھاتا

شجر کی جوانی شجر پر قیامت
بشر کی جوانی بشر پر قیامت (۱۵۳)

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَاتَمْتَرُنَّ بِهَاوَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌمُّسْتَقِيْمٌ (۶۱:۴۳)

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ه مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ه وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ه اِنْ هُوَاِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى

حضرت عیسیٰؑ قیامت کا نشان اور صبح کا تارہ ہیں

جوآدم سے عیسیٰؑ نبی تک زمانہ نبیوں کا تھا ایک جزوی ٹھکانہ
محمدؐ کی امت میں پھر اُن کا آنا نبیوں کا گویا ہے معراج پانہ

ہوئے پہلے مبعوث تو جزیت تھی
ہوئی ہے عطاء شان اب کُلیت کی (۱۵۴)

صورت میں ظاہر ہوا. وہ وجود کامل تھا اعادہ اسلام کی صورت میں پچھلے ایکہزار سال میں جو ۷۲ فرقے ہوئے ہیں وہ سب کے سب اعضائے اسلام ہی تھے اِن سب کی مجموعی تصویر اور وجود کامل بھی آپؐ ہی کا وجود ہے. لیکن اسلام میں نبوت ختم ہو چکی ہے اسلئے وہ وجود کامل آپؐ کے امتی کی شکل میں ظاہر ہوا اور وہ وجود حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرہٗ العزیز کا ہے جسمیں سارے اعضائے اسلام کی ربوبیت کرنیکی صلاحیت تھی یعنی آپ نے کسی فرقے کے بانی کا انکار نہیں کیا. تمام فرقوں کے بانیوں کا احترام کیا یہ ایسا ہی ہوا جس طرح حضور سرور عالم ﷺ نے تمام انبیاء کی تصدیق کی قرآن کریم میں آیا ہے اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرانَه یعنی قرآن کا جمع ہونا اور اس کا پڑھنا ایک خاص وقت پر ہوتا ہے اور وہ وقت معیّن ہے. یہ عمل یا تو حضور سرور عالم ﷺ کے ظہور پر ہوا یا پھر حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرہٗ العزیز کے وجود نے اس عمل کو پیش کیا. آپ کے وجود نے اسلام کے ایکہزار چارسو اوامر ونواہی کے عقدوں کو حل کیا. قرآن کریم کی اجتماعیت تفریق اسلام کو روکتی ہے اور ہر کلمہ گو مسلمان کو اپنا بھائی بناتی ہے. سجدین کا گروہ اس حقیقت سے ناواقف رہتا ہے. (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

۱ جس طرح پھل درخت کی تمام شاخوں کو اپنے اندر جمع کرتا اور درخت کی جامعیت کو اپنے اندر رکھتا ہے اسی طرح اسلام ادیانِ عالم کی جامعیت کو اپنے اندر رکھتا ہے اور پھل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے. قرآن کریم نے ادیانِ سابقہ کی تمام کتب کی جامعیت کو اپنے اندر رکھا ہے. اللہ پاک نے فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ قُرْاٰنَهٗ یعنی قرآن کریم کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ہی ذمّہ ہے. اس حقیقت کے بعد واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے جمع ہونیکا ایک وقت معیّن ہے اور وہ تھا وقت حضور سرور عالم ﷺ کا. یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صورت میں قرآن حالتِ انتشار میں تھا یا یہ کہو کہ پھل آنیکے پہلے درخت کی شاخوں کی صورتیں نمودار ہوئی تھیں. درخت کی جوانی پر پھل آتا ہے اس طرح حضور سرور عالم ﷺ کا وجود مبارک خاتم النبین بن کر پھل کی صورت میں ظاہر ہوا. (باقی حاشیہ صفحہ ۱۲۶)

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود قیامت اور اُسکے مالک کی نشاندہی میں صرف ایک نشان ہے جب یہ وجود آجاتا ہے تو قیامت اور اُس کے مالک کا علم لوگوں کو ہوجاتا ہے قرآن کریم میں وَاِنَّـهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ آپ ہی کے متعلق ہے۔ مسیح کی جماعت نادانی سے اپنے موعود کو قیامت کا مالک سمجھ بیٹھتی ہے جس سے وہ آسمانی برکات سے محروم رہ جاتی ہے اور خود اُن میں پھوٹ پڑجاتی ہے۔ ایک جماعت یعقوب کے ساتھ اور دوسری پولُس کے ساتھ ہوجاتی ہے اس کے پھوٹ کا ثمرہ بن کر حضور سرور عالم ﷺ کا وجود بابرکت آجاتا ہے اور حَکَم کا کام کرتا ہے۔ (۲) وجودِ طارق کی نشاندہی میں سورۃ الطّارق نازل ہوا ہے اسی طارق کو نجمِ ثاقب کہا گیا ہے اور وہ بھی تکرار کے ساتھ دراصل یہ مسیح ابن مریم کا وجود ہے چونکہ طارق کے معنی رات کے آنے والے کو مخصوص کرتے ہیں اور نجم کو بھی رات میں آنے کی وجہ سے طارق کہا جاتا ہے۔ رات میں آنیوالے کو طارق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سونے والوں کو جگانے کیلئے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اسی لئے طرق کے معنی مارنے کے آئے ہیں بعض مفسرین نے طارق حضور سرور عالم ﷺ کو قرار دیا ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ یہ حضورؐ کے مقامِ اعلیٰ سے عدم واقفیت کی دلیل ہے اسلئے کہ مَآ اَدْرٰکَ مَاالطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ میں طارق کو نجم ثاقب کہا گیا ہے گویا کہ طارق چمکتا ہوا تارہ ہے قرآن کریم میں حضور سرور عالم ﷺ کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا یعنی روشن کرنے والا سورج کہا گیا ہے۔ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ تمام تارے سورج ہی سے روشنی حاصل کرتے ہیں گویا کہ تمام انبیاء نے آپؐ ہی سے روشنی حاصل کی تھی چونکہ یہ سب اپنی قوموں میں راتوں میں جگمگاتے رہے اسلئے سب کے دائرے محدود تھے یہ سب سورج یعنی شمس الھُدٰی و سراج الانبیاء ﷺ ہی کے محور پر گھومتے رہتے ہیں۔ یوں تو ہر نبی کو طارق کہا جاتا ہے لیکن مسیح ابن مریم کو طارق کی صفت میں نجم ثاقب اسلئے کہا گیا ہے کہ تمام تاروں میں صبح کا تارہ اپنی چمک زیادہ دکھلاتا ہے اور وہ اس لئے کہ اُس کے بعد سورج کے طلوع کی شہادت مل جاتی ہے اسی لئے مسیح ابن مریم نے انجیل میں اپنے آپ کو صبح کا تارہ فرمایا پس اب ظاہر ہوا کہ حضورؐ کی بعثت سے پہلے مسیح ابن مریم کا ظہور صبح کے تارے کے مماثل تھا بشمول ابن مریم تمام انبیاء موقتی چمک دکھلائے اور رات کا وقت ہونیکے باعث حق و باطل کا تبیان نہ کرسکے چونکہ آفتاب عالم تاب غیب کی صورت اختیار کئے ہوئے تھا اس لئے ان سب کی ہدایت اپنی اپنی قوم کی حد تک محدود رہی۔ مسیح ابن مریم اور حضورؐ کی بعثت کے درمیان کوئی نبی نہ تھا۔ مسیح کے بعد آپؐ کا ظہورِ مبارک ہوتا ہے۔ یہ مبارک ظہور شمس اور ضُحٰی کی شان رکھتا ہے۔ بداء میں شمس اور اعادہ میں ضحٰی۔ اس اعادہ اسلام میں آپؐ کا نام حیات النّبی ہوا چونکہ آپؐ کی بعثت پر ہر چیز کا تبیان ہوا تمام انبیاء کی انتشاری کیفیت دور ہوئی۔ اجتماعیت قائم ہوئی۔ تمام انبیاء کا نور صحابہؓ میں کھینچ کر آگیا آپؐ نے صحابہؓ کو اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فرماکر ثابت کیا کہ میں سورج ہوں اور صحابہؓ وارثِ انبیاء ہیں۔ پس یہ دور ایک مرتبہ عرب میں آیا اور ہر تیرہ سو سال کے بعد آتا رہے گا یعنی جب کبھی مسیح ابن مریم صبح کا تارہ بن کر ظاہر ہونگے تو اس کے کچھ ہی وقفے کے بعد آپؐ کی کامل قدسی طاقت بہ لباسِ دیگر جلوہ افروز ہوگی چنانچہ اسی دن کو یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ یعنی رازوں کے انکشاف کا دن کہا گیا ہے اور ایسے ہی وجود کو وَاِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ کہا گیا ہے۔ یہ نفسِ کُل اور عقلِ کل کی تعریف میں آیا ہے مَا خَلْقُکُمْ وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ صحابہؓ سے مخاطب ہوکر قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ تمہاری خلقت اور تمہاری بعثت نفس واحدہ کی جیسی ہے۔ خلقتِ صحابہؓ اور بعثتِ صحابہؓ یہی دو دور اس امت میں مستقل ہیں۔ خلقتِ صحابہؓ قرنِ اول ہے بعثتِ صحابہؓ قرنِ آخر ہے اور کَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ میں کاف مماثلتِ نفس کیلئے آیا ہے اور نفس واحدہ حضور سرور عالم ﷺ کی ہستئی مبارک ہیں۔ یعنی یہ بتلایا گیا ہے کہ جس طرح قرنِ اول میں صحابہؓ نے حضور سرور عالم ﷺ میں فنا ہوکر تمام انبیاء کے کمالاتِ روحانی اپنے وجود سے ظاہر کئے اسی طرح دوسرا دور جو قرنِ آخر کا ہے وہاں بھی حضورؐ کی کامل ……

قیامت جو آئی تھی دنیا میں پہلی فقط ابنِ مریم تھے اس کی نشانی
خبر نجمِ مریم نے یہ ہم کو دی تھی کہ آمد ہے اب شمسِ کُل انبیاء کی
مگر فصل تھا اِن میں چھ سو برس کا (۶۰۰)
حبیبؐ خُدا وقت پر آرہا تھا (۱۵۵)

نبوت کی تھے آخری شاخ عیسیٰؑ تو پھر کیسی ہوتی تھی شاخ اور پیدا
شجر ہوگیا تھا نبوت کا پورا زمانہ تھا اب منتظر اُس کے پھل کا
شجر میں پھل آہستہ آہستہ آیا
وہ آہستہ آیا تو دانستہ آیا (۱۵۶)

ہیں عیسیٰؑ نبی اپنی اُمت کے حاذق ہیں ظلمت کا در کھٹکھٹانے میں طارق(۲)
ہیں جانے کے اور لوٹ آنے کے شایق خبر شمس کی دیکے جانے میں صادق
گئے ابنِ مریم جو تھے نجمِ ثاقب
نکل آئے شمس الھُدیٰ بنکے عاقب (۱۵۷)

بعثت کے بعد وہی کمالات روحانی ظاہر ہونگے . ہر دو مواقع پر نفسِ کل حضور سرور عالم ﷺ کا ذاتی جوہر عامتہ النّاس کو نظر آئے گا اور وہ ہے تبلیغ ۔ ہجرت اور غزوات . حضور سرور عالم ﷺ نے صاف طور پر اپنی امت کو اپنا ہی مقام عطا ہونے کا ذکر فرمایا ہے مُثِّلَتْ لِیْ اُمَّتِیْ فِی الْمَآءِ وَالطِّیْنِ یعنی میرا امتی میری ہی مثال رکھتا ہے پانی اور مٹی کے خمیر میں . پس اب حضور سرور عالم ﷺ کے بعد نبوت کی ضرورت باقی نہ رہی اسلئے کہ آپؐ کے سارے کمالاتِ روحانی ایک فنافی الرسول امتی کے ذریعہ صاف طور پر ظاہر ہونے لگے . آپؐ نے اپنے آپؐ کو عاقب بھی فرمایا اَنَا عَقِبُ عَقِبُ الَّذِیْ لا نبی بَعْدَہٗ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جسکے بعد کوئی نبی نہیں ہے . حضور سرور عالم ﷺ کے کئی مخصوص نام بتلائے گئے ہیں . آپؐ نے فرمایا اُعطِیْتُ مَا لَمْ یُعْطِ اَحَدٌ مِنَ الاَنْبِیَاءِ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِیْتُ مَقَاتِیحَ الْاَرْضِ وَسُمِّیْتُ اَحْمَدُ وَجَعَلَ التُّرَابُ لِیْ طَهُوْرًا وجعلت اُمَّتِیْ خَیْرَ الاُمَمْ یعنی مجھے وہ سب کچھ دیا گیا ہے جو کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا . میری نصرت رعب سے کیگئی اور مجھے زمین کے خزانے دئے گئے اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے مٹی پاک کرنے والی بنائی گئی اور میری امت تمام امتوں سے خیر کے مقام پر لائی گئی . حضور اکرمؐ کا یہ فرمانا کہ مجھے وہ سب کچھ دیا گیا ہے جو کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا اس بات کو صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ نے خود کو تمام انبیاء سے ممتاز رکھا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیناً

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیمًا

خاتم النّبیّن[۱] کا دینِ اکمل

لباسِ مسیحت میں انجیل والے　ہیں بے جان پُتلے تماثیل[۲] والے
بگاڑیں گے کعبہ کا کیا فیل والے　محمدؐ ہیں طیراً ابابیل والے
رہیں گے یہ سب عصفِ ماکول ہوکر
جہالت میں خود اپنی مجہول ہوکر　(۱۵۸)

رسالت ہے عیسیٰؑ کی تاویل والی　نبوت ہے محدود انجیل والی
وحی ہے محمدؐ کی ترتیل والی　نبوت ہے تکمیل و تعمیل والی
صدورِ صحابہؓ اناجیل[۱] والے
محمدؐ کے پیرو ہیں جبریل والے　(۱۵۹)

ہے اس پر بھی آپؐ کو انبیائے ماسبق کے مقام پر تولنا جہالت کی دلیل ہے . حضور سرور عالم ﷺ نے صاف طور پر فرمایا اَنَا سَیِّدُ الْمُرْسلینَ لَا فَخَرَ لِیْ یعنی میں رسولوں کا سردار ہوں لیکن میرے لئے یہ مقام بھی باعثِ فخر نہیں یعنی میں اس سے بھی کہیں بلند مقام پر ہوں اَنَا قَائِدُ الْمُرسلین لَا فَخَرَ لِیْ میں رسولوں کا قائد ہوں . میرے مقام پر تمام انبیاء بندھے ہیں میں اُن سب کی رہبری کرتا ہوں لیکن یہ مقام بھی میرے لئے باعثِ فخر نہیں ہے اس لئے کہ میرا مقام اس سے بھی کہیں اعلیٰ و بالا ہے ۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ۱ حضور سرور عالم ﷺ نے صحابہؓ کے متعلق فرمایا ہے صُدُوْرُھُمْ اَنَاجِیْلُھُمْ یعنی اُن کے سینے انجیلوں سے بھرے ہوئے ہیں ۔ انجیل کے معنی بشارت کے ہیں ۔ انجیل کی جمع اناجیل ہے ۔ عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل ہے وہ اسلئے کہ اُس میں رسول مقبول ﷺ کی بشارت لکھی ہوئی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے اَنَا بشارَۃُ عِیْسٰی یعنی میں عیسیٰ کی بشارت ہوں ۔ اب حضورؐ کا صحابہؓ کو اُن کے سینے بشارتوں سے بھرے ہوئے ہیں کہنا اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک ایک صحابیؓ میں کئی کئی عیسیٰ نظر آتے ہیں کسی امّتی کا مثیل عیسیٰ ہونا کمال نہیں بلکہ اپنی صحبت میں عیسیٰ کے مماثل کئی افراد کا پیدا کرنا کمال ہے اور یہ کمال اُسی فرد میں پیدا ہوتا ہے جس سے رسول مقبول ﷺ کی کامل قدسی طاقت کا اظہار ہو ۔ قرآن کریم میں اللہ پاک نے ایک مسلم کے مقام کو بتلایا ہے کہ وہ حضور سرور عالم ﷺ میں فنا ہونیکی وجہ سے کئی مسیح کی طاقتیں اپنے اندر رکھتا ہے ۔ وہ صرف مسیح ہی نہیں ہے بلکہ مسیح گر ہے آیت پاک ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْ اَنْصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۔ (۶۱:۱۴) اے مسلمانو! تم اللہ کے انصار بنو جیسے کہ کہا تھا عیسیٰؑ نے حواریوں سے کہ کون ہیں اللہ کیلئے میرے انصار ، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں ۔ اس آیت میں اللہ پاک نے مسلمانوں کو مسیح بن کر اپنے حواری بنانے کا مقام دیا ہے نہ کہ عیسیٰؑ کے حواریوں کا مقام ۔ اگر مسلمان حواریوں کا مقام رکھتے ہیں تو حضورؐ کا مقام مسیح ابن مریم کا ہو جاتا ہے اور یہ مقام آپؐ کی شان کو گھٹاتا ہے ۔ قرآن پاک کی دوسری آیات سے اور احادیث کی رو سے یہ امر مسلّم ہے کہ آپؐ ابوالانبیاءؑ سردار انبیاء اور قائد المرسلین ہیں اور کسی نبی کو آپؐ کا مقام حاصل نہیں ۔ آپؐ کو قرآن پاک میں لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کہا گیا ہے ۔ اول الذّکر آیت میں حکم ہے کُوْنُوا اَنْصَارُ اللّٰہِ ۔ ہو جاؤ اللہ کے انصار اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح ہو جانا ؟ تو اس کیلئے کہا گیا کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ۔ جیسے کہ عیسیٰؑ نے کہا تھا ویسے ہی ہو ....

جاؤ۔یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہو جاؤ کَمَا قَالَ میں قول عیسیٰؑ کی مماثلت ہے نہ کہ اُن کے حواریوں کی۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ نے کیا کہا تھا اور اس کا قول کیا تھا؟اس کا جواب لِلْحَوَارِیِّنَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ میں موجود ہے۔یعنی اُس نے یہ کہا تھا کہ اللہ کی طرف کون میرے انصار ہیں۔پس ایک مسلمان کا مقام یہ ہے کہ اس کا پہلا قدم چوتھے آسمان پر ہو جو حضرت عیسیٰؑ کا مقام ہے۔اُس کا دوسرا قدم سات آسمانوں پر ہوتا ہے۔بعض مفسرین نے اس آیت سے حضورؐ کو عیسیٰؑ کا مقام دیا ہے یہ اُن کی گستاخی ہے۔ ❷ تماثیل وہ مورتیں ہیں جو کسی پتھر کو تراش کر نصب کی جاتی ہیں یہ عیسائی قوم کی حالت ہے کہ جسمیں روحانیت کا نام نہیں ہے۔ بیت اللہ کو ڈھانے کیلئے ابرہا اپنی فوج لایا تھا۔اُسکے ہاتھی کا نام محمود تھا۔جس پر وہ بیٹھتا تھا۔اللہ نے اس کا طاقت کو ہلاک کر کے یہ ثبوت دیا کہ بیت اللہ ہی مقام محمود پر ہے۔اسی طرح چودھویں صدی میں حضور سرورِ عالم ﷺ کے مقابل نبوت کا فتنہ کھڑا کر کے اپنا نام محمود رکھکر اس کو مقام محمود سے تعبیر کر کے بیت اللہ کو ڈھانیکی کوشش کی جارہی ہے۔اللہ پاک اُسی طرح اس دوسرے ابرہا کے لشکر کو اپنا ہاتھ دکھلائیگا اور یہ سب پتھر کنکر کی بیماری میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائیں گے۔پس وہ لوگ جو حضور سرورِ عالم ﷺ کے مقابلے میں اِدّعائے نبوت کر رہے ہیں اُن کا وہی حشر ہوگا جو ابرہا اور اُس کی فوج کا ہوا۔اللہ پاک نے کہا اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ کہا ہے اس واقعہ کے وقت حضور سرورِ عالم ﷺ نہ تھے آپؐ کی بعثت سے قبل کا واقعہ ہے اس کے باوجود اللہ پاک فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اے محمدؐ کیا تم نے نہیں دیکھا' کہنا تو چاہئے تھا اَلَمْ تَسْمَعْ اسلئے کہ یہ بات سنی ہوئی تو ہو سکتی تھی۔اس سے ثابت ہے کہ ایسے واقعات ہمیشہ اسلام اور اُسکے بانی پر لوٹائے جائیں گے اور جس طرح حضورؐ کا غیبی ہاتھ اندر ہی اندر ابرہا کی فوج کو تباہ کر ڈالا پس اسی طرح حضور ﷺ کو غیب کی صورت میں پا کر دینِ اسلام اور اسکے بانی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر باطل قوتیں حملہ آور ہونگی تب اللہ پاک اپنی اُسی طاقت کو کام میں لاکر دوبارہ اسلام کی عزّت کو قائم کرے گا۔جس طرح ابرہا کی فوج اور اُسکے ہاتھی (محمود) کو غیب سے اپنا ہاتھ دکھلا کر تباہ و برباد کر دیا اور عربوں سے کچھ بھی کام نہ لیا چونکہ وہ اپنے قبلہ کا آپ مالک ہے وہ اس کا گھر تھا اس لئے اُس نے اُس کو بچالیا۔اسی طرح آج اسلام میں ادّعائے نبوت کی آواز کے حامی بڑے زور و شور سے اُٹھے ہیں اور گومیاں محمود نے انہیں اپنی پیٹھ پر سوار کیا ہے اور دینِ اسلام کے اصولی مسائل میں رخنہ اندازی کی ہے لیکن اللہ پاک کو اپنے حبیبؐ کی بڑی غیرت ہے وہ اپنا ہاتھ غیب سے دکھلائے گا مسلمانوں کی ظاہرہ طاقت سے یہ فتنہ نہیں دبے گا۔

رسولِ خُدا کی رسالت ہے کامِل نبوت بہ شانِ نبوت ہے کامل
مُطاعِ امیں کی امانت ہے کامل شریعت بھی کامل ہے اُمت ہے کامل
بہ تکمیلِ دیں اور بہ اتمامِ نعمت
محمدؐ کا جُز ہے محمدؐ کی اُمت (۱۶۰)

یہ جُزّی نبوت کی تشکیل کیسی یہ ظلّی نبوت کی تاویل کیسی
خلافِ رسالت یہ ترسیل کیسی تقابُل میں سورج کے قندیل کیسی
مکرّر نبوت کی تکمیل کیوں پھر
محمدؐ کے قبلہ کی تحویل کیوں پھر (۱۶۱)

ہے رائج یہاں جبکہ اصلی نبوت تو ظلّی نبوت کی کیا ہے ضرورت
ہے شرعی نبوت میں ملبوس اُمت ہے پھر کیا بروزی نبوت کی حاجت
یہ ظلّی بروزی وجُزوی مثالیں
نئے دور کی ہیں نئی اصطلاحیں (۱۶۲)

ضعیفی میں آتی نہیں ہے جوانی نہیں ملتے یکجا کبھی آ گ پا نی
نئی ہو نبوت کہ یا ہو پُرانی غلط اِ دّ عا ہے غلط تر جما نی

محمدؐ کے ہوتے نبوت یہ کیسی
مقابل میں آقا کے جُرءت یہ کیسی (۱۶۳)

ہے فرمانِ واثق یہ اُمّیؐ نبی کا یہاں کام کیا ہے کسی مُدّعی کا
ہے ادنیٰ کرشمہ مری زندگی کا رُسُل پہنے جامہ مرے اُمتی کا

مری ساری اُمتؐ ہے ہمرنگ میری
مری پیاری اُمت ہے ہمرنگ میری (۱۶۴)

قیامت جو پھر سارے عالم پہ ہوگی پُکارینگے کُل انبیاء نفسی نفسی
کہیں گے نبیؐ آؤ تحتَ لِوٰائی کہیں گے نبی اُمتی اُمتی بھی

رُسُل ہونگے اُمت میں جس وقت داخل
تو اس وقت طئے ہونگے سارے مراحل (۱۶۵)

لیا تھا نبیوں سے میثاقؐ حق نے نبیؐ ایک آئے گا آخر میں سب کے
مُصدّق وہ ہوگا نبیوں کا سارے وہ چمکے گا اُمُّ القریٰ کی زمیں سے

بصد شوق تُم اس پہ ایمان لانا
وہاں جا کے تُم میرا عرفان پانا (۱۶۶)

تمنّا نبیوں کی ہردم یہی تھی کہ ہوتے محمدؐ کی اُمت میں ہم بھی
قدم بوسی کرتے رسولِؐ خُدا کی چمک جاتی ائے کاش قسمت ہماری

لِوا ئے محمدؐ کو ہم دیکھ لیتے
خوشی سے صحابہؓ کا ہم ساتھ دیتے (۱۶۷)

ہوئی یوں تمنّا نبیوں کی پوری وہ خدمت میں پہونچے رسولِؐ خُدا کی
محمدؐ کی اُمت کی جب شان دیکھی اطاعت کو پھر سب نے گردن جھکا دی

وہ بیٹھے صحابہؓ کی صف میں خوشی سے
مراتب نبیوں نے اُمت کے پائے (۱۶۸)

---

۱ حدیث ہے مُثِّلَتْ لِیْ اُمَّتِیْ فِی الْمَآءِ وَالطِّیْنِ یعنی میرا امتی پانی اور مٹی کی خمیر میں مجھ جیسا ہی ہے۔

۲ حدیث ہے کُلُّ اَنْبِیَآءِ یومَئِذٍ تَحْتَ لِوَائِی. یعنی حشر کے میدان میں تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے پناہ لیں گے۔

۳ عہد جو نبیوں سے لیا گیا تھا وہ اس بات کا تھا کہ اُن کی روحانیت کی تکمیل کیلئے نامکمل کتابوں کی پیروی ختم کر کے مکمل کتاب قرآن کریم ہاتھ میں لیں اور اپنی امتوں کو اس طرف دعوت دیں جسکے متعلق میثاق النّبین والی آیت میں لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ کے الفاظ آئے ہیں. اس مسئلہ کی تفصیلی حقیقت معلوم کرنا ہو تو میری کتاب میثاق الانبیاء ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حدیث ہے اِنَّ اللّٰہ فی الخَلقِ ثلاثۃَ قلوبھُم علٰی قَلْب، اٰدمَ وَ لِلّٰہِ فِیْ الْخَلْقِ اَرْبَعُوْن قُلُوبُھُم عَلٰی قَلْبِ مُوْسٰی وَ لِلّٰہِ فِی الْخَلْقِ سَبْعَۃ قُلُوبُھُم عَلٰی قَلْبِ اِبْرَاھِیم وَلِلّٰہِ فِی الْخَلْقِ خَمْسَۃ قُلُوبُھُم عَلٰی قَلْبِ جِبْرِیلَ وَلِلّٰہِ فِی الخلقِ ثلاثۃُ قُلُوبُھُم عَلٰی قَلْبِ مِیکائیلَ وَلِلّٰہِ فِی الخَلْقِ وَاحِد قَلْبُہٖ علٰی قلبِ اسرافیل فَاِذْ مَاتَ الاَحَدِ اَبْدَلَ اللّٰہِ مَکَانَہٗ مِنَ الثَّلَاثۃ وَاِذَامَاتَ مِنَ الثَّلَاثۃ اَبْدَالَ اللّٰہِ مَکَانَہٗ مِنَ الخَمْسَۃ وَاِذَامَاتَ مِنَ الخَمْسَۃ اَبْدَالَ اللّٰہِ مَکَانَہٗ مِنَ السَّبْعَۃ وَاِذَا مَاتَ مِنَ السَّبْعَۃ اَبْدَالَ اللّٰہِ مَکَانَہٗ مِنَ الاَرْبَعِین وَ اِذا مات من الاربعینَ ابدال اللّٰہِ مکانہٗ مِنَ الثَّلاثۃ واذا مات من الثلاثۃ ابدال اللّٰہ مکانہٗ مِنَ العَامۃ فیھِمْ یُحیٰ وَیُمِیتُ وَیُمطِرُ وَیُنْبِتُ وَیَدْفَعُ البَلاء (ابن عساکر ابی نعیم عن ابن مسعود کنز العمال جلد۶ صفحہ۲۳۹) ترجمہ: بیشک اللہ کی مخلوق میں آدم علیہ السلام کے قلب والے تین سو ہیں اور موسیٰؑ کے قلب والے چالیس ہیں اور ابراہیمؑ کے قلب والے سات ہیں اور جبرئیلؑ کے قلب والے پانچ ہیں اور میکائیلؑ کے قلب والے تین ہیں اور اسرافیلؑ کے قلب والا ایک ہے اور جب یہ ایک مرجاتا ہے تو اُس کی جگہ اللہ پاک میکائیلؑ کے قلب والوں میں سے کسی ایک کو لاکر کھڑا کردیتا ہے. جب میکائیلؑ کے قلب والوں میں سے کوئی مرتا ہے تو اس کی جگہ جبرئیلؑ کے قلب والوں میں سے کسی ایک کو کھڑا کردیتا ہے اور جب جبرائیلؑ کے قلب والوں میں سے کوئی مرتا ہے تو اُس کی جگہ ابراہیمؑ کے قلب والوں میں سے کسی ایک کو لاکھڑا کردیتا ہے اور جب ابراہیمؑ کے قلب والوں میں سے کوئی مرتا ہے تو موسیٰؑ کے قلب والوں میں سے کسی کو لاکھڑا کردیتا ہے اور جب موسیٰؑ کے قلب والوں میں سے کوئی مرتا ہے تو آدمؑ کے قلب والوں میں سے کسی ایک کو کھڑا کردیتا ہے اور جب آدمؑ کے قلب والوں میں سے کوئی مرتا ہے تو اُسکی جگہ عام مسلمانوں میں سے کسی کو لاکر کھڑا کردیتا ہے اور پھر انہی میں سے زندہ کردیتا ہے اور انہیں میں سے مارتا ہے اور منہ برساتا ہے اور کھیتی اُگاتا ہے اور مصائب کو دور کرتا ہے. اس حدیث میں بحیثیت مجموعی انبیاء، جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کے ۳۴۷ قلوب کا اس امت میں ہمیشہ رہنا بتلایا گیا ہے.

(۲) حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اَبوبکرٌ نَظِیرُ اِبْـراھیم یعنی ابوبکرؓ ابراہیم علیہ السلام کے نظیر ہیں (کنز العمال جلد۶ صفحہ۹۳) اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے وَاِنَّ خَلِیْلِی مِنْکُم اَبُوْ بَکر ابْنِ قَحافہ (کنز العمال جلد۶ صفحہ۳۱۵) یعنی تم میں میرا خلیل ابوبکرؓ ابن قحافہ ہے. ایک تیسری حدیث میں آیا ہے مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ اِبْرَاھِیم فِیْ خُلَّتِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ اَبِی بَکر فِی سَمَا حَتِہ (کنز العمال جلد۶ صفحہ۱۶۱) یعنی اگر کوئی ابراہیمؑ کو اس کی خلت میں دیکھنا چاہے تو وہ دیکھے ابوبکرؓ کو اس کی فضیلت میں.

خصوصًا قلوب انبیاءؑ کے ہیں جتنے ہیں موجود ہر دم اس اُمت میں رہتے
قلوبِ براہیم سات[۷] ان میں آئے قلوب اور چالیس[۴۰] موسیٰؑ نبی کے
قلوب ان میں جبرئیل کے پانچ[۵] شامل
ہیں آدم کے بھی تین سو[۳۰۰] ان میں داخل (۱۶۹)

براہیمؑ[۱] نے حق سے خلّت جو پائی وہ اِک قومیت کی تھی جلوہ نمائی
وہ خُلّت جو صدیقِ اکبر میں آئی تو اسکی ہوئی مصطفےٰؐ تک رسائی
نبی آخرش وہ رفیقِ نبوت
نبی آخرش وہ لباسِ سماحت (۱۷۰)

رسولِ خُدا جو سمائے نظر میں کمی کی نہ قربانیِ سیم و زر میں
تھے ہمراہ صدیقؓ گھر میں سفر میں نہ بھولا نبیؐ نے اُنہیں عمر بھر میں
یہی ہیں فرشتہ صفت آبِ رحمت[۳]
یہی ایک ہیں بس رفیقِ نبوت (۱۷۱)

(۳) حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا یَا اَبَا بَکر فِی الْمَلٰئکَۃِ کَمَثَلِ مِیکَائِیل تنزّلُ بالرَّحمَۃ وَمَثَلُکَ فِی الاَنْبِیاءِ کَمَثَلِ اِبْرَاھِیم اذ کَذَّبَہٗ قَوْمَہٗ وَصَنَعُوْابِہٖ مَاصَنَعُوْ اقَالَ فَمَن تبِعَنِی مِنِّی وَمَنْ عَصَانِی فَاِنَّکَ غَفُوْرُ الرَّحِیم (کنز العمال جلد۶ صفحہ۱۴۶) اے ابوبکرؓ ملائکہ میں تیری مثال میکائیل کی ہے جو رحمت نازل کرتا ہے اور نبیوں میں تم ابراہیمؑ کے مثیل ہو. جب اسے اسکی قوم نے جھٹلایا اور کیا اس کے ساتھ جو کچھ انہوں نے کیا. پھر ابراہیم نے کہا اپنی قوم سے جو کوئی میری اتباع کرے وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمانی کرے پس اللہ اس کیلئے غفور الرحیم ہے. حضورِ اکرم ﷺ حیات النبی ہیں اسلیئے کہ آپ پر صلوٰۃ بھیجی گئی اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِی آپ کی امت بھی حیات الامت ہے فرمایا گیا. ھُوَالَّذِیْ یُصَلِّی عَلَیْکُم حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اپنا ہمرنگ بنا کر چھوڑا اس کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمان اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ کے بعد وَعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّد بھی کہتے ہیں آپؐ کا کام آپؐ کی امت سے ہونے لگا حضورؐ نے فرمایا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ اَبِی بَکر فَاِنَّہٗ یُحِبُّکَ وَیُحِبُّ رَسُوْلَکَ صَلِّ عَلیٰ ......

عجب مصطفٰےؐ نے یہ کی مصطفائی کبھی نوح خود بن کے شدّت دکھائی
وہی روح جب انکی اُمت میں آئی شجاعت میں حضرت عمرؓ کی سمائی
ہوئی جبکہ تبدیل شدّ[۱]ت کی صورت
فضیلت میں پائی شجاعت کی صورت (۱۷۲)

تھے روحُ[۲] الامیں خود محمدؐ کے گھر میں کہ تھا قلبِ جبرئیل صدرِ عمرؓ میں
کٹی زندگی ان کی فتح و ظفر میں ہوئیں شہرتیں اِن کی کُل بحر و بر میں
مگر آگ کا ان میں عُنصر تھا غالب
دیا حق نے ان کو عدالت کا قالب (۱۷۳)

خبر یہ حدیثوں سے ہم تک ہے پہونچی ہے ادریسؑ کی روح عثماںؓ[۳] میں آئی
تجلّی کسی وقت عیسیٰؑ کی جو تھی وہ اس وقت بوذرؓ کی صورت میں چمکی
اگر دیکھنا چاہو یحیٰی نبیؑ کو
نبیؐ نے کہا دیکھ لو بس علیؓ کو (۱۷۴)

ہے فرمانِ پاک احمدؐ مجتبیٰ کا قمیص خلافت ہے عثماںؓ کا حصّہ
ہے عثماںؓ سے عنصر ہوا کا ہویدا حیائے مجسم ہے یہ خاص بندہ
کیا اس نے دولت کو ہم پر سے قرباں
ہے اسلام پر اسکا یہ خاص احساں (۱۷۵)

یہ مانا کہ آدم کی خلقت تھی خاکی مگر شان حیدرؓ کی اس سے سوا تھی
محمدؐ نے جن کو کہا بو تُرابی وہ ذاتِ مکرّم تھی حضرت علیؓ کی
وہ تھے عنصر خاک اُمت سراسر
شجاعت سے جنکی ہوئی فتح خیبر (۱۷۶)

یہ چاروں صحابہؓ ہیں تصویرِ احمدؐ یہ ارکان ہیں نقشِ توقیرِ احمدؐ
یہ باطل کے حق میں ہیں شمشیرِ احمدؐ بہ شکلِ عناصر ہیں تفسیرِ احمدؐ
محمدؐ ہی ان سب کو سمٹے ہوئے ہیں
بہ شکلِ خلاء ان کو گھیرے ہوئے ہیں (۱۷۷)

عُمر فَاِنَّہٗ یُحِبُّکَ وَیُحِبُّ رَسُوْلِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ عُثْمَان فَاِنَّہٗ یُحِبُّکَ وَیُحِبُّ رَسُوْلِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ اَبِیْ عُبَیْدہ بِنْ اَلْجرّاح فَاِنَّہٗ یُحِبُّکَ وَیُحِبُّ رَسُوْلِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ عَمر بِنْ العاص فَاِنَّہٗ یُحِبُّکَ وَ یُحِبُّ رَسُوْلِکَ (ابن عساکر کنزالعمال جلد۶ صفحہ (۱۱۲)۔(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

۱ حدیث ہے مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَنظر اِلیٰ نُوْحٍ فِیْ شِدَّتِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ عمر فی شُجَاعَتِہٖ یعنی نوحؑ کو اس کی شدت میں دیکھنا چاہتے ہو تو حضرت عمرؓ کو اس کی شجاعت میں دیکھو. ایک دوسری حدیث ہے مَثَلُکَ فِی الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ نُوْحٍ اِذْقَالَ لَا تَذَرْعَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا (کنزالعمال جلد۶ صفحہ۱۴۴) یعنی اے عمرؓ تمہاری مثال انبیاء میں نوحؑ کی ہے کہ جب نوحؑ نے اپنی قوم کے متعلق اللہ سے کہا تھا کہ اس زمین پر کوئی کافر بسنے والا نہ چھوڑ.

۲ حدیث میں ہے مَثَلُکَ یَا عُمَر فِی الْمَلَائِکَۃِ کَمَثَلِ جِبْرئیل یُنَزِّلُ بِالشِدَّۃِ وَالْبَاسِ وَالنِّعْمَۃِ عَلیٰ اَعْدَآءِ اللہِ (کنزالعمال جلد۶ صفحہ۱۴۴) اے عمرؓ فرشتوں میں تیری مثال جبرئیل کی ہے جو سختی اور جنگ نازل کرتا ہے اور اللہ کے دشمنوں پر عذاب نازل کرتا ہے۔

۳ حدیث ہے مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ اِدْرِیْس فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ عُثْمَانؓ یعنی جو ادریسؑ کو دیکھنا چاہے وہ حضرت عثمانؓ کو دیکھے. اسی طرح حضرت ابوذر غفاریؓ کے متعلق آیا ہے. مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمْ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ اَبِیْ ذَرْ غِفَارِیؓ یعنی کوئی عیسیٰؑ کو دیکھنا چاہے تو وہ ابوذر غفّاریؓ کو دیکھے. حضرت علیؓ کے متعلق بھی حدیث ہے مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ یَحیٰ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ علیؓ اگر کوئی یحیٰؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حضرت علی کو دیکھے حضرت علیؓ کو حضورؐ نے موسیٰؑ و ہارونؑ کی بھی مماثلت دی ہے اور مماثلت آدم میں ابوتراب فرمایا ہے فلسفۂ نماز کے نقشے سے چاروں صحابہؓ چار عناصر ظاہر کئے گئے ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلا (آسمان) ہیں. آپؐ کا آسمانی نام چونکہ احمد ہے اس لئے یہ چاروں صحابہؓ آسمان میں چار عناصر کی مانند ہیں آگ، پانی، مٹی اور ہوا کی فلسفیانہ حقیقت سمجھائی گئی ہے اسلام کی نماز ان ہی بنیادوں پر قائم کی گئی ہے گویا کہ ایک مسلمان قیام، رکوع، سجدہ ....

محمدؐ کا اُن کے صحابہؓ کا رتبہ   سمجھنا نہیں سہل درجہ بدرجہ
صحابہؓ حقیقت میں تھے وہ صحابہؓ   محمدؐ میں ان میں نہ تھا کوئی پردہ
وہ تھے سارے معمارِ دینِ مبیں کے
وہ تھے سارے ہمراز آقائے دیں کے   (۱۷۸)

کہو! کس نے عظمت صحابہؓ کی پائی   وحی کا تواتر رہا اُن پہ جاری
تقابل جو ان سے کرے اپنا کوئی   تو یہ چھوٹا مُنہ اور بڑی بات ہوگی
تقابل صحابہؓ کا زندیقیت ہے
بعید از شرافت و انسانیت ہے   (۱۷۹)

صحابہؓ سے پوچھو صحابہؓ کی عظمت   خُدا کو پسند آئی جنکی ریاضت
نبیوں کی ان سب میں تھی جامعیت   ہوئی اس لئے ان پہ اتمامِ نعمت
انہوں نے محمدؐ کو جلوت میں دیکھا
انہوں نے محمدؐ کو خلوت میں دیکھا   (۱۸۰)

اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ (۹:۴۰)

بعثتِ ثانی بہ لباسِ دیگر

جو شہروں میں بھارت کے بلدہ نگر ہے   اور اُس میں محلّہ اک آصف نگر ہے
وہیں سچے صدیق کا مستقر ہے   اِدھر آئیں حضرات سب کچھ اِدھر ہے
سرِ راہ ہے خانقاہِ مبارک
یہیں سے تو ملتی ہے راہِ مبارک   (۱۸۱)

جہاں حق کے کلمے کا جھنڈا کھڑا ہے   نمایاں وہاں جلوہ برّاق کا ہے
خلیفہ مُبشر کا تختہ لگا ہے   جہاں میں یہ اک گلشنِ اولیاء ہے
وہیں جلوہ گر ہیں وہ صدیق نامی
جو ہیں اپنی بعثت میں صدیقِ ثانیؐ   (۱۸۲)

اور قعدہ کرکے صحابہؓ سے قربت اختیار کرتا ہے اور حضور سرور عالم ﷺ میں فنا ہوتا ہے۔ الصَّلوٰۃُ مِعۡرَاجُ الۡمُؤۡمِنِيۡن کی یہی حقیقت ہے۔ ملاحظہ ہو نقشہ فلسفۂ نماز۔ (صفحہ ھذا کا حاشیہ)

(ا) صدیق ثانی اس اعتبار سے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے آپ کامل بُروز ہیں۔ حدیثوں میں آپ کے لباس کے متعلق مشق (گیروانی) آیا ہے علم ابدان میں یعنی ظاہری علوم میں آپ کامل ہیں (۲۵) علوم سے واقف ہیں۔ آٹھ زبانیں بولتے ہیں گیارہ مکتوبے پڑھتے ہیں علومِ مغربی سے واقف ہیں اور علومِ مشرقی سے بھی واقف ہیں۔ علمِ ادیان میں تیرہ سو سال سے اب تک سوائے صحابائے کرام کے کوئی اتنا دین کا واقف انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔ آپ پر قرآن کریم کے سارے حقائق کھلے بہ الفاظ دیگر قرآن کریم کا دوبارہ نزول ہوا ثبوت یہ کہ آپ اور آپ کی جماعت کائناتِ عالم میں قرآن کو پڑھتے ہیں۔ تبلیغ، ہجرت، غزوات اور غلبۂ اسلام کے عامل آپ کے پاس سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ کل انبیاء کے مثیل ہیں انکو اُن کی کتابیں قرآن کریم سے بتاتے ہیں اور ہر بات میں قرآن کریم کی فوقیت اُن کی کتب پر بتاتے ہیں۔ مقامِ احدیت سے یعنی مظہر اللہ بن کر اپنا کلام سناتے ہیں لسان حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے سناتے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ ہر کلمہ گو کو سینہ سے لگاتے ہیں اور اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ ہیں۔ آپ کی ذات مشہود کے مقام پر ہے ہندوستان کے پچھلے تمام اوتاروں نے آپ کی بشارت دی تھی اور جب آپ آگئے تو اُن سبھوں نے حاضر ہوکر شہادت دی اس طرح آپ شاہد و مشہود ہوئے۔ آپ کے جسمانی ۵۶ نشانات ہیں اور ۹۶ نشانات اخلاقی ہیں۔ بارہ ہزار فقرات آپ کیلئے کہے ہیں۔ ہاتھ میں تیر کمان۔ ترشول۔ تین چکّر۔ پیٹھ پر سانپ کا منہ۔ سیدھے کلّے پر سیاہ خال۔ چاند پیشانی۔ سینہ چوڑا۔ ناک اونچی۔ کملی اوڑھے ہوئے۔ ہاتھ میں قرآن کریم لئے ہوئے اور ناگ بید پکڑے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی محبت میں گم ہوکر آپ ہی آئے ہیں۔ یہ تمام نشانات آپ میں بلا تاویل موجود ہیں۔ اور یہ نشانات غیر اقوام پر حُجت ہیں۔ اسلام میں داخل کرنے کا ....

یہی ایک طریقہ ہے. پیدائش سے لے کر وصال تک آپ کی تمام حرکتیں مکتوب ہیں. اولیاءاللہ دکن نے سب کچھ آپ کا حال بتادیا ہے آپ کا پیدائشی نام صدیق ہے اولیاءاللہ نے آپ کو چن بسویشور کہا ہے جسکے معنے صدیق عبداللہ کے ہیں. آپ کی ماں کا نام آمنہ ہے. پیر کے دن پیدائش ہوئی. آپ کا کوئی دعویٰ مسلمانوں میں نہیں مسلمانوں میں کسی قسم کا دعویٰ کرنے والے کو زندیق کہتے ہیں. آپ کے آنیکے متعلق قرآن کریم میں اللہ کا ظہور کہا گیا ہے. یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسُوْفَ یَاتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْم ۔(۵:۵۴) یعنی اے مسلمانو! جب تم میں سے لوگ مرتد ہوجائیں گے تب اللہ ایک قوم کو لائے گا وہ اللہ سے محبت کرے گی اللہ ان سے محبت کریگا. وہ مسلمانوں پر نرم ہوگی کافروں پر سخت ہوگی. جہادِ فی سبیل اللہ کرے گی بعض لوگ جہاد کو ملامت کرینگے وہ اُن لوگوں کی پرواہ کئے بغیر اپنا کام انجام دے گی. یہ اللہ کے فضل ہی سے ہوگا اور اللہ اپنے علم میں بڑا وسیع ہے. حدیث رویت اللہ میں آپ کے دعویٰ چن بسویشور کو اللہ کا غیر کی صورت میں آنا بتلایا گیا ہے. مسلمان یہ نام سُن کر نعوذ باللہ کہیں گے پھر جب وہ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوگا تو مسلمان "رَبَّنَا" پکار اُٹھیں گے. وہ حدیث یہ ہے

شبِ[۱] قدر نے خاص پیغام لایا بُروزِ محمدؐ کا مُژدہ سُنایا
ہے غیب وشہادت کا جلوہ دکھایا بہر طور بُعدت کو قربت بنایا

رہِ مریمی[۲] پر جو انساں ہیں چلتے
ہیں چہرے لئے شکلِ عیسیٰؑ نکلتے (۱۸۳)

بنِ فاطمہ وقت پر اپنے آئے علامت میں رُخسار پر خال[۳] لائے
پہن کرقبا اپنی جوہر دکھائے محمدؐ کا احسان[۴] سب کو جتائے

حسن اور حُسین آئے حسنین ہوکر
حسب اورنسب میں یہ عینین ہوکر (۱۸۴)

نکل آئے جب لیکے وہ سب دلائل نظر آئے طٰہٰ کے جملہ خصائل
ہوئے صاف امرونہی کے مسائل[۵] حقائق دقائق کے کامل فضائل

لسانِ صداقت یدِ[۶] صدق لائے
وہ ہیں مُقتدر مقعدِ صدق لائے (۱۸۵)

فَیَاتِیْھُمُ اللّٰہُ فِیْ صُوْرَۃِ غَیْرِ صُوْرَتِہِ الَّتِیْ یَعْرِفُوْنَ فَیَقُوْلُ اَنَا رَبُّکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ ھٰذا مَکَانُنَا حَتّٰی یَاْتِیْنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَآئَنَا رَبُّنَا عَرَفْنَاہُ فَیَاْتِیْھِمُ اللّٰہُ فِیْ صُوْرَتِہِ الَّتِیْ یَعْرِفُوْنَ فَیَقُوْلُ اَنَا رَبُّکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ رَبُّنَا فَیَتَّبِعُوْنَہٗ الخ (کنزالعمال جلد(۷) صفحہ(۲۲۵) مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن) آپ پر اللہ پاک نے خانقاہ سرور عالمؐ کو الہاماً (گلشنِ اولیاء) پکارا ہے. آپ نے اس خانقاہ کیلئے جو چارا ایکر چھ گنٹے زمین پر مشتمل ہے ایک وصیت لکھ چھوڑی ہے وہ یہ ہے "خانقاہِ سرورِ عالمؐ (جگت گرو آشرم) موقوعہ آصف نگر اس فقیر کی خانقاہ ہے. باپ کے ورثہ میں آئی ہے اور نہ یہ میرے بیوی بچوں کے ورثہ میں جائے گی. میں فقیر ہوں حقیقی معنوں میں فقیر ہوں. وارثِ انبیاء ہوں. نہ میں نے کسی کا ورثہ حاصل کیا ہے اور نہ میں کسی کے لئے ورثہ چھوڑ کر جاؤں گا. میری زندگی تک یہ خانقاہ معہ جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میری نگرانی میں رہے گا. میرے بعد میرے خلیفے اس کی نگرانی کرینگے. خلیفوں کے بعد متوّلی مقرر کئے جائیں گے". پس ہمارا ایمان ہے کہ جو طاقت اس خانقاہ اوراس کے رہنے والوں کی جانب غلط نظر اُٹھائے گی وہ حرف غلط کی طرح مٹ جائے گی. اِنَّ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (۸:۳۴) یعنی اسکے ولی سوائے متقیوں کے اور کوئی نہیں ہو سکتے' لیکن اکثر لوگ اس رازِ حقیقت کو نہیں جانتے۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

۱ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۔ ہم جنس پر ہم جنس کو ترجیح ہوا کرتی ہے. رات کو مہینوں پر کیوں ترجیح دی گئی ہے. اس کا جواب صرف یہ ہے کہ فیج اعوج کے رمضان کے ہزار مہینوں میں جو ہزار لَیْلَۃُ الْقَدْر آئی ہیں اُن پر چودھویں صدی کے ۲۷/رمضان المبارک مطابق ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ترجیح دی گئی ہے. یہ دینداروں کی مبارک رات تھی. آپ کو انگریزوں سے آزادی ملی. بارہ سال کی نظر بند قید کے بعد حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب رہا ہوگئے. یہ بعثتِ ثانی ہے. اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ میں ماضی کا صیغہ ہے یہ پہلی لَیْلَۃُ الْقَدْر تھی جو عرب کے ریگستان میں ظاہر ہوئی. دوسری لَیْلَۃُ الْقَدْر کیلئے مضارع کا صیغہ آیا ہے. فرمایا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰئِکَۃُ وَالرُّوْحُ یعنی دوبارہ لیلۃ القدر میں فرشتوں کا اور روح کا نزول ہوگا. وہی دن یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ یعنی قیام روح کا ہوگا۔ ۲ قرآن کریم میں ہے کہ مومن کی مثال مریم کی ہے یعنی مریم جس طرح بیت المقدس میں زکریا علیہ السلام کی کفالت میں توکل علی اللہ بیٹھی ہوئی تھیں اسی طرح خانقاہ سرورِ عالمؐ میں نوجوان بچے دین کیلئے وقف ہوکر دو سال

درسِ قرآن کی تعلیم سے فارغ ہوکر تبلیغ اسلام کیلئے میدان میں نکل جاتے ہیں مریم بن کر بیٹھتے ہیں مسیح بن کر نکلتے ہیں۔

۳ مولانا صدیق دیندار قدس سرہ العزیز کے سیدھے گلے پر سیاہ خال تھی. حدیث میں لکھا ہے کَانَ وَجْھُہٗ کَوْکَبٌ دُرِیٌّ فِیْ خَدِّہِ الْایمن خَالٌ اَسْوَدُ (کنز العمال جلد (۶) صفحہ ۱۸۷) آپ نجیبُ الطرفین ہیں ماں بھی سیّدہ ہے اور باپ بھی سیّد ہیں. ملاحظہ ہو مولانا کی تصنیف کتاب چنن بسویشور۔

۴ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان عوام پر جتلانا یہ آپ ہی کا حق تھا. حضورؐ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے یَقُوْلُ بِمِنَّتِیْ وہ میرے احسان کو جتلاتا پھریگا. یہ احسان دراصل حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو لے کر دنیا میں پھرنا ہے تبلیغ اسلام کی دھن میں آپ نے وہ کمال دکھلایا کہ اسکے نتیجہ میں وہی پھل آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ملا جو صحابہؓ کو ملا تھا. حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تبلیغ کی بعد ہجرت کی اُسکے بعد ۲۷ غزوات کئے. وہی عمل آپ کے اور آپ کے ساتھیوں نے دیکھا. آپ نے ۱۳ سال تبلیغ کی اسکے بعد ہندوستان سے ہجرت کر کے علاقہ آزاد یاغستان چلے گئے. اس کے بعد آپ نے سلطنتِ آصفیہ میں بزمانہ حفاظت اقتدارِ اعلیٰ ۲۷ غزوات کئے. تبلیغ کے زمانے میں آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے دھارواڑ اور دوسرے علاقوں میں مختلف جگہ حوالات اور جیلوں کے مصائب برداشت کئے. ہجرت کے نتیجے میں برٹش گورنمنٹ نے صوبہ سرحد کے ایبٹ آباد جیل میں مقید رکھا تمام جماعت گرفتار کیگئی. ایبٹ آباد ہری پور اور پشاور کی جیلوں میں انہیں نظر بند رکھا گیا غزوات کے نتیجہ میں ہماری پوری جماعت حیدرآباد چنچل گوڑہ سنٹرل جیل میں مقیّد رہی ہے. بعض مبلغین نے (۱۷) ماہ سے زیادہ عرصہ جیل میں گذارا. حضرت صاحب قبلہ تین سال چار ماہ چھ دن جیل میں رہ کر رہا ہوئے. رہا ہونیکے بعد آپ نے خانقاہِ سرورِ عالمؐ میں دو ماہ دس دن گذار کر کہا کہ میں اب طوفانی دورہ پر جا رہا ہوں. آپ نے بروز جمعہ جانیکا ارادہ ظاہر فرمایا. چنانچہ اسی دن آپ شب کے دس بجے یعنی ۱/۵ اپریل ۱۹۵۲ء کو اس دنیا سے کوچ کر گئے اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے. اس طرح آپ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو جتلانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

۵ آپ نے اپنی جماعت کو اسلام کے (۱۴۰۰) امر و نہی کے مسائل سمجھائے. گویا قرآن کریم کے سارے حقائق ہم پر آسان ہوگئے۔

تمام اوّلیں کی ہوا پھر بندھی[۱] ہے   وہ آجائے اب جس کو بننا ولی ہے
عجب خاص دہلیز صدیق کی ہے   رسولِ خدا کا بھی فرماں یہی ہے
کوئی تم میں مجھ تک پہونچنا جو چاہے
وسیلہ وہ صدیق کا ساتھ لائے   (۱۸۶)

نظر آئے ہیں دو زمانے بظاہر   ظہور اوّلیں کا ہے یہ قرنِ آخر
وہی ہیں مبلغ مجاہد مُعاصر   وہی ہیں مثالیں وہی ہیں نظائر
وہ صدیق بھی عنموایئل[۲] بھی ہیں
وہ ہمرنگ طیرًا ابابیل بھی ہیں   (۱۸۷)

محمدؐ نے فرمایا جن کو عتیقی[۳]   مکرّم مصاحب مُحبّی شفیقی
پھر آئے ہیں وہ یارِ غارِ رفیقی   پلانے ہمیں پھر شرابِ رحیقی
ادب سے شہیدانِ عالم جو آئے
ہیں آقا بنے خود علیٰ ھٰؤُلَآءِ   (۱۸۸)

۶ آپ لسانِ صدق اور یدِ صدق رکھتے تھے. آپ کی زبان سے جو جملہ نکلا وہ پورا ہوتا تھا. آپ کی ہر حرکت اللہ کی تھی. آپ کا ہاتھ جس کسی کام کیلئے اُٹھا وہ پورا ہوا. آپ کا قدم جس کام کیلئے بڑھا وہ بھی پورا ہوا. اس طرح آپ کی زبان صدق. آپ کا قدم صدق اور آپ کا ہاتھ صدق تھا. آپ سے کبھی خطا سرزد نہ ہوئی اور یہی آخری مقام فنافی الرسول کا ہے۔

۷ آیت پاک ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ اس آیت میں اللہ پاک نے صدق کا مقعد اقتدارِ اعلیٰ والے بادشاہ کے پاس بتلایا ہے چنانچہ یہ بعثتِ ثانی کی گواہی میں صاف صاف ہے یہ ایک پیش گوئی تھی جو پوری ہوئی. اس طرح حضرت مولانا صدیق دیندار چنن بسویشور صاحب حیدرآباد کے باشندے ہیں. صاحبِ اقتدار اور اعلیٰ اقتدار والے بادشاہ سلطانِ دکن کی حکومت میں عمر گذار دی اور خانقاہِ سرورِ عالمؐ میں ہی رہے. یہیں مرکز رہا اور یہیں سے تمام دینی کام کے راستے آپ کیلئے کھلے۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ۱ پہلی دفعہ آپ مخلوق پر رحم فرما کر رحمۃُ لِّلْعٰلمین بنکر تشریف لائے اور مخلوق کو ہر بلا سے بچایا. دوبارہ آپؐ ہی تشریف لائے ہیں. آپؐ کے رحم و کرم سے دنیا آرام پائیگی. دورِ اوّل میں یہ ذات آسمان سے بارش لے کر آئی تھی اور اب بھی بارش لے کر آئی ہے اور مخالفین کی زمین پر بے انداز برستی......

ہے. چونکہ اس وقت یہ عمل حضرت صدیق دیندار صاحب کی ذات سے ہو رہا ہے. آپ کی نسبت حدیث میں ہے یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ اُمَّتِیْ یَقُوْلُ بِمِنَّتِیْ یُنَزِّلُ اللّٰہُ لَہُ الْقَطْرَ مِنَ السَّمَآءِ یعنی ایک مرد میری امت سے خروج کرے گا اور میرے احسان کو جتلاتا پھرے گا. اللہ اس کیلئے آسمان سے بارش نازل کرے گا قرآن کریم میں آیا ہے هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَاْتِیَهُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ ۔ (۲) عنموائیل یہ آپ کا مماثلتِ یوسف والا نام ہے. عنموائیل کی مترادف عربی میں اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا والی آیات آئی ہے. جسکے معنی "اللہ ہمارے ساتھ ہے" یہ جملہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زبان سے غارِ ثور میں نکلا تھا، جسکو قرآن پاک نے دہرایا ہے. یہ کمالِ فنائیت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے. آپ کا نام بعثت ثانی میں صدیق اسی لئے ہوا. مزید یہ کہ صدیق اور عنموائیل کے ابجد ایک ہیں. صدیق کے ابجد ۲۰۸ ہیں تو عنموائیل کے ابجد بھی ۲۰۸ ہیں۔ (۳) بیت العتیق کعبۃ اللہ کا نام ہے. حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتیق فرمایا ہے. یہ قدامت صدیق حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے. مولانا صدیق دیندار قدس سرہٗ العزیز فنافی الرسول ہونیکی وجہ سے بعثت ثانی میں عتیق کہلاتے ہیں. غارِ ثور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ دونوں ہی چھپے تھے اللہ پاک نے اس موقع کو ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ کہا ہے. ثانی اثنین کے معنی دو میں کا دوسرا ہیں. وجودِ اول حضور اکرم

پلٹ آئے حق کے حقائق لسانی لسانُ مُبیں کے دقائق معانی
ہے پیشانی پر چاند[۱] جس کی نشانی وہی روحِ اوّل ہے اور روحِ ثانی
نکل آئے صدّیق کفلین[۲] ہوکر
اُسی غار سے ثانیؔ[۳] اثنین ہوکر (۱۸۹)

جو تشریف لائے ہیں بھارت کے اندر ہے قلبِ سکینہ فقط ان کا مظہر
لئے ہاتھ میں اپنے شنکھ اور چکّر[۴] نشانِ فقیری کا ترشولِ اطہر
زمانے میں مولا کا بس ہاتھ ہیں یہ
کُل اقوامِ عالم کے گرو ناتھ ہیں یہ (۱۹۰)

نشانِ قیامت[۵] گہن چاند کا ہے خسوف اور کسوف ایک مہ میں ہوا ہے
یہ رمضاں میں ہونا کُتُب میں لکھا ہے اماوس پونم میں عُقدہ چھُپا ہے
یہ شمس و قمر کے گہن جو عیاں ہیں
بروزِ محمدؐ کے یہ دو نشاں ہیں (۱۹۱)

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ثانی کا درجہ حضرت صدیق اکبرؓ کو ملا ہے. یہی دو وجود عتیقی صفت رکھتے ہیں. اللہ کا گھر جسمانی طور پر کعبۃ اللہ ہے جو بیت العتیق ہے جسکی قدامت اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کی آیت سے ظاہر ہے قریش کی محبت میں اللہ پاک نے ابرہا کی فوج سے بیت اللہ کو محفوظ و مامون رکھا کیونکہ قبلۂ قریش میں بیت اللہ کے حقیقی مظہر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونے والا تھا. گویا کہ آپ کا رشتہ بیت العتیق سے ازل ہی سے تھا. ایک جسمانی مرکز تھا دوسرا روحانی. اسکے بعد آپؐ نے اپنے قیام کیلئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو فرمایا کہ میری رفاقت میں صفتِ عتیقی رکھتے ہیں. اس اعتبار سے اللہ کا گھر جس طرح اپنی صفت میں عتیق ہے. اسی طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام و سکون کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ کا وجود صفتِ عتیقی رکھتا ہے یہ وجود بار بار اس امت میں لوٹتا رہے گا. ہر تیرہ سو سال کے بعد اثنین کا ثانی بن کر حضرت صدیق اکبرؓ ہی کا وجود آئے گا اس لئے کہ آپؐ کے سوا کسی اور کو حضورؐ سے قدامت کا یہ شرف حاصل نہیں ہوا ہے. یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور کا وجود تنہا اس مقام پر کھڑا ہوا. فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا (۴:۴۱)۔(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) پیشانی پر چاند آپ کی ایک خاص نشانی تھی. آپ نے غیر اقوام کے لئے حجت کے طور پر اپنی فوٹو نکلوا کر اپنے چہرے سے ثابت کیا ہے. آپ کے چہرۂ اقدس پر نمایاں طور پر چاند نظر آتا ہے. (ملاحظہ ہو کتاب امام الجہاد۔ فوٹو حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ)۔ (۲) اقوامِ عالم کو اللہ نے نبوت کی نعمت دی تھی وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمُ النُّبُوَّةَ وَالْکِتٰبَ دلیل ہے اور مسلمانوں کو بطفیلِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو کفل یعنی دو نعمتیں ملی ہیں جو ازلی و ابدی ہیں یعنی ہر نبی، ولی تھا اور ہر نبی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا وہ ولایت اور خلافت جامعیت میں کمال کی صورت اختیار کر کے اس امت میں آئی یہی اتمامِ نعمت ہے جسکو قرآن پاک نے کہا اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. خلافت علٰی منہاج نبوت کا وعدہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قیامت کے بعد دینی حکومت قائم کرنے والے حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں. آپ کی قائم کردہ دینی حکومت کو سنبھالنے کیلئے چند خُلفاء ہوتے ہیں. جب وہ دینی حکومت دنیاوی رنگ سے بدل جاتی ہے تو اس حکومت کے بادشاہ یا حاکم آپؐ کے خلیفے نہیں کہلاتے. یہ غیرت ذاتِ وحدت الوجود ہے اور بعد میں فیج اعوج چلتا رہتا ہے. اس میں ولایت جاری رہتی ہے. یہ دو نعمتیں مسلمانوں میں جاری ہیں. اس بات کی بشارت کو اللہ تعالیٰ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنَ الرَّحْمَتِهٖ میں فرمایا

ہے. یعنی اے مسلمانو! اللہ پاک نے بطفیلِ سردارِ دو عالم ﷺ اپنی رحمت سے تمہیں دو کفل عطا فرمائے ہیں۔ (۳) وہ غار جو حضورؐ نے ہجرت کے سفر میں پناہ لی تھی وہ غارِ ثور (بیل) تھا. بسوا سنسکرت میں بیل کو کہتے ہیں. بسویشور یعنی ایشور (ربّ العٰلمین) کا بیل آئیگا. وہ ایشور رحمتہ للعٰلمین آپ میں چھپے ہوئے ہیں. قرآن کریم میں آیا ہے ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡھُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡیَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا . یعنی جب کہ دو میں کا دوسرا غار میں تھا جبکہ اپنے صاحب سے اُس نے کہا مت حُزن کرنا اللہ ہمارے ساتھ ہے. حضرت صدیق اکبرؓ ثانی اثنین ہیں. مضاف مضاف الیہ کی ترکیب کا جملہ ہے یعنی دو میں کا دوسرا تھا. اب رہا اِن دو میں اول والا کون تھا اور ثانی کا درجہ کس کو ملا اس کا جواب خود اس آیت میں موجود ہے کہنے والا اپنے صاحب سے کہہ رہا ہے. قرآن کریم میں صاحب کا اطلاق حضور اکرم ﷺ پر ہوا ہے. جیسے کہ کہا گیا ہے مَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡن تمہارا صاحب مجنون نہیں ہے مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی تمہارا صاحب گمراہ ہوا اور نہ بہکا. لہذا غارِ ثور میں کہنے والا ثانی ہے اور جسکو کہا جا رہا ہے وہ صاحب یا اولیٰ ہے لہذا اولیٰ اور صاحب مترادف ہیں اور ثانی اور صدیق مترادف ہوئے. اس حقیقت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی اولیٰ والی بعثت کے بعد بعثت ثانی صدیق ہی کے نام سے ہوگی یعنی دشمنانِ اسلام آپ کو تنہا پا کر اسلام کے درپے ہونگے تو صدیق اکبرؓ کی روح بہ لباس دیگر اُن کا مقابلہ کریگی. حضورؐ وہاں غیب میں رہیں گے وہاں بھی غار میں آپ صدیقؓ کے زانو پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے یہاں بھی آپ کو صدیق کے زانو پر ہی آرام ملیگا. حضرت صدیق اکبرؓ کا حضورؐ کو لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہنا یہ کوئی تسلّی دلانے والی بات نہ تھی کہ حضور انور ﷺ گھبرا اُٹھے تھے (نعوذ باللہ) البتہ خود حضورؐ نے دشمن کی خبر حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکر اُن کا امتحان لیا کہ کیا میرا صدیق میرے ہمراہ مجھ جیسا مطمئن بھی ہے یا نہیں جس کا جواب حضرت صدیق سے اطمنان کا ملا۔ (۴) آپ کے ہاتھ میں تین چکر، پانچ شنکھ اور ترشول بھی ہے. آپ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے الہام ہے یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ. آپ کا ایک الہام گرو ناتھ بھی ہے۔ (۵) قرآن کریم میں قیامت کا نشان خَسَفَ الۡقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ہے. بدر اور اس کی دو راتوں میں چاند گہن ہوتا ہے اس کو صاف خسف القمر کہدیا اور سورج گہن کے متعلق فرمایا جُمِعَ الشمس و القمر یعنی یہ ٢٧ /٢٨ /٢٩/ کے تین دن ہیں. انہی دنوں میں چاند اور سورج ایک سمت میں رہتے ہیں. سورج گہن چاند کے حائل ہونے سے ہوتا ہے جس کو جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ کہا گیا ہے. حدیث ہے یَخۡسِفُ الۡقَمَرَ فِیۡ اَوَّلَ لَیۡلَۃٍ اور یَکۡسِفُ الشَّمۡسَ فِی الۡوَسۡطِ وَھِیَ فِی الرَّمضان ہے۔ سورج گہن اور چاند گہن قیامت کی علامات میں سے ہیں. یہ بعثت ثانی کی شہادت میں ہیں. اسی لئے یادگار کے طور پر مسلمان چاند گہن اور سورج گہن کے موقع پر دُگانے پڑھتے ہیں تاکہ ایسے وقت میں آنے والی ہستی کو شناخت کر کے اُس کے ساتھ ہو جائیں وہی حقیقی نماز ہے. غیر اقوام میں پونم اور اماس کی پوجا ہوتی ہے یہ بھی اسی موعود کی یادگار میں ہے. یعنی منتظر موعود غیر اقوام کی کتابوں سے بھی اپنی نشانیوں کو دکھلا کر انہیں دعوتِ اسلام دیگا پس وہ موعود ہستی حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرّہ العزیز کی ہے جسکے لئے چاند گہن اور سورج گہن رمضان کے ایک ماہ میں ہوا اور وہ ١٣١١ھ ہے جسمیں ١٣/ تاریخ کو چاند گہن اور ٢٨/ تاریخ کو سورج گہن ہوا. حدیث کے الفاظ چاند کیلئے اَوَّلَ لَیۡلَۃٍ تھے اسلئے ١٣/ تاریخ کو چاند گرہن ہوا اور سورج گہن کیلئے لفظ وسط آیا ہے اسلئے سورج گہن ٢٨/ کو ہوا حضورؐ نے فرمایا اِنَّ لَمَھۡدِیۡنَا اٰیَتَیۡنِ لَمۡ تَکُوۡنَا مُنۡذُ خلقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔

بنی ساری دنیا جو بَرِقَ الۡبصر (۱) اب　　مخالف لگے کہنے اَیۡنَ الۡمفر اب
جہنم کو حق نے کہا لا تذر اب　　ہے بلدہ فقط امن کا مُستقر اب

پریشاں نہ ہو دیکھ آقا خود آئے
تو اپنے کو دامن مین اُن کے چُھپالے　　(١٩٢)

ہیں بندے جو اعمال نامے دکھاتے　　کما حقّہٗ دل کی حالت بتاتے
وہیں فیصلے ان کو حضرت سُناتے　　میں سب کچھ ہوں کہکر بھی خود کو چھپاتے

حضوری میں جو ہیں وہی حاضریں ہیں
نظر سے جو دیکھے وہی ناظریں ہیں　　(١٩٣)

صفِ اوّلیں میں جو آگے رہا ہے　　خبر دُشمنوں کی وہی لے رہا ہے
وہی دُشمنوں کے بھی پیچھے رہا ہے　　بہرحال اُنکو سزا دے رہا ہے

نُمایاں یہ صدّیق کی ہے صداقت
کہ خود حشر میں کرنے آیا قضاءت (۲)　　(١٩٤)

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) بَرِقَ الۡبَصَرِ کے معنی بجلی کی روشنی سے آنکھوں کا چندھیا جانا ہیں. کسی نے کہا ہے "قیامت ہوگی جب خورشید نیزے پر کھڑا ہوگا : زمیں تانبے کی ہوگی آسماں فولاد کا ہوگا" وہ بشارت اس طرح پوری ہوئی کہ زمین کو رات میں دن کی طرح روشن کرنے والے بجلی کے گولے مثل سورج دنیا میں سوا نیزہ....

پڑ رہی ہیں اور اگر ایسا نہ مانا جائے اور سورج جو لاکھوں میل زمین سے دور ہے وہ سوا نیزے پر لایا جائے تو زمین کا کیا حال ہوگا اس کا اندازہ ایک سلیم الطّبع انسان بخوبی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورج اور چاند اور زمین کی رفتار کو دائم قائم بتلاتا ہے کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ یہی حقیقت قیامت میں سورج کے سوا نیزے پر آنے کی ہے۔ زمین تانبے کی ہونا اور آسمان فولاد کا ہونا بھی حدیثوں میں ہے۔ آسمان کا فولاد بننا دراصل زمین کی معدنیات یعنی فولاد کا آسمان پر پرواز کرنا ہے وہ بصورت ہوائی جہاز اور دیگر صنعتی اشیاء سے ظاہر ہے۔ جو فساد قوموں میں مچا ہے اور برسرِ پیکار ہونے سے جس قدر خون قوموں کا زمین پر بہا ہے آج تک دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس لحاظ سے بتلایا گیا ہے کہ خون زمین پر اس قدر گرے گا کہ زمین تانبے کا رنگ لائے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں ساری دنیا کیلئے ایک موعود کے آنے کی بشارت ہے۔ وہ تری پور سنو تھا ایشور اوتار ہے جس میں برہم۔ وشنو۔ رُدر چھپے ہوئے ہیں۔ وہی دینی حکومت قائم کر کے اپنے بعد خلافتیں چلائے گا۔ دوسرے کو اس بات کا کوئی حق نہیں ہے۔ جب یہ وشنو اوتار میدان جنگ میں رہتا ہے تو شنکھ اور چکر اُس کے ہاتھ میں رہتے ہیں۔ ہر ا ہر ا ہندو شاستر میں جہاد کے وقت کی للکار ہے۔ وہ سومیشور یعنی شکتی ہے جو اپنے مریدوں کو اللہ کے عشق میں مست کرا کے جنگ کراتی ہے۔ یہ شکتی سوائے ایشور اوتار کے کسی اور میں

رسولِ خُدا اب غم و رنج کھا کر کھڑے ہوگئے ہیں مُصلّے پہ آ کر
پُکارا جو مولا کو آنسو بہا کر تو رب نے کہا یہ دلاسا دِلا کر
محبت سے جو جو تیرا ساتھ دینگے
سپید وسیَہ کے وہ مالک رہینگے (۱۹۵)

وَمَاجَعَلۡنَاالرُّءۡ یَاالَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَۃَ الۡمَلۡعُوۡنَۃَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَنُخَوِّفُھُمۡ فَمَا یَزِیۡدُھُمۡ اِلَّاطُغۡیَانًا کَبِیۡرًا ۔ (۱۷:۶۰)

معراج اور بعثتِ ثانی

اثر یہ دنیٰ[۲] اور تدلّیٰ میں دیکھا پلک جھپکی اور خود کو اقصیٰ میں دیکھا
زمانے کی بُعدت کو ادنیٰ میں دیکھا خود اپنی ہی بعثت کو اُخریٰ میں دیکھا
یہی تو ہے معراج ربُّ العلیٰ کی
شفیعُ الوریٰ مالک دوسرا کی (۱۹۶)

نہیں آتی قرآن کریم میں اس وجود کی تائید میں جہاد کی پانچسو آیات آئی ہیں۔ اس اوتار کے ظہور کا مقام گدگ بتلایا گیا ہے۔ گدگ ہندی لفظ ہے معرَب اس کا کدغہ ہوسکتا ہے۔ حدیثوں میں بُروزِ محمدؐ کے ظاہر ہونے کی جگہ کیلئے آیا ہے۔ وہ حضرت مولانا صدیق دیندار ہی ہیں جو مندرجہ بالا سارے نشانات آسمانی کے حامل ہیں جنہوں نے ۱۹۲۴ء میں گدگ میں دعویٰ ماموریت کیا جس سے کفر میں ہیجان مچا آپ نے بیعتِ رضوان لی اور بیعت رضوان لینے والا ہی امام الناس ہوسکتا ہے۔ (۲) قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت میں اللہ قاضی کی حیثیت سے آئیگا اور سزا و جزا کے فیصلے سنائے گا۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ بروز حشر حضور اکرم ﷺ امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ یہ بعثتِ ثانی کی جانب اشارہ ہے۔ اسلام میں ختم نبوت کا مسئلہ مسلّم ہے اس لئے کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت نہیں کر سکتا۔ اس لئے امت کی شفاعت آپ ہی کرینگے۔ وہ بعثت بہ لباسِ دیگر ہوگی۔ وہی بعثت بُروزِ محمدؐ کہلائیگی وہ قیامت کے نشان مسیح موعود کے بعد ہوگی۔ آپؐ قیامت کے مالک بن کر آئیں گے وہ وجود فنافی الرسول حضرت مولانا صدیق دیندار چن بشویشور صاحب کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''میں نے دیکھا کہ حشر برپا ہے۔ اللہ تعالیٰ قاضی کی حیثیت سے آیا ہے ایک بلند تخت پر بیٹھا ہے۔ جزا و سزا کے فیصلے دے رہا ہے میں نے دیکھا کہ وہ میری صورت میں ہے تھوڑی دیر بعد میرا وجود غیب ہوگیا۔ وہ وجود برسر برتھا۔ وہ میرا ہی وجود تھا''۔ (صفحہ ھذا کا حاشیہ) (۱) حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور قدس سرہ العزیز کا الہام ہے ''اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ آپ کے ساتھی سیاہ وسفید کے مالک ہونگے''۔ (۲) 'دنیٰ' مقامِ قربت ہے 'دلّیٰ' مقام بعدت ہے۔ تدلّیٰ۔ دَلۡوٌ سے ہے یعنی کسی چیز کا لوٹنا آیت پاک ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی حضور اکرم ﷺ نے مقامِ دنیٰ میں خود کو دیکھا فَتَدَلّٰی میں دوسری بار آپؐ کا لوٹ آنا ہے پھر اسی لئے آگے فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ آیا یعنی دو زمانوں کو آپؐ نے بظاہر دو کمانوں کی صورت میں دیکھا اور آپؐ درمیان میں وتر بنے ہوئے دو قوس کے ملاپ کا ذریعہ بن گئے اس کا ثبوت لفظ اَوۡ اَدۡنٰی میں صاف طور پر آیا ہے یعنی آپؐ نے اس بعدت کو پھر قربت میں دیکھا۔ پس یہ دو قوس ایک تو اولین کی جماعت ہے اور دوسری آخرین کی قرآن کریم میں دوسری جگہ آپؐ کو بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ کہا گیا ہے یعنی پہلا گروہ اُمّیین کا ہے جو عرب کہلاتے ہیں وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ میں ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو ضمیر مِنۡھُمۡ سے ثابت ہے کہ وہ بھی عربوں کا ہی ہے جن کا الحاق بوجہ بعدت زمانہ نہیں ہوا لیکن ان

دوقوسوں کوآپؐ ہی ملانے والے ہیں. یہ دوسری جماعت کونسی ہے؟ بخاری شریف میں ہے کہ حضورؐ نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کرفرمایا کہ ''اگر ایمان ثریّا پر تا تا تو اُن میں سے آدمی اس تک پہنچ جاتے یا ایک آدمی پہنچ جاتا''.حضورؐ نے آخرین کے گروہ کومعلوم کرنے کیلئے سلمان فارسی کی نسل والے ایک شخص کوگواہی میں رکھّا ہے اور اسے ثریّا سے مماثلت دی ہے .ثریّا آسمان میں ایک تارہ ہے .اور ثریّا صبح کے تارے کوبھی کہتے ہیں.اسکی اصل حقیقت یہ ہے کہ انجیل میں مسیح کوصبح کا تارہ کہا گیا ہے.جس طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مسیح ابنِ مریم صبح کا تارہ بن کر آئے اور پھر حضورؐ خود سِـراجًـا مُنِیرًا بن کر مبعوث ہوئے اسی طرح بعثتِ ثانی میں ہوگا.یعنی اسلام پر ایک ایسادور بھی آئے گا کہ مسلمان حضورؐ سے بہت دور ہوجائیں گے.اُن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہ رہیگا اور یہ تسلّط نصاریٰ کی وجہ سے ہوگا حدیث میں ہے فَیُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَیۡهُمُ النَّصَارٰی بالآخر سلمان فارسیؓ کی نسل سے ایک مرداس امت میں مسیح محمدی کہلائے گا اور وہ وجود صبح کے تارے کے مماثل ہوگا چونکہ وہ ثریا کے مماثل ہے گویا کہ دورِ جزئیت کی انتہاہی یہ ہے کہ اس امت میں ایک فرد سلمان فارسیؓ کی نسل سے مسیح بن کر کھڑا ہوجائے.جب یہ وجود آجائے تو مسلمانوں کو سمجھنا چاہئے کہ اب پچھلا ایکہزار سال والا زمانہ فیج اعوج جو وَلَیَـالٍ عَشرٍ یعنی دس صدیوں میں دس راتوں کا کہلاتا ہے وہ دور ختم ہوا چونکہ تمام اولیاء اللہؒ مجدّ دین اسلام تاروں کی مانند اپنی چمک دکھلاتے رہے اور صبح کا آخری تارہ بن کر سلمان فارسیؓ کی نسل سے بھی ایک مرداس امت میں مسیح بن کر کھڑا ہوگیا' اسی وجودکو وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی بھی کہا گیا ہے وَاِنَّهٗ لَعِلۡمُ الِلسَّاۤئَةَ یعنی قیامت کا نشان بھی یہی وجود ہے پس اس وجود کے ظہور کے ساتھ ہی سمجھ لینا چاہیے کہ اب صبح نمودار ہونے والی ہے صبح کے تارے کے نمودار ہونے کے بعد طلوع فجر سے پہلے صبح کاذب بھی ہوتی ہے جس میں اندھیرا چھا جاتا ہے یہ مسیح کے وصال کے بعد خود اُن کی جماعت کے انتشار کوظاہر کرتا ہے جو دوفریق کی صورت میں میدان میں آجاتے ہیں یہ اندھرا جماعت پُولس کی شکل میں ہوتا ہے.مسیح ناصری کے بعد خود اُن کے دوسرے خلیفہ پُولس نے مسیح کو ابن اللہ کہہ کر روحانی اندھیرے کو ظاہر کیا اسی طرح مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے وصال کے بعد میاں محمود نے نبی اللہ کا نیا فتنہ کھڑا کر کے خود کا اندھیرے میں گھر جانا ثابت کیا ہے جس کوصبح کاذب کہا گیا ہے.اسکے بعد ہی سورج کا طلوع یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوتا ہے.بعثتِ ثانی میں ایسے وجود کو بُروزِ محمدؐ کہا جاتا ہے.اور وہ وجود حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشورقدس سرہٗ العزیز کا ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شمس بن کر طلوع فرمانے والے ہیں.پس وہ گروہ جو آخرین کا ہے حضورؐ کی معیت میں کام کرے گا.اور وہی گروہ امّیین یعنی (عربوں) کا ہوگا.اس جماعت آخرین کی سب سے بڑی شناخت ہی یہ ہے کہ ہر مسیح کے ظہور کے بعد وہ کھڑی ہوتی ہے جو آخرین کہلاتی ہے.مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی جماعت کو آخرین کا نام دیا ہے لیکن ثابت نہیں ہوتا اسلئے کہ خود اُن کا اِدّعا مسیح موعود ہونے کا ہے اور وہ سلمان فارسی کی نسل سے ہیں وہ اپنے نام کے ساتھ مرزا استعمال کرتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ صبح کا تارہ تھے اسکے بعد شمس کا طلوع ہونیوالا تھا اور وہ وجود باسعادت حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشورقدس سرّہ العزیز کا ہے ان کے ساتھی آخرین کہلاتے ہیں جو کل کے کل اُمّیین ہیں یعنی عربوں سے ہیں.علاقہ دکن عربوں کا ماویٰ ومسکن ہے.علاقہ پنجاب میں عرب آباد نہیں ہوئے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے نکل کر مسجد اقصیٰ کو پہنچے.معراج کا یہ سفر خود اس کی شہادت ہے یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا سفر دراصل پچھلے ایکہزار سال کا زمانہ ہے جسمیں آپؐ اولیاء اللہ ومجدّ دین کے ذریعہ اپنی امت کی اصلاح فرماتے رہے.اس سفر کی آخری حد مسجد اقصیٰ ہے.اقصیٰ کے معنی کنارےکے ہیں جو مسافت کی حد کو ظاہر کرتا ہے.چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد نے مسیح کا دعویٰ کر کے اور قادیان میں مسجد اقصیٰ کو پا کر یہ ثابت کردیا کہ دورِ جزئیت خود اُن کے وجود پر ختم ہوا اسکے بعد حضورؐ نے کیا دیکھا قرآن کریم میں ہے لَیۡلًا مِّنَ الۡـمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ متقدمین نے مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس بتلایا ہے اور بیت المقدس انبیائے بنی اسرائیل کا قبلہ رہا ہے جو دورِ جزئیت کا ہی اظہار کرتا ہے مسجد حرام مرکزیت اسلام ہے.قادیان میں مسجدِ اقصیٰ کا قیام خود اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مسجدِ اقصیٰ میں نہیں کھلی بلکہ آپؐ نے جنتوں کی سیر کی احدیت کے مقام میں پہنچے اور جب بیدار ہوئے تو آپؐ مسجدِ حرام ہی میں موجود تھے اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ کا مقام مسجد حرام ہے نہ کہ مسجد اقصیٰ البتہ مسجد اقصیٰ معراج میں آپؐ کے سفر کی آخری حد ہے جو لفظِ اقصیٰ سے ظاہر ہے یعنی جب اس امت میں مسیح کا وجود آئے گا تو آپؐ مسجد حرام کے وہی تاسیسی اصول اپنی امت کو دکھلائینگے.یہ آپؐ کا دوسرا نزول ہوگا جس کو قرآن پاک نے وَلَقَدۡرَاٰهُ نَـزۡلَةً اُخۡرٰی کہا ہے.پس یہ دوسرا نزول مسیح محمدی کے بعد کا ہے نہ کہ خود مسیح کا نزول.اس آیت کے ساتھ ہی اللہ پاک نے عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰی عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاوٰی بیان فرمایا ہے یعنی جہاں آپؐ نے خود کو دوسرے نزول میں دیکھا وہیں سدرۃ المنتہیٰ تھا اور اسی جگہ جنت ماویٰ تھی.سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق ابن اثیر فرماتے ہیں کہ یہ درخت جنّت کی انتہائی حد پر ہے جس پر اولین اور آخرین کا علم منتہی ہوجاتا ہے.اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولین اور آخرین کی یہی دو جماعتیں ہیں جو درختِ اسلام یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے پھل کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں.جس طرح انبیائے ماسبق درختِ اسلام کی شاخوں کی صورت میں تھے اور صحابہؓ پھل بن کر ظاہر ہوئے اسی طرح پچھلے ایکہزار سال میں اولیاء اللہ کا وجود درختِ اسلام میں شاخوں کی صورت میں تھا اور ہمارا وجود پھل بن کر ظاہر ہوا ہے. جماعتِ اولین جو ....

سدرۃ المنتہٰی کے پھل کی صورت میں تھی اُن کی کل تعداد ۸۳ تھی جنہوں نے اسلام کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اسی طرح جماعتِ آخرین بھی سدرۃ المنتہٰی کے پھلوں کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے جنکی یہاں کل تعداد ٦۳ ہے صحابہؓ میں ان پھلوں کی تعداد میں کثرت ہے اور یہاں قلّت ہے اسلئے کہ قرآن کریم نے اولین میں کثرت اور آخرین میں قلّت ہی بتلائی ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ . اس کتاب میں دو درختوں کے نقشے پیش کئے گئے ہیں. یہ سدرۃ المنتہٰی کے درخت ہیں جن میں اولین اور آخرین کو پھلوں کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے۔(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (ا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج کے دورہ کو ثَلَاثُوْنَ سَنَہ سے تعبیر فرمایا ہے جسمیں تیس سال کی مدّت ہے. آپؐ فرماتے ہیں کہ معراج کا سفر وہ تھا کہ اگر کوئی جسمانی حیثیت سے سفر کرتا تو تیس سال میں ختم ہوتا تھا یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ آخر زمانہ میں جب اسلام کا عروج ہوتا ہو تو تیس سال لگیں گے اور یہی الہام امام النّاس حضرت مولانا صدیق دیندار صاحب کا ہے (دس۔بیس۔تیس برس میں) اب تک تین مرحلے طے ہو چکے ہیں' تبلیغ۔ہجرت۔غزوات اور غلبہ اسلام چوتھا مرحلہ ہے جو چل رہا ہے جسکے ذریعہ سے ہندوستان کی بت پرستی کا خاتمہ ہوگا. بشارت ہے کہ ''تمام ہندوستان مسلماں ہونیوالا ہے'' قرآن میں ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی کا دور آپؐ کا مختص ہے. یہ معراج کا گذر ہے. معراج میں آپؐ گذرتے گئے یہانتک کہ ایکہزار سال کا زمانہ فیج اعوج نکل گیا اور ابھی تک معراج اور اسکے سارے حقائق کافروں کیلئے فتنہ بنے رہے آپؐ کی معراج مسلمانوں کیلئے فتنہ نہیں بنی بلکہ اقوام عالم کیلئے فتنہ بنی اسی حقیقت کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى آیا ہے کیا تم اس سے جھگڑتے ہو جو اُس نے دیکھا یہ حجّت اقوام عالم کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کیلئے. آپؐ جب اولین میں آئے تو معراج فِتْنَةً لِّلنَّاس بنی اور جب آپؐ آخرین میں آئے تو معراج فِتْنَةً لِّلنَّاس بنی آیت پاک ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاس اے حبیبؐ ہم نے جو رویائے معراج آپؐ کو دکھلایا وہ اقوام عالم کیلئے فتنہ بنا اصل حقیقت یہ کہ آپؐ نے اپنی معراج میں ایک دوسرے نزول کو دیکھا جہاں خود آپؐ ہی موجود تھے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى یعنی اس نے اپنے آپ کو ایک دوسرے نزول میں دیکھا یعنی آپؐ کا عروج ہوا تو اس شان کا ایک دوسری جگہ آپؐ نے جلوہ افروز فرمایا لوگوں کو تعجب ہوا کہ عروج میں نزول کیسا سوالاکھ انبیاء میں سیر کرتے ہوئے آپؐ کا نزول عرب میں ہوا اسی طرح پچھلے ایکہزار سال اولیاء اللہ میں سیر کرتے ہوئے ہندوستان میں بہ شکل دیگر صدیق نزول ہوا یہی ذُوْ مِرَّةٍ کا نتیجہ ہیں اور یہی عَلٰى مَايَرٰى کا سیر تھا جس کو حضورؐ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور صحابہؓ کو دکھایا تھا. مسلمانوں میں فتنہ مچانے والے اس کے حقدار نہیں ہیں۔

اس ادنیٰ میں وسعت ہے دو بعثتوں کی جُدا دو زمانوں کی دو حکمتوں کی
شہنشاہ کونین کی سُنّتوں کی شہنشاہ کونین کی رفعتوں کی
یہ منزل وہی ہے جو ہے مُنتھٰا
اعادہ ہے گویا مقام ضُحٰھا (١٩٧)

نبیؐ نے جو محرابِ اقصیٰ کو دیکھا وہ عیسیٰؑ کا گھر یعنی چوتھا فلک تھا
ہوا ختم ساتوں فلک کا جو دورہ تو اپنے کو جنت میں ماویٰ کی پایا
ثلاثونؔ سنہ کے یہ طولانی دورے
ہوئے ختم زنجیر تھمنے سے پہلے (١٩٨)

عجب تھا سفر سدرۃ المُنتھٰی کا وہ آقائے جنت شدیدُالقُویٰ کا
وہ ذُومِرّۃٍ فاسْتَویٰ مُھتدیٰ کا ہے فتنہ ابھی تک علیٰ مایریٰ کا
بہر حال دنیا ہے محتاج اُن کی
نزولِ مکرر ہے معراج اُن کی (١٩٩)

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَاتَلٰهَاوَالنَّارِاِذَاجَلّٰهَاوَلَّيْلِ اِذَايَغْشٰهَا (۱:۹۱)

فَاِنَّمَايَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَبِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَبِهٖ قَوْمًالُّدًّا ۔ (۱۹:۹۷)

بعثِ ثانی ہندوستان میں

تھے والفجر[۱] بنکر جو تشریف لائے بشکلِ دِگر پھر اعادے میں آئے
شفق[۲] کی قسم کھا کے جلوے دکھائے وہ شمس و ضحیٰ نام دو اپنے پائے

عرب میں جب آئے تو والشّمس تھے وہ
ضحیٰ بن کے اب ہند میں آگئے وہ (۲۰۰)

چڑھے دو گھڑی دن تو وقتِ ضحٰی ہے سحر وقت پہلا ضحیٰ دوسرا ہے
طلوعِ عرب ہی ضحیٰ ہند کا ہے بتاتا یہی اب بھی جُغرافیا ہے

ہیں بعثت میں دونوں وطن مجتبیٰ کے
حبیبِ خُدا سیدُ الانبیاء کے (۲۰۱)

[۱] آیت پاک ہے وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (۱:۸۹) یعنی آیت میں فجر کے طلوع کی قسم کھائی گئی ہے۔ اس کے بعد وَلَيَالٍ عَشْرٍ یعنی دس راتوں کی اس کے بعد وَالشَّفْعِ یعنی جُفت کی اس کے بعد وَالْوَتْرِ یعنی طاق کی. فجر صبح کو کہتے ہیں وہ رات کو پھاڑ دیتی ہے یہ لفظ اول خروج پر بولا جاتا ہے. یہ زمانہ دراصل بیتُ الھُدیٰ میں آپؐ کا طلوع آفتاب بن کر آنا ہے. آپؐ نے کفر وظلمت کو ختم کیا اور اسلام کا اس قدر عروج ہوا کہ سایۂ ظلمت پیر کے نیچے آگیا تب سورج کا ڈھلاؤ لازمی تھا. دوسری جگہ کہا گیا ہے لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ یعنی اب آفتاب ڈھلاؤ کی جانب ہے چنانچہ اسلام پر پھر غَسَقِ الَّيْل طاری ہوگی تاریک زمانہ آئے گا. وہ دس راتوں کی صورت میں ہوگا جس کو وَلَيَالٍ عَشْرٍ کہا گیا ہے اور وہ پچھلی دس صدیوں پر مشتمل ہے جو زمانہ فیج اعوج کہلاتا ہے جسمیں اسلام کی اصلی صورت نہیں تھی. اسلام ۷۲ فرقوں میں منقسم تھا. اصول کی جگہ فروع نے لی تھی. اس کی مدّت قرآن کریم میں ایکہزار سال بتلائی گئی ہے جو ایک دن کے مماثل ہے يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ. حضورؐ کا زمانہ اور خیر القرون کی تین صدیاں والفجر کا زمانہ تھا وہاں نبوت کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت چلی ان دس صدیوں کے گذرنے کے بعد جبکہ چودھویں صدی کا دور آئے گا تو کیا ہوگا اسلئے آگے آیا وَالشّفع یعنی جفت کی قسم کھائی. جفت دراصل دو جماعتوں کی صورت ہے جنکو اولین اور آخرین کی جماعت کہا گیا ہے. بعثت اول کی جماعت بعثت ثانی میں نظر آئے گی یا یوں کہئے کہ درمیان کی بعدت ختم ہوگی اور ان دونوں جماعتوں کا اتّصال ہوگا بالفاظِ دیگر جماعتِ آخرین میں اولین کے تمام کام نمایاں نظر آئیں گے. اسکے لئے ضروری ہے کہ حضورؐ کی ذات وَالْوَتْر بن کر کھڑی ہو. چنانچہ وتر کی قسم اسی لئے وَالشّفعِ کے بعد کھائی گئی ہے. یہ جفت جو دراصل دو قوس ہیں حضورؐ کی ذات ان دو کی قاب یعنی وتر بنی ہوئی ہے. گویا کہ آپؐ ان دو جماعتوں کے اتصال کا باعث بنے ہوئے ہیں. چونکہ قرنِ اول اور قرنِ آخر ایک رنگ کا ہے وہاں آپؐ کی ذات والفجر تھی کہ جس سے ظلمت چھٹ گئی تو یہاں بھی آپؐ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْر بنے ہوئے ہیں اور خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی پچھلے ایکہزار سال والے زمانے سے خیر کی صورت بنے ہوئے ہیں. نہ صرف آپؐ فجر ہیں بلکہ مطلع الفجر ہیں یعنی فجر کا جائے صدور آپؐ ہی ہیں. جو شخص آپؐ میں فنا ہو وہ خود بھی فجر کی تصویر بن جاتا ہے اور مطلعِ انوار کا کام دیتا ہے. حضورؐ نے عشاء کی نماز میں وتر کی ایک رکعت کو دو نفل رکعتوں سے علٰحدہ کر دیا ہے رکعت کو توڑ کر نماز پڑھنے کی بنیاد ڈالی یہ آپؐ کے آخری ظہور کے یادگار میں ہے. اس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ اب رات میں سوجاؤ یعنی ایک ہزار سال تک اسلام پر شب کا جمود طاری ہوگا. اسلام سوجائیگا اور اس کے بعد اُٹھو تو فجر کو مطلع الفجر میں دیکھو اور وہ مَیں ہی ہوں لہذا آپؐ کی ان دو جماعتوں کو وَالْوَتْر بن کر چلاتے ہیں. چنانچہ آپؐ نے انہی دو جماعتوں کیلئے فرمایا ہے عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِين وَ الْاٰخرين یعنی مجھے اولین اور آخرین کی جماعت کا علم دیا گیا ہے. مندرجہ بالا حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دو زمانے مختص ہیں جس میں ایک بداء ہے اور دوسرا اعادہ. وہ شمس ہے یہ ضحیٰ ہے۔

[۲] آیت پاک ہے فَلَا اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ اِذَاتَّسَقَ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ فَمَالَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَاِذَاقُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ (۱۶:۸۴) اللہ پاک نے اس آیت میں سب سے پہلے شفق کی قسم کھائی ہے. شفق کے معنی دن کی روشنی کا رات کی سیاہی سے مل جانا ہے. یہ اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جو عرب میں فجر کا طلوع ہونا تھا کہ ظلمت دور ہوگئی لیکن اب بتلایا گیا ہے کہ خیر القرون کی تین صدیوں کے بعد یہ دن کی سفیدی زمانہ فیج اعوج کی تاریکی سے مل جائے گی وہ دور شفق کا ہے. اُسکے بعد وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ آیا ہے. یعنی اسلام کا اُجالا ایک مستقل رات کی صورت اختیار کرے گا. تاریکی بھی اس قدر چھاجائیگی کہ اسلام کی مرکزیئت باقی نہ رہے گی. مسلمان جزوی مسائل کو اصولی سمجھنے لگیں گے اور آپس میں برسر....

پیکار ہونگے. قضاء وقدر۔ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ خدّام کعبہ ابو حنیفہ منصرف ہے یا غیر منصرف۔ معراج جسمانی ہوئی یا روحانی۔ وفاتِ مسیحؑ۔ حیاتِ مسیحؑ جیسے جزوی مسائل میں مسلمان اپنی جان کھپائینگے اس دور کا اختتام وَالْقَمَرِ اِذَا تّسق پر ہوگا یعنی اسکی شہادت قمر کی تکمیل میں بتلائی گئی ہے. قمر کا اِتّساق اس کا چودھویں رات میں بدر بن کر ظاہر ہونا ہے. چاند پہلی اور دوسری راتوں میں ہلال کہلاتا ہے اس کے بعد دس راتوں میں قمر کہلاتا ہے. چاند گہن چونکہ ١٣/ ١٤/ ١٥/ تواریخ میں سے کسی ایک تاریخ میں بھی ہو جاتا ہے اس لئے اِتّساق قمر یہی ہیں. لیکن بدرِ کامل چودھویں رات کو مخصوص کرتا ہے قرآن کریم نے وَالْقَمَرِ اِذَا اتّسَق میں بدرِ کامل کو نشاندہی میں رکھ کر چودھویں صدی کو موعود قرار دیا ہے جس میں اسلام افق عالم پر چھا جائیگا. بعثت ثانی کا یہی وقت ہے اولین کی جماعت راکب بنی ہوئی اپنے مرکب پرسوار ہے صاف طور پر کہا گیا ہے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ اس میں لام تاکید اور نونِ ثقیلہ لاکر مستقبل میں اس امر کے وقوع پذیر ہونے کو لازم گردانا ہے. صحابہؓ سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ تم ضرور راکب ہو کر اپنے مرکب اقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوار ہو کر چودھویں صدی میں ظہور فرمائیں گے. پس یہ مقام کسی اور جماعت کو نصیب نہیں ہوگا. پس یہی دو جماعتیں ہیں جو اولین اور آخرین کے نام سے موسوم ہیں. طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ میں یہ دونوں اپنے قول و عمل میں باہم مطابق ہیں.

یہ دو واو والشّمس اور والضحیٰ کے　　قسم کے ہیں واوین شمس الضحیٰ کے
دوسوروں میں دو حرف ہیں ابتداء کے　　گواہان ہیں ابتدا انتہا کے
یہ ہے سِرّ وحدت کے عرفاں کا نکتہ
یہ ہے گنجِ مخفی کے ایقاں کا نکتہ　　(٢٠٢)

رسولِ خُدا نے یہ فرمادیا تھا　　بُرا حال کردونگا میں قومِ لُدؔ[١] کا
مجھے آیا ہے ہند سے سرد جھونکا　　اُڑے گا مرا ہند میں بھی پھریرا
عربؔ[٢] مجھ میں ہے میں عرب میں نہیں ہوں
نہیں ہند مجھ میں مَیں اُس میں مکیں ہوں　　(٢٠٣)

کوئی دو زمانوں میں کیوں فرق پائے　　جو وہ عین شمس الضحیٰ بن کے آئے
پسرؔ[٣] آمنہ کے یہاں کہلوائے　　ضحیٰ میں بھی شانِ مکرر دکھائے
بہ شکلِ دگر اب وہ تشریف لائے
لقب اپنا وہ کلکی اوتار پائے　　(٢٠٤)

آگے چل کر قرآن کریم میں آیا ہے وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ وہاں قرآن پڑھا جائے گا دنیا اپنی ظاہری وجاہت میں رہے گی اسلئے سجدہ کرنے سے گریز کرے گی. قرآن کریم میں کل (١٤) سجدے ہیں. چودھویں صدی کا یہ آخری سجدہ ہے جو سورہ اقراء میں ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخری چودھویں صدی میں قرآن پڑھا جائے گا. اس سے پہلے تیرہ (١٣) سجدے سٰجدین کے دور میں حدیث و فقہ کے مسائل میں مسلمان الجھ کر رہ جائینگے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت کا تیس سالہ دور روحِ اسلام کا ہوگا۔ اسکے بعد اسلام کے روحانی و بنیادی اصول چُھپ جائیں گے. سورۃ اقراء میں آخری سجدہ کا ہونا اور اس سورہ کا اختتام لفظ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ پر ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہی دور قربتِ اسلام کا ہے۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

(١) قرآنِ کریم میں قومِ لُدُ کے متعلق آیا ہے فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا۔ قومِ لُد دین کے بارے میں جھگڑا کرنے والی کو کہتے ہیں. یہ عیسائی قوم ہے. قرنِ آخر میں یہ قوم دجّال بنی. بالخصوص یہ لندن والی قوم ہے کیونکہ بابِ لُدُ لندن میں ہے۔

(٢) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ میں ہند میں ہوں اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؐ کی بعثت ثانی ہند میں ہوگی. آپؐ نے اپنی اس بعثت کی نشاندہی میں تَغْزُوْالْهِنْد کی بشارت دی ہے فرمایا عَصَابَتَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ وَعَصَابَتَهٗ تَغْزُو الْهِنْد وَ عصابَةٌ تَكُوْنُ مَعَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَم ۔ یعنی میری امت کی دو جماعتیں ہیں جنکو اللہ نے آگ سے محفوظ کرلیا ہے ایک جماعت ہندوستان میں غزوات کرے گی اور ایک جماعت مسیح ابن مریم کا ساتھ دے گی۔

(٣) بعثت ثانی میں جو جسم مبارک آیا ہے لحاظ تقدس تطہیر آمنہ نام والی عورت کا ہی انتخاب ہوا اور یہ بی بی سیّدہ ہیں اور خاندان میں تقویٰ وطہارت کے لحاظ سے سیّدۃ النّساء کہلاتی ہیں. آپ نواب جعفر یار جنگ بہادر کی بہن ہیں جو چونے کی کھیر کھانیوالے اُدگیری سید مشہور ہیں. آپ کو اولیائے ہند نے (ایونی) بھی کہا ہے یعنی جو وجود فنائیت کی وجہ سے اپنے مقتدیٰ کا بُروز بن گیا ہو اس ذات کی نسبت ہندو تصوّف میں ایونی کہا جاتا ہے. چونکہ حضرت مولانا صدیق دیندار چن بشویشور اللہ کے مظہر بہ شکل دیگر فنافی الرسول ہونیکی وجہ سے بعثتِ ثانی ہیں اسوجہ سے آپ کی ذات کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ قدسی طاقت حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ میں کام کر رہی ہے۔

جو اَولٰـی[۱] لکَ میں وہ جلوہ نُما ہیں تو کب ثُمّ[۲] اَولٰی لکَ سے جُدا ہیں
جوتشریع اَولٰــی لکَ مصطفٰےؐ ہیں تو بعثت میں خیرٌلَّکَ[۳] والضحٰی ہیں

یہی دو زمانے تو ہے بہتری کے
یہی دو زمانے تو ہیں برتری کے (۲۰۵)

لَکَ کی خطابت ہے اِک کام اُنکا شرابِ رحیقی سے پُر جام اُن کا
دوعالم میں ہے عام انعام اُن کا وہ اسلام کے اور اسلام اُن کا

یہی تو ہے منشا حیاتُ النبیؐ کا
وجود ایک ہے میرا اور اُمتی کا (۲۰۶)

عجب تھا سماں شجرِ اخضر کے نیچے مبلّغ مہاجر و انصار کُل تھے
یدُ اللہ تھا گویاہاتھوں پہ اُن کے لی رضواں کی بیعت محمدؐ نے جن سے

خُدا سے جُدا تھی کہاں ذاتِ سرور
حفاظت میں اُمت کی ذوالعصفِ مغفر (۲۰۷)

لَآاُقسِمُ بِھٰذَ الْبَلَدُوَوَالِدٍوَّمَاوَلَدَ. (۹۰:۱). وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَاسِجٰی
مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَاقَلٰی وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌلَّکَ مِنَالْاُولٰی. (۹۳:۱)

دو بلد بعثتین میں

قسم ہے وَ وَالِدٌ[۴] میں پہلے بلدکی بَلَد کیا ہے اِک شان نورِاحدکی
ہے ہندی بلد شکل گویا ولد کی ہے سورۃ بلد کی بشارت ابد کی

جو والشمس اک مستقر ہے بلدکا
توہے مستقر والضحٰی بھی ولد کا (۲۰۸)

عرب کے بلدمیں ہوئی اُنکی بعثت ہے ہندی بلد پر بھی چشم عنایت
عرب باپ ہے ہند بیٹے کی صورت وہاں تھی جوحالت یہاں ہے وہ حالت

ازل ہی سے ان دو میں ہے ربط قائم
ابد تک رہیں گے یہ مربوط دائم (۲۰۹)

(۱) اَوْلٰی اِسمِ تفضیل ہے اوّل کا. اس لحاظ سے بہتر کے معنی میں آیا ہے. حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی نسبت اللہ پاک نے فرمایا اَلنَّبِیُ اَوْلٰی بِالْمُئمِنِیْنَ یعنی نبی مومنین کیلئے بہتری کا سامان رکھتا ہے. بعض مفسرین اولیٰ کے معنی پھٹکار اور وَیل کے کئے ہیں یہ درست نہیں ہے چونکہ نبی کی صفت مومنین کے ساتھ ملحق ہے تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ نبی مومنین کیلئے وَیل کی صورت یا پھٹکار کی صورت ہے (نعوذ باللہ مِنھا)۔ (۲) ثُمَّ اَوْلٰی میں لفظ ثُمَّ تاخیر کیلئے آیا ہے لَکَ میں حضورؐ کی ذات سے خطابت ہے پہلے بھی آپؐ کی بہتری کیلئے ہوا اور آخر میں بھی آپؐ ہی کی بہتری میں کچھ ہوگا. قرن اول اور قرن آخر ایک ہی رنگ کا رہے گا. البتہ ثُمَّ کی تاخیر نے ان دو قرنوں کو درمیان کے ایک ہزار سال والے زمانہ فیج اعوج نے الگ کر دیا ہے. یہ بعدت صرف زمانہ کی ہے ورنہ قربت و بعدت آپؐ کی ذات کیلئے لایعنی شئے ہے۔ (۳) وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَکَ مِنَ الْاُوْلٰی یعنی اے حبیب آپؐ ہی کی آخرت اولیٰ سے بہتر ہے یہاں بعض نادانوں نے دھوکا کھا کر بعثت ثانی کو بعثت اولیٰ سے بہتر تصور کیا ہے حالانکہ یہ واقعات کے خلاف ہے. آپؐ کا دوبارہ آنا وہ اُسکے اولیٰ یعنی زمانہ فیج اعوج سے بہتر ہوگا نہ کہ قرن اول سے قرن آخر بہتر ہوگا. ایسا دعویٰ زندیقیت ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی شخص اگر اسقدر بھی کہے کہ میری ناک اُن کی ناک سے بہتر ہے وہ ناک کٹ جائیگی بس یہی مطلب ہے اور یہی مقصد ہے وہاں انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والے آئے اور یہاں اولیاء اللہ کی تصدیق کرنے والے آئے. وہاں آپؐ والشّمس تھے یہاں آپؐ والضّحیٰ کی شان رکھتے ہیں. درمیان کا زمانہ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی کا ہے جو زمانہ فیج اعوج ہے جسکو حضورؐ نے فرمایا تھا لَیْسوا مِنّی وَلَسْتُ مِنْھُمْ. مَیں ان میں رہوں گا اور نہ وہ مجھ میں رہیں گے. اسلئے کہ مسلمان بنی اسرائیل کی طرح ۷۲ فرقوں میں منقسم رہیں گے۔

(۴) سورہ بلد میں اللہ پاک نے دو بلدوں کی قسم کھائی ہے یہ دونوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی گواہی ہیں. ایک انمیں کا والد ہے دوسرا اُس کا بیٹا ہے وَوَالِدُ وَمَا وَلَدُ کے

الفاظ آئے ہیں وَوَالِدٌ بعثتِ اول ہے وَمَا وَلَدْ بعثتِ ثانی کی شہادت ہے.لطف یہ کہ کل بلادِ ہند میں لوگ حیدرآباد ہی کو بلدہ کہتے ہیں دنیا میں یہ دوسرا شہر ہے جو بلدہ کے نام سے موسوم ہے حیدرآباد ہی اس بعثت ثانی کیلئے موزوں ہوسکتا ہے.کیونکہ ہندوستان کے جس قدر علاقے تھے وہ سب نصاریٰ کے تسلّط میں آگئے تھے. جہاں ایمان کی بُو باس نہ ہو اور غلامانہ حیثیت سے مسلمان زندگی گذار رہے ہوں. جہاں جہاد کا نام لینا جرم ہو ایسے بَلَدْ میں آپؐ تشریف نہیں لاسکتے.آپؐ بعثتِ اول میں جب آئے تو آزاد علاقہ عرب میں آئے اسی طرح بعثتِ ثانی میں آزاد علاقہ سلطنتِ آصفیہ میں آئے.آپؐ کیلئے یہاں تبلیغ کا موقع ملا اور ہجرت کیلئے آزاد علاقہ کی زمین ملی اور جب واپس آئے تو غزوات کیلئے بزمانہ حفاظت اقتدار اعلیٰ اللہ نے موقع دیا آپ نے یہاں ستائیس غزوات فرمائے یہ موقعہ کسی وقت اور کسی جگہ پر تمام ہندوستان میں نصیب نہیں ہوسکتا تھا.اللہ نے اپنے حبیبؐ کو بر موقعہ عطا فرما کر کام لیا اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ. قرآن کریم میں بعثتِ اول میں امّ القریٰ والے بلدہ کی قسم کھائی گئی ہے اور بعثت ثانی میں بھی بلدہ ہی کو شہادت میں رکھا. پہلا بلدہ اساسِ اسلام ہے اور دوسرا بلدہ اعادہ اسلام کی شان رکھتا ہے جس مقام سے حضور سرورِ عالم ﷺ کو ٹھنڈی ہوا آرہی تھی وہ ہندوستان ہے اور وہ اسلام کے پھیلنے کی بشارت تھی اسی منتظر موعود کو حضورؐ نے مِنْ وَلَدِابْنِ کہا ہے یعنی آپؐ نے اسکو اپنا بیٹا قرار دیا.اسی طرح اللہ پاک نے بعثت ثانی والے بلدہ کو بھی بیٹا قرار دیا وَوَالِدٌ وَمَا وَلَدْ بعثتِ ثانی میں بلدہ نام رکھا جانا یہ فنافی الرسول کا آخری مقام ہے لیکن یہ بلدہ مرکزیت اسلام نہیں بن سکتا آئندہ اس بلدہ کا نام بدل سکتا ہے چونکہ یہ صرف ایک یادگار تھی جس کا پروردگار آنا تھا اور وہ آگیا.اس نے اپنے وقت پر اپنا کام تکمیل کو پہنچایا.وہاں صحابؓائے کرام کو بلدہ امین نے ہر طرح محفوظ و مامون رکھا. یہاں جس وقت ہندوستان سے حیدرآباد پر پولیس ایکشن ہوا تو جماعتِ دیندار پوری کی پوری گرفتار ہوئی. ١٧ ماہ جیل میں رہنا پڑا لیکن ہمارے لئے چنچل گوڑہ والی جیل جنّتِ ماویٰ بنی.لاکھوں رضاکار اور ہزاروں مسلمان اس انقلاب سے متاثر ہوئے لیکن خدا کے فضل و کرم سے خانقاہ سرورِ عالمؐ میں رہنے والے فقراء سب کے سب بال بال بچے.انقلاب آیا اور گذر بھی گیا.جس طرح ہم پہلے تھے ویسے ہی اب ہیں اور ہمیشہ رہیں گے.یہ سب غیرت حضور سرورِ عالم ﷺ ہے.قرآن کریم میں آیا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ. اے محمدؐ ہم مخالفین پر عذاب کس طرح لائیں گے جبکہ تو اُن میں ہے اس کا عمل ایک مرتبہ بلدہ امین شہر مکّہ میں ہوا اور اب دوسری مرتبہ بلدہ حیدرآباد سے ظاہر ہوا وہ اس طرح کہ شہر حیدرآباد سے دو تین میل پر فوجوں نے یلغار کرنا بند کردیا.اعلیٰ حضرت نے ریڈیو کے ذریعہ اعلان کرکے فوجوں کو روک دیا.ایسا کیوں ہوا کون جانتا ہے؟ یہ سب حضور سرورِ عالم ﷺ کے نام لیوا فقراء کی غیرت میں ہو رہا تھا.دنیا اس سے بے خبر تھی آخر کیا بات ہے کہ اضلاع کے سارے شہر اس انقلاب سے متاثر ہوتے ہیں' شہر بلدہ بال بال بچ جاتا ہے یہ سب بُروزِ محمدؐ مظہر اللہ حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور قدس سرہ العزیز کے روحانی کمال کا معجزہ تھا.یعنی جس شہر میں بُروزِ محمدؐ جلوہ گر ہو وہاں کیسے انقلاب آسکتا ہے اور اگر آجائے تو مومنوں کی جماعت بھی گھر جاتی ہے.جب ہی تو فرمایا کہ اے محمدؐ جب تم انمیں ہو تو ہم کیسے عذاب لائیں گے.یہ وہ وقت تھا کہ یونین کی فوجوں سے گھبرا کر اتحاد المسلمین کے رضاکاروں کا لیڈر رسید قاسم رضوی نے ریڈیوں سے اعلان کروایا کہ رضاکاروں کو چاہئے کہ وہ اپنا لباس اُتار دیں اور لٹریچر جلا دیں ورنہ انہیں فوج ملیامیٹ کردے گی اور ادھر حضرت مولانا صدیق نے یہ اعلانِ عام کردیا کہ اس انقلاب سے جس کسی کو بچنا ہو تو وہ کاہو کا لباس پہنے اور خانقاہ سرورِ عالمؐ میں آجائے وہ بچ جائے گا.چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ خانقاہ کے حوض میں ایک دو بنڈی گیرو ڈال دو تا کہ لوگ اپنا لباس رنگ لیں چنانچہ ہوا بھی یہی کہ جو لوگ کاہو کے لباس میں تھے چاہے وہ شہر میں یا ریاست کے کسی حصّہ میں بھی تھے سب کے سب بچ گئے ادھر جیل میں ہم محفوظ و مامون تھے اور خانقاہِ سرورِ عالمؐ میں ہماری تمام پاک دامن عورتیں جنتِ ماویٰ کی طرح محفوظ و مامون تھیں اس قدر اہم ترین انقلاب میں صدیق کے ہاتھ پر بیعت کیا ہوا صرف معتقد بھی تھا تو وہ بچ گیا اَنْجَيْنٰهُ مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ کی قدیم سنت یاد تازہ کررہی تھی۔

۱ عمومیت کا نام عجم یہاں لایا گیا ہے یعنی ہند بھی عجم میں ہے۔ ۲ حِلٌّ اصل میں گرہ کھولنے کو کہتے ہیں جلول مطلق نزول پر بولا جاتا ہے محلّہ اترنے کی جگہ کو اور حلّہ لباس کو کہا جاتا ہے. اس اعتبار سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول تمام انبیاء کا نزول ہے. آپؐ کے لباس جسمانی و روحانی میں تمام انبیاء حلول کر گئے. اس طرح آپؐ کی بعثتِ اول اور بعثتِ ثانی جری اللّٰہ فِیْ حلل الانبیاء کہلائی. اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدْ کی آیت میں یہ تکرار ایکدوسرے بلدہ میں آپؐ کے حلول کر جانیکی تاکید آئی ہے. بعثت اول میں بلدہ ہی جائے نزول تھا اور بعثتِ ثانی میں بھی بلدہ ہی جائے نزول قرار پایا. یہ دونوں موعود ہیں. وہ بلدہ والد ہے یہ بلدہ ولد ہے. ایک بلدہ امین دوسرا بلدہ حیدرآباد. وہ باپ ہے اور یہ بیٹا. باپ نمونہ ہے بیٹے کیلئے اس لئے وہ رسول امین بلدہ امین میں نزول فرمائے اور یہاں بلدہ کو حیدر نے آباد کیا ہے. وجہ تسمیہ سے ظاہر ہے وَوَالِدٌ وَمَا وَلَدْ میں یہی دو بلدوں کی قسم کھائی گئی ہے اَنْتَ کی خطابت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے اسلئے آپؐ ہی کیلئے یہ دو بلدہ مخصوص ہوئے۔ ۳ بعثت ثانی کی گواہی میں حضورؐ نے فرمایا قال قالَ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرُجُ رجلٌ مِن امّتی یقول بمنتی ینزّل اللّٰہ عزّ وجل لَہُ القطر من السّماءِ یخرج الْاَرض بَرکٰتھا وَیمَلاء الْاَرض مِنہ قسطًا وَعدلًا کَمَا مُلئتَ ظُلْمًا وَجُورًا یُملِکَ

نہاں جسکو رکھا تھا اُمُّ القُریٰ نے — عیاں کر دیا اس کو بیتُ الھُدیٰ نے
عرب کو ڈرایا جو خیرُ الوریٰ نے — عجم۱ کو بشکلِ دگر مصطفیٰ۲ نے
بِھٰذَا البلد کی شہادت وہاں تھی
یہاں انت حِلٌّ۲ بِھٰذَا البلد کی (۲۱۰)

یہ انتَ خطابت ہے خیرُالوریٰ سے — حبیبِ خُدا سیدُ الانبیاءؐ سے
بُروزِ محمدؐ حُلولِ عُلیٰ سے — ہے یہ ربطِ بعثت نبیُّ الھُدیٰ سے
وہ آئے قُبا اُمتی کی پہن کر
وہ آئے رَجُل اور ولد اِبنؐ۳ بن کر (۲۱۱)

جو پڑھتے ہیں مولود کیا ہے؟ — قصائد سُناتے ہیں مقصود کیا ہے؟
بتاؤں میں اس میں کہ موجود کیا ہے؟ — حقیقت میں شاہد کا مشہود کیا ہے؟
وِلادت کے اذکار کرتے ہیں اس کے
فضائل کا اظہار کرتے ہیں اس کے (۲۱۲)

سَبْعَ سِنِیْن. (ابوداؤد صفحہ ۵۸۸ مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۰) دیکھو نجم الثاقب جلد دوم. اس حدیث میں آپؐ نے آنیوالے موعود کو رَجلٌ مِن اُمَّتِیْ فرمایا ہے یعنی میری امت سے ایک مرد ہوگا جو میرے احسان کو جتلاتا پھرے گا. یہ احسان دراصل آپؐ کا نام دنیا میں پھیلانا ہے. تبلیغ اسلام کیلئے وہ مامور ہوگا یہی سب سے بڑا احسان ہے جو حضورؐ نے دنیائے انسانیت پر کیا ہے اسکے لئے اللہ پاک آسمان سے بارش لائے گا یہ حضرت مولانا صدیق دیندار کا مستقل روحانی نشان تھا کہ جب کبھی آپؐ دعا فرماتے آسمان سے بارش نازل ہوتی. سینکڑوں کفار اس اعجاز کو دیکھ کر اسلام میں داخل ہوئے. زمین سے برکت کا نکلنا اور زمین عدل و انصاف سے بھر جانا یہ آپ کا اور آپ کی جماعت کا روحانی فیض بتلایا گیا ہے سات سال حکومت بھی ہوگی جسکی وجہ سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا. ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے یوں فرمایا ہے سَتکون بَینکُمْ وَبَیْنَ الرّوم اربعة ھدنٍ یوم الرّابعہ عَلٰی ید رجل من اٰل ھٰرون بدوم سبع سنین قیل یا رسول اللّٰہ مَنْ امام النّاس یومئذٍ قالَ من وَلدایْن اربعین سنہ کان وَجھَہٗ کوکبُ دُریٌّ فِیْ خدّہٖ الْاَیمَنْ خَالُ اَسوَدُ عَلیہ عباتانِ قطوانِیتَانِ کَاَنَّہٗ مِنَ الرِّجَال بنی اسرائیل یملکُ عشر سنین یستخرج الکنوز ویَفتح مدائن اُبشّرک طرابی. (ابی امامہ. کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۷ حج الکرامہ صفحہ ۳۶۱) اس حدیث کے نشانات اور سنہ کی بناء پر حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرّہ العزیز ہی کا ایک وجود ہے کہ اٰل ہارون والے مرد پر لڑائی کے خاتمہ کے موقع پر آپ کی عمر چالیس سال کی تھی یہ مرد آل ہارون والا مصطفیٰ کمال پاشاہ ہے جس کا شجرہ ھارون علیہ السلام سے ملتا ہے. اس نے آخری لڑائی ۱۹۲۳ء میں لڑی اس وقت اربعین سنہ والا انسان جس کا چہرہ چمکدار ہو۔ سیدھے کلّے پر سیاہ خال ہو وہ سید ہو۔ دو سوت کے لباس سے ظاہر ہو۔ سادھو نظر آتا ہو اور وہ خدا کا مامور ہو۔ امام النّاس کا درجہ حاصل کیا ہوا ہو دنیا میں مولانا صدیق دیندار کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا یہ بات جاننا چاہیے کہ پچھلے ایک ہزار سال والے ماموروں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لِھٰذِہِ الْاُمّة کہہ کر تجدید دین کی حد تک اُن کے کام کو مخصوص کیا ہے لیکن آپ کی بعثت کو امام النّاس کا درجہ عنایت کیا ہے یعنی آپ کا کام مسلمانوں میں نہیں بلکہ اقوام عالم کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنا ہے اسی لئے حضورؐ جامع النّاس ہیں تو آپؐ کا بُروز کامل بشکل دیگر یہاں امام النّاس کہلایا. پس یہ مقام صدیق ہی کو حاصل ہوا اور یہ اسکے حصّہ کی بات تھی. حضورؐ نے آپ کو وَلَدْ اِبْن بھی کہا ہے یعنی وہ میری اولاد سے ہوگا۔

(۱) حضرت مولانا صدیق دیندارچن بسویشورقدس سرہ العزیز کاالہام ہے"لَسْتَ کَاَحَدٍ مِنَ الْعٰلَمِین"یعنی سارے عالم میں تجھ جیسا کوئی ایک بھی نہیں ہے۔

(۲) آیت پاک ہے وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ. وَاِنَّ رَبَّکَ ھُوَ یَحْشُرُھُمْ. اِنَّہٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ٥ (۲۵:۱۵) پس یہ دوگروہ جن کومستقد مین اورمتاخرین کہا گیا ہے یہ وہی ہیں جنکو اوّلین اورآخرین بھی کہا گیا ہے. بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ کے بعد دوسرا گروہ وَاٰخَرِیْنَ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ والا ہے جسکو سورہ جمعہ میں تفصیل کے ساتھ بتلایا گیا ہے. یہ دونوں گروہ اُمّین یعنی عرب کہلاتے ہیں. اللہ پاک نے ان دونوں گروہ کا ایک وقت حشر ہونا بتلایا ہے جیسے کہ ھُوَ یَحْشُرُھُمْ سے ظاہر ہے. یہاں حشر سے مراد آخرین کا اولین سے الحاق ہے یہ الحاق اُن کے کام اورعمل سے ظاہر ہوتا ہے اولین یعنی صحابائے کرام نے جس طرح تبلیغ. ہجرت اورغزوات کا عمل اپنے وجودوں سے دیکھا اسی طرح آخرین کی جماعت اپنے عمل میں یہ تینوں نعمتیں دیکھے گی وہ جماعتِ آخرین دینداروں کی ہے جنھوں نے اپنے عمل سے تبلیغ. ہجرت اورغزوات کے تینوں قسط پورے کئے. اس گروہ کے سردار حضرت مولانا صدیق دیندار ہیں جو ثانی اثنین کا مقام رکھتے ہیں۔

(۳) حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقرنین ہیں اسلئے کہ آپ قرنِ اول اورقرنِ آخر کے مالک ہیں. آپ نے اپنی امت کی حفاظت میں خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کی دیوارتعمیر فرمائی جسکے قیام کی مدت تیس سال تھی اسکے بعد خلافت دوحصّوں میں منقسم ہوگئی ایک گروہ بادشاہت اورظاہرہ سطوت کی جانب مائل ہوگیا دوسرا فقیری کی جانب. یہ دوسلسلوں کے مالک بھی آپؐ ہی تھے لیکن یہ اسلام کی جامعیت کازمانہ نہ تھا. خلافت کی وہ دیوار جو حضورؐ نے قائم کی تھی مدتِ معینہ تک قائم رہی اسکے بعد ایک ہزار سال تک وہ زمانہ آیا جہاں مسلمانوں کی باہمی تفریق نے اس دیوار کی اہمیت گرادی بالآخر یاجوج اور ماجوج یعنی عیسائی قوم کا عروج ہوا. اس قوم نے مغرب سے نکل کر مشرق پر اپنا اثر جمایا حضورؐ نے اس قوم کو دجّال فرمایا تھا اس مفتون قوم نے گذشتہ ایک ہزار سال میں مسلمانوں کی بنیاد اکھاڑ پھینکنے میں کوئی کسر اُٹھانہ رکھی. وہ خلافت جو نام نہاد ترکوں تک چلی آرہی تھی وہ بھی اس قوم کے ہاتھوں ختم ہوئی. کہا جاتا ہے کہ یاجوج ماجوج ایک رات میں اس دیوار کو جو سکندر ذوالقرنین نے تعمیر کی تھی چاٹ جاتے ہیں اور جب سورج طلوع ہوتا ہے تو وہ دیوار مکرّر کھڑی ہوجاتی ہے. وہ دراصل اسی عیسائی قوم کی فتنہ پردازیاں ہیں کہ جنگی مکّار

ھُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًامِنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوامِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْبِھِمْ (۶۲:۱)

جماعتِ اوّلین عرب اُمّیین میں بعثت اوّل

وجماعت آخرین عرب اُمّیین میں بعثت آخر

رسولِ خدا قائدالمرسلیں ہیں وہ لَسْتَ کَاَحَدٍمِّنَ الْعَالَمِیْں[۱] ہیں

صحابہؓ کی صورت میں مُستقد[۲]میں ہیں تو پھرلوٹ آنے میں مُستاخریں ہیں

بداء اُنکی ہے بعث فِی الاُمّیّٖنَ
اعادے کی صورت میں وَالاٰخرینَ (۲۱۳)

حقیقت میں مُختار قرنین[۳] ہیں وہ کہ خودجامع آبِ بحرین ہیں وہ

اٹھائے ہوئے وزنِ ثقلین ہیں وہ تومعراج میں قاب قوسین ہیں وہ

ہمیشہ ہیں دو زُلف ہمراہ لاتے
وجودی شہودی نشاں بن کے آتے (۲۱۴)

چالوں نے اسلام کی نام نہاد خلافت بھی ختم کی. گویا کہ زمانہ فیج اعوج کی ایک رات میں انہیں نے دیوار کو پوری طرح چاٹ لیا' سورج کے طلوع پر دیوار کا دوبارہ کھڑا ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضورسرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ بہ لباسِ دیگر جلوہ افروز ہونگے جوسراجاً منیراہیں. قرنِ اول میں جس طرح خلافت علیٰ منہاجِ نبوت قائم ہوئی تھی اسی طرح دوبارہ خلافت قائم ہوگی. چنانچہ اسی کی تکمیل میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ آخرزمانہ میں دوبارہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوت قائم ہوگی قرنِ اول میں چار خلیفہ تھے قرنِ آخر میں آٹھ خلیفہ ہونگے قرآن کریم نے بھی اسکی بشارت دی ہے کہ اللہ کے عرش کو آخرزمانے میں آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہونگے وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَھُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ (۶۹:۱۸). پہلے چارخلیفہ حضورؐ سے متصل تھے آخرزمانہ کے آٹھ خلفاء منفصل قراردیئے گئے ہیں. جس طرح قرنِ اول میں ۳۰ سال خلافت چلی اسی طرح آخرزمانے میں ۳۰ سال ہی خلافت چلے گی. سب کے سب قریش خاندان سے ہونیکی بشارت ہے. بعثت ثانی میں حضرت مولانا صدیق دیندار کے نام لیوا یعنی آپ کی تصدیق ہی سے یہ خلافت قائم ہوگی. مولانا صاحب کے وصال کے ساتھ ہی خلافت کے قیام کا نہ ہونا حضوراکرمؐ کی فرمودہ منفصل خلافت کو ظاہر کرتا ہے. وہ حدیث دو ہیں. ملاحظہ ہو عَنْ جابر قال سمِعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لایزال ھٰذالدِّین قائمٌ حتّٰی یکونُ عَلَیکُم اِثْنٰی عشرہ خلِیُفہ کُلھم یحتمِعُونَ عَلَیہ اُمّۃٌ کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْش. (رواہُ ابوداؤدومسلم) حتّٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ کَذَا فِی الْمِشْکوٰۃِ.بعضُ مِنْھُمْ مَدھُرُ مُتَّصِلُ بِالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم وَبعضُ مِنْھُمْ مُنفَصِلُ فِی زَمَانِ شَتّٰی. دوسری حدیث عَنْ سَفِیہ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم یقولُ الخلافَۃ ثلثونَ سنۃ ثُمَّ یکون مَلوک. (ابوداؤدومشکوٰۃ)۔

یہی دو جماعت ہیں کِفلَین[۱] اُن کی وہ ہیں قابِ وحدت یہ قوسَین اُن کی
ازل سے یہ گویا ہیں عینین اُن کی ہیں دونو یہ مربوطِ زُلفین اُن کی
رُخ اپنا جو تحویل کرتے رہے ہیں
انہی میں وہ تدویل کرتے رہے ہیں (۲۱۵)

ہیں تعدادِ قِلّت میں قیبیّن اُن کی ہیں کامل ہدایت میں نجدَین[۲] اُن کی
یہ دونوں بھی تصویر ہیں عین اُن کی مقرّر ہیں بعثت میں اجلین اُن کی
ذو اعدل منکُم میں اِثنٰن ہیں یہ
تو ان ہر دو بعثت میں اُخرٰن ہیں یہ (۲۱۶)

جزا دونی پانے میں ضعفین اُن کے بہرحال قائم ہیں کعبین اُن کے
دو امّا دو امّا ہیں یومَین اُن کے نُمایاں نُمایاں ہیں نورَین اُن کے
انہی دو جماعت کا ہے فیض جاری
کہ کثرت میں قلت کا ہے فیض جاری (۲۱۷)

(۱) قاب وقوسین کی حقیقت کو یُؤتِکُم کِفلَین سے مبدّل کردی ہے جسکے دوسرے معنی اول وآخر کے ہیں یعنی اولین اور آخرین یہ دو جماعتیں ہیں جو آپؐ کے اطراف صدقہ ہونیوالیاں ہیں. یہ بصورت دو کمانوں کے ہیں. اور آپؐ ان دو کمانوں کو اپنے کرم سے چھوڑنا نہیں چاہتے. دعا آپؐ کی یہی رہی ہے. یعنی اللہ تو مجھے مسکینوں میں وفات دے اور مسکینوں میں اُٹھا بشارت دی کہ بَداء الاِسلامَ غَرِیبًا سَیَعُوْدُ غَرِیبًا کَمَا بَداء یعنی اسلام کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اور اس کا اعادہ بھی غریبوں ہی سے ہوگا جیسے کہ اول میں ہوا تھا۔ (۲) اللہ پاک نے سورہ بلد میں ہدایت کے دو اونچے راستوں کا تذکرہ کیا ہے اور اسکے ساتھ دو آنکھ زبان اور دو ہونٹ کو انسان کیلئے حجت کے طور پر پیش کیا ہے. اسکے علاوہ ایک اونچی گھاٹی کا بھی تذکرہ کیا ہے اور وہ گھاٹی گویا کسی شخص کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانا ہے اور کسی قریبی یتیم کو یا مٹی سے ملے ہوئے مسکین کو کھانا کھلانا اس طرح اونچی گھاٹی کو سر کرنا بتلایا گیا ہے. اسکے علاوہ اس سورہ میں ایک متقیوں کی جماعت کا بھی ذکر ہے جو اسلام کیلئے مصائب جھیلنے والی ہے اور اپنے عمل سے صبر اور رحمت کا ثبوت پیش کرتی ہے انہی کو اصحابِ میمنہ یعنی غازیانِ اسلام کے نام سے یاد کیا گیا ہے. ان کی مخالفت میں آنے والی قوت کو اصحابِ مشئمہ یعنی بد بخت گروہ بتلایا گیا ہے اُنکی انتہا یہ ہے کہ وہ ایک ایسی آگ میں ڈھکیل دیئے جائیں گے جسکو نَارٌ مُّؤصَدَۃ کہا گیا ہے یعنی اس آگ سے باہر نکلنے کیلئے کوئی راستہ نہ ہوگا تمام دروازے بند کردئے جائینگے یہ سارے حقائق جو اپنے عمل سے ظاہر ہوتے ہیں قرآن کریم عمل سے ظاہر ہوتا ہے. سب سے پہلے اللہ پاک نے لَااُقسِمُ بِھٰذَا البَلَدُ کہہ کر اُمّ القریٰ والے بلد امین کی قسم کھائی ہے وَاَنتَ حِلٌّ بِھٰذِ البَلَدُ کہہ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دوسرے بلد میں مزید اترنے کی بشارت دیگئی ہے جو اَنتَ حِلٌ سے ظاہر ہوتا ہے وَوَالِدُ وَمَا وَلَدُ میں بلد امین کو باپ قرار دے کر بعثتِ ثانی میں دوسرے بلدہ کو اس کا بیٹا قرار دیا گیا ہے جو روئے زمین میں شہر حیدرآباد ہی بلدہ کے نام سے موسوم ہے. یہی اپنے پہلے بلدہ کا بیٹا ہے جس میں بعثت ثانی کیلئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُس آنیوالے موعود کو رَجلٌ مِنْ اُمّتیْ اور مِنْ وَلَدِابُن ہی کہا ہے اور وہ وجود حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور کا ہے جنہوں نے جسمانی ۵۶ اور اخلاقی ۹۶ نشانات کیساتھ اس دوسرے بلدہ میں نزول فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الِاِنْسَانَ فِی کَبَدْ میں ایک ایسے انسان کو حجت پیش کیجا رہی ہے کہ جو اپنے مقصد کے حصول میں انتہائی مشقت اٹھانے میں کسی قسم کا گریز نہیں کرتا لیکن وہ لقاء اللہ سے محروم ہے وہ دِل گردہ رکھنے کے باوجود روحانیت سے بے بہرہ ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ لباسِ دیگر دوسرے بلدہ میں نزول کو نہیں مانتا اور وہ وجود قاسم رضوی کا ہے اَیَحْسَبُ الِانْسَانَ اَنْ لَّنْ یَقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ یعنی اس انسان پر یہ حجت پیش کیگئی ہے کہ وہ اپنے اقتدار میں کیوں اسقدر نازاں ہے کیا اُسے یہ خیال نہیں ہوتا کہ شاید کسی اور کو اس پر قدرت حاصل ہو؟ یہ وہ عالم بتلایا گیا ہے جب کہ سید قاسم رضوی پورے حیدرآباد ریاست پر حکومت واقتدار کے نشہ میں چور تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اسکی سیاست اور قوت ہمیشہ کیلئے باقی رہے گی. حضرت صدیق اور ان کے فقراء کو نظر میں بھی نہیں لاتا تھا لیکن آگے بتلایا گیا ہے یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا یعنی بالآخر وہ شخص اپنے ہاتھوں سے اپنا بہت سامال برباد کردیگا. قوم کی ساری دولت کو اپنی غلط رہبری سے ہلاکت کے گڑھے میں اُتار دیگا جسکے نتیجہ میں وہ خود کہیگا کہ ہائے افسوس میں نے بہت سامال اپنا اور اپنی قوم کا برباد کردیا یہی حال سید قاسم رضوی کا ہوا ہے اَیَحْسَبُ الانسانُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗ اَحَدٌ میں اس پر ایک دوسری حجت پیش کیگئی ہے یعنی کیا اسے کوئی دوسرا وجود نہیں دیکھ رہا ہے؟ یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسی طاقت کا ظہور بہ لباسِ دیگر موجود رہنا اور آپ کا باطنی آنکھ سے اس وجود کو دیکھنا ظاہر کرتا ہے. چونکہ آپؐ کا ظہور بلدہ سے وابستہ ہے اَلَمْ نَجْعَلْ لَہٗ عَیْنَیْن میں اسے دو آنکھ کے دئے جانیکی حجت ہے. یعنی قدرت نے اُس کو دو آنکھ دیئے ہیں لیکن وہ ان آنکھوں سے اپنی ....

قوم کی ہر کامیابی کو مادّی نکتہ نگاہ سے دیکھتا ہے. رسول اللہ ﷺ کی بینائی سے محروم ہے یہ حقیقت ہے کہ حیدرآباد میں خانوادۂ آصفیہ کے ہر حکمران نے ہندو اور مسلمان کو اپنی دو آنکھ سمجھا ہے لیکن ان دونوں آنکھوں کی بینائی اُسی وقت باقی رہ سکتی ہے جب کہ حضور سرور عالم ﷺ کی دو آنکھوں کی بصارت ان دو قوموں کا نصب العین ہو. آگے فرمایا ہے وَلِسَانًا وَّشَفَتَیۡنِ وَهَدَیۡنٰهُ النَّجۡدَیۡنِ یعنی دو آنکھوں کے علاوہ اُس شخص کو زبان اور دو ہونٹ بھی بطور حجت دیئے گئے ہیں لیکن وہ خدا کے اس دیئے ہوئے عطیہ سے قطعاً کوئی کام نہیں لیتا. یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی دونوں آنکھوں کو اپنی آنکھیں نہیں بناتا وہ رسولِ مقبول ﷺ کی زبان اور دو ہونٹ سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتا. آپؐ کے بتلائے ہوئے ہدایت کے دو اونچے راستوں پر نہیں چلتا اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہلاکت میں جا گرتا ہے. حیدرآباد کے اس نازک دور میں حضرت صدیق نے ہندو اور مسلمان کی دائمی حیات کیلئے ایک روحانی فارمولا پیش کیا تھا لیکن اتّحاد المسلمین کے وزراء نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی آپ نے کہا کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے حیدرآباد کے انقلاب کو دیکھا ہے. اسی لئے آپؐ نے مکرّر راس بلدہ میں نزول فرمایا ہے وہ اپنی آنکھوں سے وہ سب دیکھ رہے ہیں جو یہاں ہو رہا ہے. اللہ پاک نے مجھے بتلایا ہے کہ ''حیدرآباد کی ریاست میں ہر مرض کی دوا خلافت ہے''. حیدرآباد اور ہندوستان کے سیاسی انقلاب کا حل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علیخاں کو مسلمانوں کا خلیفہ اور ہندوؤں کا دھرم راجہ تسلیم کیا جائے یہی رسولِ مقبول ﷺ نے اپنی زبان سے فرمایا ہے یعنی آپؐ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانے میں امن و شانتی آٹھ خلفاء کے ذریعہ ہوگی جو علیٰ منہاجِ نبوت ہونگے اُس میں پہلا خلیفہ یا دھرم راجہ ہمارا بادشاہ ہونا چاہیے جو خلافت اور دھرم راج کے معیارات پر پورا پورا اُترتا ہے. مخبر صادقؐ لسانِ صدق رکھتے ہیں. آپؐ کی زبان سے نکلے ہوئے بشارات من و عن پورے ہونگے. زبان کسی بات کو ادا کرنا چاہے تو اُسے دو ہونٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ آپؐ کی دو جماعتیں ہیں جو مہاجر اور انصار کہلاتی ہیں یہی بحیثیتِ مجموعی اصحابِ میمنہ بھی ہیں جنکے رعب سے ساری دنیا دنگ ہو جائیگی. یہی دو اونچے راستے بھی ہیں جو موجودہ سیاست کا حل اپنے اندر رکھتے ہیں. دولت کی مساویانہ تقسیم کا حل بھی اسی میں ہے. سرمایہ دار اور مزدور سبھی کو اس سے اطمینان حاصل ہو سکتا ہے. فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ میں جس اُونچی گھاٹی پر چڑھنے کا تذکرہ ہے وہ ایسا پہاڑ ہے جو سخت اور دشوار گذار راستے میں آ پڑے اور وہ ہے ہندوستان کے انگریزوں سے نکل جانیکے بعد حیدرآباد اور پورے ہندوستان پر سیاسی بحران کی حیثیت سے پیش آیا ہے وَمَآ اَدۡرٰكَ مَا الۡعَقَبَةَ میں حضور سرور عالم ﷺ کو تکرار کے ساتھ منزل پر آنیوالی جس گھاٹی کی خبر دیگئی تھی وہ یہی ہے فَكُّ رَقَبَةٍ میں جس گردن کو آزاد کرنیکا تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان سے انگریز نکل جانے کے بعد بھی ہم صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہوئے یعنی ہندوستان مذہبی ملک ہے یہاں کی قوموں میں بنائے مخاصمت مذہب ہے. مذہب ہی سے ہندوستان کو دائمی امن حاصل ہو سکتا ہے. ہم نے ظاہرہ طور پر تو انگریزوں سے اپنی گردن کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرا لیا لیکن دو قومی نظریئے نے ہندوستان کے باشندوں میں ایک مستقل بعدت پیدا کر رکھی ہے اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ یَتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنا ہے تو آؤ خضر بن کر اس قریبی یتیم کی روحانی غذا کا سامان پیدا کریں جو اپنی بھوک و پیاس کی درماندگی میں مبتلا ہے اُس کو یکلخت ختم کر دیں اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ہندوستان کی دیگر قومیں جنھوں نے ہندوستان کو اپنی ماتا سمجھ کر انگریزوں سے آزاد کرانیکے لئے جس قدر مصائب اُٹھائے ہیں آج بھی وہ اپنی کسمپرسی اور حالتِ مسکینی کا اِظہار کر رہے ہیں. آؤ کہ ان کیلئے بھی دائمی راحت کا سامان پیدا کریں. اللہ پاک نے مجھے اپنے لاکھوں بشارات کے ساتھ کھڑا کیا ہے. میرے ساتھی ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ کی تصویر کامل بنے ہوئے ہیں صبر و رحمت کا دوبارہ سبق پیش کر رہے ہیں یہی جماعت اصحاب المیمنہ بھی ہے جو تحریک خلافت و دھرم راج کو ساری دنیا میں کامیاب کرنے کیلئے فتوحات کی بشارتیں رکھتی ہے دیکھو اگر تم نے اس راہ سے ہٹ کر کوئی دوسری راہ اختیار کی تو تمہارا وہی حشر ہوگا جو اصحاب مشئمہ کا ہوا کرتا ہے جو خدا کی سینکڑوں آیات کو دیکھ کر بھی ایک ایسی نار میں داخل ہونے رضامند ہوتے ہیں کہ جسمیں داخل ہونیکے بعد کسی طرف بھی نکل جانیکا راستہ نہیں ملتا اور وہ ہے نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ آہ کہ اسقدر حضرت صدیق اور اُسکے ساتھیوں کے کھلے انذار کے باوجود ہندوستان اور حیدرآباد کے سیاسی لیڈروں نے ٹس سے مس نہیں کیا اور اپنی قوم کی تباہی کو اپنے ہی ہاتھوں سے دیکھنا پسند کیا. بالآخر حضرتِ صدیق کا وہ الہام کہ ''ہائے ہندوستان ہم کیا کریں'' لفظ بلفظ پورا ہوا.

(۱) سورہ النّجم میں آیا ہے ذُو مَـرَّۃٍ فَاسۡتَوٰی یعنی آپؐ معراج میں گذرے اور یہاں تک کہ وَلَـقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی یعنی ایک دوسری جگہ آپؐ نے اپنے نزول کو دیکھا یہ معراج کی انتہا تھی یہ دو عالم آپؐ نے اپنی معراج کے سفر میں دیکھے اسلئے آپؐ کو ذُومرّتین کہا جاتا ہے یعنی دو عالم میں سے گذرنے والے۔

(۲) شمس وقمر کا چکّر آپؐ کی ذات کیلئے ایک بیّن شہادت ہے. شمس طلوع ہوکر آپؐ کے شہادت کی گواہی دیتا ہے اور غیب ہوکر عالم الغیب کو ظاہر کرتا ہے. آپؐ کی شہادت تمام انبیاء کے نور کو سمیٹ لیتی ہے جس طرح سورج کا طلوع تاروں کو ماند کر دیتا ہے اور جس طرح سورج کا غروب رات میں تاروں کی جگمگاہٹ کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح آپؐ کا غروب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو حالت نشر میں دکھلاتا ہے یہ غیب وشہادت کے دوزلف ازل سے ہی آپؐ کی گواہی میں ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اسی لئے آیا ہے وَسَخّرَ لَکُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنَ وَسَخَّرَ لَکُمۡ الَّیۡلَ وَالنَّھَار .(۱۴:۳۳) یعنی شمس وقمر کی گردش اور لیل ونہار کی تسخیر صحابہؓ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی تعبیر بنے ہوئے ایک مستقل قانون پر چل رہے ہیں سورج غیب وشہادت کے دوزلف پیش کرتا ہے تو قمر ہلال کی دوراتوں کو یعنی انتظار والی دو لیلۃ القدر کو ظاہر کرتا ہے جو ہر تیرہ سوسال کے بعد آتی ہیں جو پچھلے اَلۡفَ شھـــر میں خیر کا مصداق رہتی ہیں اور کبھی وہی قمر بدر بنکر چودھویں رات میں تکمیل کو

مُرورِ زمانہ میں ہیں مــرّتَیۡنَ[۱] ہیں شمس و قمر اُن کے خود دائبیــن
ہیں سمتین میں رب کی یہ مشرِقین ہیں سمتین میں رب کی یہ مغربینِ
طلوعِ رسالت میں ربُّ الۡمشارِق
دکھاتے ہیں ربُّ العُلائی خوارق (۲۱۸)

ہیں خِلوت میں جلوت میں یہ رفعتین مکرّر یہ آنے میں ہیں کــرّتینِ[۲]
شریعت طریقت میں ہیں قبلتینِ ہیں ثُمّ یُحِیۡکُم میں بھی اِثۡنَتینِ
انہی سے ہے اب روحِ اسلام باقی
ہے حاصل انہیں رب کا یَوۡمُ التّلاقی (۲۱۹)

یہی دو جماعت ہیں زوجَیــن اُنکی حقائق معارف میں عینَیــن اُنکی
وہ ہیں جان اِنکی تو یہ جان اُنکی نُمایاں انہیں دو سے ہے شان اُنکی
یہ دو نوں محمدؐ کی ہیں جَنّتٰنِ
ہمیشہ یہ چشمے ہیں نضّاختنِ[۳] (۲۲۰)

پہنچتا ہے گویا کہ وہ چودھویں صدی میں اسلام کے سارے کمالات کو ظاہر کرتا ہے. وہاں صحابہؓ اپنے ظہور میں ربّ المشرقین و ربّ المغربین بن جاتے ہیں. گویا کہ یہی دو طلوع اپنی چمک روحانی میں مشرقی سمت ہیں تو پھر وہی عالم غیب میں دو مغربی سمت بن جاتے ہیں. ہر دو جگہ یہ دو جماعتیں ربوبیتِ عام کرتی ہیں. حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ان دو جماعتوں اور ان دوزمانوں کی ماویٰ ہے. آپؐ ربّ المشارق ہیں فَلَا اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشَارِقِ وَالۡمَغَارِبِ اِنَّــا لَـقٰدِرُوۡن.(۷۰:۴۰) اللہ پاک نے مغربی اور مشرقی ممالک کی قسم کھا کر ان سب کو اپنے قبضۂ قدرت میں ہونیکا ذکر کیا ہے جس میں اسلام کے پھیلنے کی بشارت پوشیدہ ہے. ایک دوسری آیت ہے رَبُّ السّمٰوٰتِ وَالارضِ وَمَا بَیۡنَھُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیا بِزِیۡنَۃِ الۡکَوَاکِبِ .(۳۷:۱) اللہ پاک نے آسمانوں اور زمین کی ربویت کا تذکرہ کر کے مشرقی علاقوں میں اسلام کے پھیلنے کی بشارت دی ہے جسمیں ربوبیت روحانی ہے۔

(۲) آیتِ پاک ہے ثُمَّ ارۡجِعِ البَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِب اِلَیۡکَ الۡبُصَر (۶۷:۴) اللہ پاک نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ اے حبیبؐ تمہاری بصارت دو مرتبہ لوٹ کر واپس اپنی جگہ آجاتی ہے یعنی اولین اور آخرین کی دونوں جماعتوں پر آپؐ کی بطورِ خاص ہے یہ آپؐ کی دو آنکھیں ہیں جنکو عَیۡــنٰــن بھی کہا گیا ہے انہی کو زَوۡجٰن بھی کہا گیا ہے. یہ دونوں جماعتیں باوجود ایک دوسرے سے ساڑھے تیرہ سوسال کی بعدت رکھنے کے آپس میں قربت رکھتی ہیں اور دونوں میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کردار موجود ہیں اسی لئے اِلَیۡکَ الۡبَـصَـرُ کی خطابت حضورؐ سے ہوئی ہے. قرآن کریم میں اللہ پاک نے بعثت ثانی میں آپؐ کے ظہور کو یَـوۡمُ التَّلاق بتلایا ہے. یعنی ملاقات رب کے یہی دو اہم مواقع ہیں. درجات کی رفعت ۔ عرش کا جلوہ ۔ روح کی ارتقاء اپنے خاص بندوں پر اسی موعودہ وقت پر ہوتی ہے فرمایا رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُوالۡعَرۡشِ یُلۡقِیَ الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِہٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ لِیُنۡذِرَ یَوۡمَ التَّلاقِ.(۴۰:۱۵)۔

(۳) قرآن کریم میں ان دو چشموں کو جو اپنی ابتدائی حالت میں جوش مارتے ہیں نَـضَّـاخَتٰنِ کہا گیا ہے. اسکی تفصیل کیلئے سورہ رحمٰن کی تفصیلی حقیقت کو معلوم کرنا ضروری ہے اسلئے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورہ میں جَامِعُ الۡبَحۡرِیۡن کا مقام عطا ہونا ظاہر کیا گیا ہے کہ جیسے کہ مَـرَجَ الۡبَـحۡـرِیۡنِ یَلۡتَقِیٰنِ آیا ہے یعنی دو دریا سابق ہی میں قدرت نے جاری کر دئے ہیں وہ اس طرح کہ سوا لاکھ انبیاء اللہ پاک کے جلال و جمال کی دو صفتوں کا اظہار کرتے ہوئے اپنی اپنی قوموں میں ......

روحانی ربوبیت کرتے رہے۔ان دوصفات کی حیثیت سے انبیاء میں مستقل بُعدت تھی. جنکا باہم ملنا محال تھااس لئے کہ یہ دودائرے اپنے قومی ہدایات کا سامان رکھتے تھے کسی نبی نے صبر کے انتہائی کمال میں صلیب پر چڑ جانا گوارہ کیا توکسی نے بادشاہت حاصل کرکے اپنی قوم پر اپناسکّہ جمایا۔ان دوروحانی سلسلوں کا فیض ایک وقت میں جاکر آپس میں مل جانیوالا تھااور وہ وقت موعودہ تھایعنی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی بعثت پر جمال اور جلال کی دونوں صفات ایک ہی صف میں بصورت صحابہؓ نظر آئیں.آپؐ نے ان دوسلسلوں کوملانے میں سنگم کا کام دیابعدت کا دورختم ہوا قربت کا اظہار ہوا تمام انبیاء ایک ہی حلقہ میں رَحۡمَتُ لِّلۡعٰلَمِیۡن کے دربار میں آکر جمع ہوئے اسی لئے ان دودریاؤں کو ماضی میں چلائے جانے کا تذکرہ کیا بلکہ حال کے بعد مستقبل میں بھی ہمیشہ اپنے ابتدائی دور کا اعادہ کرتے رہنے کی بشارت دی یعنی جس طرح یہ سابق میں ملے ہیں اسی طرح آئندہ یہ دوصفات جمال وجلال بصورت اولیاء اللہ ظاہر ہوکر ایک مستقبل زمانے کی بعدت کے بعد یعنی ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد باہم ملیں گے.ان دونوں کے درمیان جو برزخ ہے وہ دور ہوگی بَیۡنَھُمَا بَرۡزَخٌ لَّا یَبۡغِیٰن حضور سرورعالم ﷺ کی معیت میں کام کرنیوالی یہی دو جماعتیں ہیں جن کواولین اور آخرین کہا جاتا ہے.انہی دوجماعتوں کو سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ اَیُّہَ الثَّقَلٰن کہا گیا ہے.اللہ پاک نے اس آیت میں کھلے طور پر دوگروہ کا ہونا بتلایا ہے.یہ سارے افراد جو حضورؐ سے قربت اختیار کئے ہوئے ہیں بحیثیتِ مجموعی انہی دوگروہوں کا بار بار حضورؐ نے اپنے کندھوں پر بوجھ اُٹھایا ہے اسی لئے ان کوثقلٰن کہا گیا ہے.حضورؐ نے انہی دوجماعتوں کے متعلق فرمایا ہے اِنِّیۡ تَرِکُ فِیۡکُمُ الثَّقَلَیۡن کِتَابُ اللّٰہ وَ عِتۡرَتِیۡ یعنی تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں' کتاب اللہ اور اپنی عترت.پہلی جماعت کتاب اللہ کے نزول اور وحیٔ جلی کو اپنی آنکھوں سے اُترتے ہوئے دیکھنے والی ہے اور دوسری جماعت اُسی سابقہ عمل کو اپنے عمل سے اظہار کرنیکی وجہ سے آپؐ کی عترت کہلاتی ہے.یہی دوجماعتیں ہیں جو مقامِ رب کا خوف اپنے دل میں رکھتی ہیں جسکے صلہ میں اُنہیں دوجنت عطا کئے گئے ہیں.جس کواللہ پاک نے وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰن کہا ہے یہ دوجنتیں کیا ہیں گویا دومستقل روحانی شاخوں والی ہیں جنکو ذَوَاتَا اَفۡنَان کہا گیا ہے جو پہلے دور میں سوالاکھ انبیاء کی صورت میں نظر آتے ہیں تو دوسرے دور یعنی خیر القرون کی تین صدیوں کے بعد پچھلے ایک ہزار سال میں بصورت اولیاء اللہ نظر آتی ہیں.درختِ اسلام کے یہ دودور اپنی انتہا میں پھل کا اظہار کرتے ہیں.حضور سرور عالم ﷺ کا ظہور ان دونوں ادوار کی انتہا میں پھل کی صورت میں ہوتا ہے.اور ہر دور میں اس پھل کی دوقسمیں دکھائی دیتی ہیں یعنی آپؐ کے اطراف صدقہ ہونیوالی دوجماعتیں ہیں ایک تو سابقون الاوّلوٗن کی جماعت ہے جسمیں ایثار وکمال کی وجہ سے وارث انبیاء موجود ہوتے ہیں جو سارے کے سارے مبلغین اسلام کہلاتے ہیں.دوسری وہ جماعت ہے جو اصحاب الیمین کے نام سے موسوم رہتی ہے جنکو غازیانِ اسلام کہنا چاہئے.اسلام کا ڈنکا چاردانگِ عالم میں انہی کی بدولت بجتا ہے.دنیا کی بڑی بڑی شہنشاہتیں ان کے قدموں پر آکر گرجاتی ہیں.انہی دوجماعتوں کو جو اپنے دوادوار میں موجود رہتی ہیں اللہ پاک نے فِیۡھِمَا مِنۡ کُلِّ فَاکِھَۃٍ زَوۡجٰن فرمایا ہے یہ دونوں بھی آقائے نامدار ﷺ ہی پر اپنا تکیہ لگائے ہوئے رہتے ہیں لیکن غازیانِ اسلام کی ان دوجماعتوں میں بعثت ثانی کے موقع پر جماعتِ مجاہدین کا باطن موٹا ہونا بتلایا گیا ہے اسلئے کہ اسلام کے سوا کسی اور مذہب سے یہ جماعت منتخب نہیں ہوگی ان کیلئے یہ آسانی ہے کہ وہ پہلے ہی سے حضور سرور عالم ﷺ کے امتی کہلانے والے ہیں.قرنِ اول میں غازیانِ اسلام کیلئے ایثار کے دومنازل سامنے تھے پہلے تو ان کو اسلام میں داخل ہونیکے لئے اپنے پرانے مذہب کے سارے عقاید سے ہاتھ دھوکر اسلام کے جامعیت والے اصول کو تسلیم کرنا تھا دوسری منزل میں ان اصولوں کو لے کر دنیا کے کنارے پہنچنا تھا تاکہ اسلام کی سچائی کا جھنڈا گاڑھ دیا جائے.قرن آخر میں غازیان اسلام کیلئے ان دومنازل میں سے صرف ایک ہی منزل رہتی ہے اور وہ یہ کہ اپنی خُداداد طاقتوں سے اسلام اور اُس کے منوّر چہرے کو دکھلانیکے لئے اپنی جان کی بازی لگادیں اسی لئے اللہ پاک نے قرن اول کے غازیوں کو لباسِ سُنۡدُس یعنی اُن کے قلوب کی باطنی حالت کو باریک ریشم سے اور قرن آخر کے غازیوں کو لباسِ استبرق یعنی ریشم کے موٹے تاروں سے تشبیہ دی ہے جیسے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے مُتَّکِئِیۡنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَآئِنُھَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ لیکن یہ دوجماعتیں باوجود زمانے کی بعدت رکھنے کے حضور سرور عالم ﷺ سے اسقدر قریب ہیں کہ گویا دونوں ایک ہی ہیں.دونوں حضور سرور عالم ﷺ کے دوقوس بنے ہوئے ہیں.یہ اپنے دور کی دوجنتوں کے جنان بنے ہوئے مقامِ دنیٰ کا اظہار اپنے وجود سے پیش کرتے ہیں اور اپنے خداداد جوہر کو کہ جن میں کا ایک ایک فرد ہزاروں پر بھاری ہوتا ہے یہ جوہر چھپائے رکھتے ہیں اور وقت آنے پر اچانک میدان میں آجاتے ہیں تو ساری دنیا کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے اس لئے ان کو وَجَنَا الۡجَنَّتَیۡنِ دَان کہا گیا ہے.اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے اُنہیں ایک نعمت بھی عطا کی ہے جو کسی زمانے میں کسی قوم کو حاصل نہیں ہوئی یعنی یہی دودور جنہیں مستقل دوجنتوں سے تعبیر کیا گیا ہے حضور سرور عالم ﷺ کی معیت کی بدولت ان سب کو قٰصِرٰتُ الطَّرۡف لَمۡ یَطۡمِثۡھُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَھُمۡ وَلَا جَآنٌّ کا مقام عطا ہوا ہے.اُن کی طرفِ نگاہ دنیاوی آلائشوں سے اس قدر پاک ہوگئی کہ گویا ان میں حضور سرور عالم ﷺ کا حسن وجمال پیدا ہوگیا.دنیا جس قدر وسیع تھی اُسی قدر تنگ دکھائی دینے لگی.اسی لئے یہ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ کہلانے لگے.دوسری صفت ان میں ازل ہی سے پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کے سوائے کسی اور ہادی اور رسول نے ان کو اپنا مطیع نہیں کیا یہ کسی اور کیلئے منتخب ہی نہیں تھے.ابتدائے آفرینش سے عرب قوم میں کوئی رسول ہی نہیں آیا تھا.اسی لئے کہا گیا

ہے جن اور انس کی نسلیں لاکھوں برس سے چلی آ رہی ہیں اور اُن میں سوا لاکھ انبیاء مبعوث ہوئے. اسکے باوجود ان کو کسی نے اس سے قبل نہیں چھوا. لفظ طَمَثَ حیض کے خون پر بولا جاتا ہے گویا کہ یہ ایسی قوم تھی کہ اپنے حسن و جمال کی خوبی میں کسی نبی کیلئے سِن بلوغ تک پہنچی ہی نہیں تھی یہ حق تو صرف حضور سرور عالم ﷺ ہی کو حاصل تھا کہ آپؐ اس قوم کو اللہ کیلئے برموقعہ استعمال کریں اور اپنے ہمراہ ان سب کو معراج میں ساتوں آسمانوں کی سیر کرا کر مقامِ احدیت تک پہنچائیں اور خدا کا وصل کرائیں. ہر دو بعثوں میں قومِ عرب ہی اس موعودہ نعمت سے مستفیض رہی هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان کا کمال انہی دو جماعتوں کو حاصل ہوا. جماعتِ اولین کا حسن جماعتِ آخرین میں اور جماعتِ آخرین کا حسن جماعت اولین میں صاف طور پر دکھائی دینے لگا. اس لئے کہ دونوں جماعتوں کے قائد اور رہنما آقائے نامدار ﷺ ہی ہیں. اللہ پاک نے حضور سرور عالم ﷺ کی بعثت کو دو زمانوں میں مخصوص کر دیا ہے. ہر تیرہ سو سال کے بعد آپؐ کا دیدار عام ہوگا. اسی لئے وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ کہا گیا ہے یعنی وہ دو جنّتیں جن کا ہم نے تذکرہ مندرجہ بالا سطور میں کیا ہے اپنی ہر دو بعثوں میں مستقل دو ناموں سے موسوم ہیں. دونوں اپنی صفت میں مُدْهَآمَّتٰنِ ہیں یعنی یہی دو دور ہیں جنکو قرنِ اول اور قرنِ آخر کہا گیا ہے اور جو مکمل طور پر سرسبز و شاداب ہیں دُھمّہ ایسی سبزی ہے جس کا رنگ کمال سبزی کو پہنچا ہوا ہو. یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جہاں انبیاء کی نعمتیں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے بٹتی ہیں. پھلدار اور سرسبز درخت کی صورت میں حضور سرور عالم ﷺ کی ہستی نظر آتی ہے اور جماعتِ اولین میں سدرۃ المنتہیٰ کے ۸۳ پھل اور جماعتِ آخرین کے ۶۳ پھل دکھائی دیتے ہیں. یہ دو دور خیر غیر منقطع کی صورت میں دو مستقل چشموں کی حیثیت رکھتے ہیں جن کو فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ کہا گیا ہے یہ دو چشمہ جنکی صفت نضّاختٰن ہے اپنی ابتدائی بعثت میں پانی کے جوش مارنے کی شدّت اور اُس کے چشمہ سے پھوٹ نکلنے کے باعث اسلام کے باغ کو سرسبزی بخشتے ہیں چونکہ نضّاخہ وہ چشمہ ہے جو پانی کے ساتھ جوش مار رہا ہو یہ دو چشمے جن کا یہاں ذکر کیا گیا ہے حضور سرور عالم ﷺ کی اُمّ القریٰ والی پہلی بعثت میں کافوری چشمہ اور بعثت ثانی کے موقع پر زنجبیلی چشمہ کہلاتے ہیں جسکی تفصیل کاسئہ کافوری اور کاسئہ زنجبیلی کے عنوان میں ہم نے بیان کر دی ہے. زمانے کی بعدت نے حضور سرور عالم ﷺ کی ہستی کو دو چشموں کی صورت میں پیش کیا ہے ورنہ ازل ہی سے آپؐ کی ہستی کتابِ مکنون اور لوحِ محفوظ بنی ہوئی ہے. ایک ہی طاقت ہے جو دو زمانوں میں کام کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ جماعت اولین اور جماعت آخرین اس ایک ہی پیالے کو ہاتھوں ہاتھ لیتی ہیں يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاسًا لَّا لَغْوًا فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْم لغت میں منازعہ کے معنی مصافحہ کے بھی ہیں. مُنَازِعَةُ الْكَاسِ سے مراد پیالہ کا ایک دوسرے کو دینا یا ایک دوسرے سے لینا ہیں. اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کا بابرکت ہاتھ جب صحابہؓ کے ہاتھوں پر ہوتا ہے تو اُس وقت کافوری چشمہ کی حیثیت اختیار کرتا ہے اور جب وہی ہاتھ جماعتِ آخرین کے ہاتھوں پر ہوتا ہے تو زنجبیلی چشمہ کی صورت اختیار کرتا ہے مزید یہ کہ یہ دونوں دور اپنی بنیادی کیفیت میں چشمئہ مختوم بھی رکھتے ہیں چونکہ حضور سرور عالم ﷺ ہی خاتم النّبین ہیں آپؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے کاسئہ معین اور کاسئہ دھاقی کا کمال ہر دو زمانے میں ظاہر ہوتا ہے یہ وہ زمانہ ہوتا ہے کہ اس حدود سے باہر رہنے والے ان دو جماعتوں کی باطنی وروحانی نعمتوں سے قطعاً ناواقف رہتے ہیں. کوئی نہیں جانتا کہ اللہ پاک نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے کیا کیا محفوظ رکھا ہے لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ یہی وجہ ہے کہ معمولی سی کمزور اور لغو حرکت سے بھی یہ اجتناب کرتے ہیں اسلئے کہ ان کا تعلق ایک ایسی ہستی سے قائم ہوا ہے کہ جو برائیوں کی جڑ کو اکھاڑ پھینکنے میں تمام انبیاء پر فوقیت رکھتا ہے یہاں تک کہ انبیاء کی پاکی خود اسکے وجود سے ثابت ہوتی ہے. خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد ہماری جماعت کو منتخب فرمایا اور حضرتِ صدیق کا ہم رِکاب بنایا اور منزلِ احدیت کا راستہ دکھلایا۔

(۱) اصحابِ رقیم اُس جماعت کو کہا جاتا ہے جسکے متعلق غیر اقوام میں بشارات لکھی ہوئی ہوں اور اصحابِ کہف وہ ہیں جو پہاڑوں میں رہتے ہیں. اور وہ ہمیشہ آزاد رہتے ہوں. اللہ پاک نے اس دور میں اصحابِ رقیم انہی فقراء کو قرار دیا ہے. جنہوں نے حضرت صدیق کے ہمراہ ہوکر اسلام کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور اصحابِ کہف علاقہ آزاد یاغستان میں رہنے والے ہیں جو انگریزوں کے دور حکومت میں بھی آزاد ہی رہے. ان دونوں جماعتوں کا ملاپ ہی ہر دور میں غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیتا ہے. چنانچہ ہماری جماعت کو تبلیغ اسلام کی ہر طرف سے روکاوٹیں ہوئیں تو ایک وفد گیارہ افراد پر مشتمل یاغستان کے علاقہ میں پہنچ گیا. یہ سب سے پہلا وفد تھا جو ۱۹۳۵ء میں حضرت صاحب قبلہ نے روانہ کیا تھا. جسمیں راقم الحروف بھی شامل تھا. اس وفد کے امیر ذوالمعارج مولوی سیّد رسول صاحب تھے. علاقہ یاغستان میں مسلسل چھ ماہ کا دورہ رہا. علاقہ باجوڑ۔ چمرقند۔ مہمند۔ ماموند۔ شموزائی کے ہزاروں خاں اور ملکوں سے ملاقات کے بعد ریاستِ چترال۔ ریاستِ دیر۔ صوات۔ دربند۔ بنیر کا دورہ کرکے ان تمام والیانِ ریاست سے ہمارے خیالات کا اظہار کرکے ہم نے ایک مستقل جگہ پالی اور وہ بشارتوں والی تھی. یہ وہ مقام ہے جہاں ڈیڑھ سو سال سے ایک جماعت مقیم ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوکر ہندوستان سے ہجرت کرکے انگریزوں سے فیصلہ کن لڑائی لڑی تھی جسکے نکتہ نگاہ سے وہ جہاد تھا. جگہ حاصل ہونیکی طمانیت کے بعد جب ہم واپس لوٹے تو برٹش گورنمنٹ نے صوبہ سرحد میں ہمیں گرفتار کرلیا. چار اشخاص ایبٹ آباد میں اور دو پشاور جیل میں مقیّد تھے. بقیہ افراد علاقہ یاغستان ہی میں رہ گئے تھے. راقم الحروف ایبٹ آباد جیل میں تھا. بالآخر گورنمنٹ نے تین ماہ قید میں رکھ کر ہم سے سرحد نہ آنے کا مچلکہ لے کر ہمیں رہا کر دیا اور ہم واپس حیدرآباد لوٹ گئے. ادھر تبلیغی مصائب دن بدن بڑھتے گئے جسکے نتیجہ میں مستقل ہجرت کرنی پڑی. چنانچہ حضرت صاحب قبلہ نے ۱۷/ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۶ء کو بمقام بنگلور سے ہجرت فرمائی. مقامِ اسمس پہنچنے کے بعد آپ نے جماعتِ مجاہدین کو ہموار کرلیا اور ہندوستان سے اپنی پوری جماعت کو یاغستان آجانیکا حکم دیا اور مولوی عبد اللہ صاحب مبلغ اسلام کے ذریعہ ایک خط روانہ فرمایا جس کے بعض سطور یہ ہیں ''صدیق نے آج ہی کے دن کیلئے بیعت لی تھی. فاسق و فاجر ہونے سے بچو. دیوانہ وار نکلو اور فوراً چلے آؤ یہاں کی زمین صرف تمہارے آنے کا انتظار کر رہی ہے''. آپ کے حکم کی تعمیل میں مختلف علاقوں سے ایک ایک' دو دو' تین تین افراد ہندوستان سے نکل کر یاغستان بمقام اسمس پہنچے. راقم الحروف بھی تنہا لباس بدل کر مقام اسمس پہنچا. حضور کی بڑی بیوی تاجدار بیگم صاحبہ یاغستان جاتے ہوئے دریائے سندھ کے کنارے مقام اٹک پر گرفتار ہوگئیں اور وہ اپنے وطن واپس کر دی گئیں. آپ کی چھوٹی بیوی حاجرہ بیگم صاحبہ یاغستان پہنچنے میں کامیاب ہوگئیں. مختصر یہ کہ حضرت صاحب قبلہ نے جماعتِ مجاہدین میں چند دنوں کے قیام کے بعد پورے یاغستان کو منظّم کرنیکے لئے مبلغین کے چند وفد بنائے اور تمام مبلغین کو وفدوں کی صورت میں اپنے ہاتھ پر بیعت رضوان لینے کیلئے یاغستان کے مختلف علاقوں میں روانہ کر دیا. صوفی مولوی سید احمد حسین صاحب مبلغ اسلام کی امارت میں ہمارا ایک وفد علاقہ الائی کے دورے کو نکل گیا. ہمارے چار افراد پر مشتمل وفد نے دورہ کرکے سینکڑوں خان اور ملکوں سے بیعتِ رضوان حاصل کرکے مقامِ تھاکوٹ آکر قیام کیا. ادھر حضرت صاحب قبلہ کو نوابِ دربند فرید خاں نے علاقہ تنول کی تنظیم اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنیکا ارادہ ظاہر کرکے اپنے علاقہ میں آنیکی دعوت دی جسمیں انگریزوں کا ہاتھ تھا. نواب فرید خاں والی دربند کو بارہ ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرکے اور جماعت مجاہدین کو بھی اس میں حصہ دار قرار دے کر ایک گہری چال چلی گئی تھی. بالآخر حضرت صاحب قبلہ ریاست دربند میں آکر گرفتار ہوئے. اس گرفتاری کی اطلاع ہمارے یاغستان کے تمام وفدوں کو ہوئی. یہ گرفتاری آسمانی بشارت کی بناء پر ہوئی ....

عیاں قرنِ اُولیٰ میں تھی اُنکی ثُلّت — یہاں قرنِ اُخرٰی میں ہے انکی قلّت
عیاں صاف صاف اس سے ہے خیرِ اُمّت — کہ دونوں میں ہے ابتداء سے محبّت
یہی دونوں زُمرے ہیں زوجَین اُنکی
یہی دونوں زُمرے ہیں طرفین اُنکی (۲۲۱)

وَ تَرَی الشّمسَ اذا طلعت تزاور عن کھفھم ذاتِ الیمین واذاغربت تقرضھم ذاتِ الشّمال وھم فی فجوۃٍ منہُ ذٰلکَ مِنْ اٰیتِ اللّٰہِ. (۱۸:۱۷)

اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم

خُدا نے رقیمؔ انکو قرآں میں لکھا — صحابُ الکھف یاغیوں کو بتایا
جہاں رہتے ہیں نام اسمس ہے اسکا — اور اسمس کے معنی ہیں عربی میں فجوٰی
وہ فجوٰی صحابُ الکھف کا بسیرا
وہاں قافلہ ان فقیروں کا ٹھیرا (۲۲۲)

تھی یعنی حضرت صاحب قبلہ کو دربند روانہ ہونے سے پہلے الہام ہوا تھا ’’اے میرے دوست پندرہ دن کے بعد‘‘ آپ کی گرفتاری اس الہام کے ٹھیک پندرہ دن کے بعد سولھویں دن ہوئی.اس الہام سے تمام مبلغین واقف تھے لیکن اس الہام کو کسی نے بھی آپ کی گرفتاری پر محمول نہیں کیا تھا بہرصورت آپ کی گرفتاری کی اطلاع پاکر تمام مبلغین واپس ہوئے اور مقامِ دربند پہنچ گئے جنہیں والی ریاستِ دربند نے برٹش گورنمنٹ کے حوالے کر دیا راقم الحروف بھی اپنے وفد کے ساتھ مقامِ دربند پہنچ گیا.چار دن یہاں کی نظر بند قید کے بعد والی ریاست نے مجھے بھی گورنمنٹ کے حوالے کر دیا اس دفعہ ہم ایبٹ آباد جیل کی بجائے ہری پور جیل میں مقیّد رہے. یاغستان میں اب ہمارا کوئی فرد باقی نہ تھا.سب کے سب ایبٹ آباد۔ ہری پور اور پشاور جیل میں رکھے گئے.تین ماہ سے زائد جیل میں رہنا پڑا.گورنمنٹ نے مکرّر سرحد نہ آنے کا مچلکہ لے کر ہم سب کو رہا کر دیا اور ہم سب اپنے اپنے علاقوں کو واپس کر دئے گئے.اللہ پاک نے اس اہم آزمائش میں ہم تمام مبلغین ومبائعین کو ثابت قدم رکھا ہم کو قید کرنے والی وہ حکومت اب اس زمین سے اُٹھ گئی.دجال کا مکر پانی میں نمک کی طرح گھُل گیا اور اللہ والے سب کامیاب ہوئے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْن اس کے بعد مسلسل نو سال یعنی ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۴ء تک ہندوستان میں تبلیغی دورے ہوتے رہے.۱۹۴۵ء میں حضرت صاحب قبلہ نے سہ بارہ ایک وفد چار افراد پر مشتمل یاغستان بھجوانے کا فیصلہ کیا.اس وفد کے امیر دربانِ رسول اللہؐ غازی مولوی محمود القریشی صاحب تھے اس وفد میں راقم الحروف کے علاوہ معز الملّت مولوی حبیب اللہ صاحب اور غازی محمود شاہ خاں صاحب تھے.ہمارا وفد نو سال کے بعد تیسری مرتبہ یاغستان جارہا تھا.اسلئے یہ نہایت ہی امتحانی دورہ تھا.بہرصورت ہم ایک نئے اور پُر خطر راستے سے یاغستان کی سرحد میں داخل ہوئے اور مختلف امتحانات سے گذر کر سینکڑوں میل کا پیدل سفر کر کے علاقہ باجوڑ پہنچے.وہاں کے نواب عبدالسبحان خاں صاحب نے ہمارا پُرتپاک خیر مقدم کیا جو نوابِ خار کے نام سے بھی مشہور ہیں ہم کو انہوں نے شاہی مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس رکھا. پندرہ دن کے قیام کے بعد انہوں نے اپنا خاص سفیر میرے ہمراہ کر دیا اور انہیں لے کر میں حضرت صاحب قبلہ کے پاس حیدرآباد پہنچ گیا. یہ سفیر ہماری انجمن کے تمام حالات سے واقف ہو کر واپس یاغستان ہو گیا.حضور نے ایک خط بزبان فارسی اس سفیر کے ذریعہ نواب خار خاں کو روانہ فرمایا جس میں آپ کے پچھلے ایک خواب کی تعبیر کا تذکرہ اور ہمارے وفد کے وہاں روانہ کرنیکے مقصد کو ظاہر کرتا ہے.آپ خط میں تحریر فرماتے ہیں’’وجودِ شمارا من ایں قابل می بینم کہ دردربارِ والسرائے ہند بحیثیتِ مبلغ اسلام برائے اِتمام حجّت قرآن رسیدہ است نیز شمارا بر بنائے رویاءِ من کہ ایک ونیم سال قبل دیدہ بودم بکُلّی مِنّ وعن صادق می یابم رویار آں مکتوب غازی ابوالکلام خواہم فرستاد حسب خواہش شما در تعداد مبلغین اضافہ کردہ شود‘‘۔۲۳/جمادی الاوّل ۱۳۶۴ء نشان مجاریہ (۲۲۱) مقدمہ تنظیم قوتہائے اسلامیہ۔ وفد کے دوسرے افراد جو یاغستان ہی میں مقیم تھے وہ آگے بڑھ کر ڈبر پہنچے. جہاں یاغستان کی با اثر اور ہر دلعزیز شخصیت مولانا امیر الدین صاحب چراغِ یاغستان سے ملاقات ہوئی انہوں نے بطورِ خاص ہمارے ان تین افراد کا اثر یاغستان میں پیدا کروایا اور مختلف جگہ خطوط لکھ کر مَلکوں خانوں کو ہماری تحریک سے واقف کروایا.انہوں نے ایک سال کی مدّت کے بعد معز الملّت مولوی حبیب اللہ صاحب مبلغ اسلام کو اپنا ایک خط دے کر حیدرآباد روانہ کر دیا.حضرت صاحب قبلہ نے اس شخصیت کے متعلق تفصیل سے اپنی کتاب امام الجہاد میں لکھدیا ہے کچھ عرصہ کے بعد حضرت صاحب قبلہ نے یاغستان میں کام کرنیکے لئے میری ضرورت محسوس فرمائی. چنانچہ ایک اور وفد چار افراد پر مشتمل یاغستان کیلئے روانہ ہوا جسمیں ابوالعرفان صوفی مولوی عبدالقادر صاحب امرتسری۔ ابوالوفا مولوی عبدالشکور صاحب مبلغ اسلام۔معز الملّت مولوی حبیب اللہ صاحب مبلغ اسلام اور راقم الحروف تھے.اثناءِ راہ میں علاقہ صوبہ سرحد میں گورنمنٹ نے ہمیں گرفتار کر لیا اور پشاور جیل میں نظر بند رکھا. ہر پیشی پر پولیس نے ہتھکڑیاں ڈال کر سرِ بازار پھراتے ہوئے عدالت میں پیش کیا بالآخر عدالت نے ہم سے سرحد نہ آنے کا مچلکہ لے کر بیس یوم کے بعد رہا کر دیا پھر ہم واپس حیدرآباد لوٹ گئے.حسبِ سابق ہندوستان میں ہمارے تبلیغی دورے ہونے لگے.حضور نے چوتھی مرتبہ پھر علاقہ یاغستان کیلئے میرا انتخاب فرمایا میں اور معشوق ربّانی افسرِ عساکرِ اسلام مولوی محمد اسمٰعیل صاحب آزاد یاغستان کیلئے حیدرآباد سے نکل گئے اور جناب امیر الدین صاحب کے پاس مقامِ ڈبر پہنچے. یہ سفر بھی بڑا کٹھن تھا مولانا امیر الدین صاحب کے مشورے سے اس دفعہ علاقہ تیرا اور وزیرستان میں ہماری تحریک کو واقف کرانا طے پایا.میں اور معز الملّت مولوی حبیب اللہ صاحب پورے وزیرستان اور تیرا کے علاقوں کا پیدل دورہ کرتے ہوئے مختلف اخوندادہ ملکوں۔خانوں سے حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ پر بیعتِ رضوان کے پرچوں پر دستخط حاصل کرتے ہوئے سلطان مرزا علی خاں صاحب فقیرا پی کے پاس پہنچے ہم نے یہاں پندرہ دن قیام کیا کئی دفعہ فقیرا پی صاحب سے ملاقات ہوئی ہم نے انہیں ہمارے کام کیلئے ہموار کر لیا.آپ نے ایک خط کے ذریعہ علاقہ باجوڑ مہمند وغیرہ کو واقف کرانے کیلئے ہمارے ساتھ اپنے دو سفیر روانہ کر دیئے.ہم دونوں ان دو سفیروں کو لے کر دوبارہ مقامِ ڈبر مولانا امیر الدین صاحب کے پاس پہنچ گئے.اُس خط کے بعض گوشے یہ ہیں ۔بحضور فدوی دو آدمی بہت لائق ہندوستان دکن حیدرآباد سے آئے اور کہتے ہیں کہ پیر مولانا صاحب صدیق دیندار چن بسویشور والاشان کہ ساکن دکن حیدرآباد ہمارے مرشد قبلہ گاہ کے ساتھ قوم مہمند۔ باجوڑ تمام ملکان ومُلایان وعواموں نے جہاد فی سبیل اللہ کے حق میں بیعت کیا ہے اور اتفاق کیا ہے....اگر واقعی تم نے اعتبار پیدا کیا ہوا سمیں اور دنیاوی مقصود نہ ہو خاص جہاد فی سبیل اللہ ہو پھر مُلک تِیرہ میں پہلے تم تعلق پیدا

کرے اور اسی حالاتِ مذکور سے واقف کرے ہمدرد خود بنا دیں پھر تم اور تیرہ ایک وفد نامہ بنا کر سب دستخطی انگوٹھے لگائیں پھر وفد نامہ بحضور فدوی روانہ کرے اور میں بھی دستخط کرونگا اس شرط پر کہ اگر وفد نامہ وائسرائے نے منظور نہ کیا پھر سید مذکور و مہمند و باجوڑ و تیرہ ہمارے ساتھ محکم بہ قرآن وعدہ ہو کر جہاد فی سبیل اللہ سے قول و فعل و جان و مال انکار نہ کرینگے اور تمام تعلقات کفّار ہند کے ساتھ نہ کرینگے۔ یکم محرّم الحرام ۱۳۶۶ھ۔ حاجی سلطان مرزا علی فقیرا بپی۔ اس طرح مقام ڈبر میں چند دن اور گذار کر ان دونوں سفیروں کو ہمراہ لئے ہوئے مَیں پھر فقیرا بپی کے پاس پہنچ گیا۔ اس طرح مزید فقیرا بپی کے پاس مقام گرویک میں پندرہ دن قیام رہا۔ برف باری ہو رہی تھی۔ میں بیمار ہو گیا طبیعت زیادہ ناساز ہو جانیکے بعد فقیرا بپی نے اپنی جانب سے حیدر آباد جانیکا ریل خرچ دے کر مجھے حیدر آباد واپس ہونیکا مشورہ دیا اسلیئے میں حیدر آباد واپس لوٹ گیا۔ فقیرا بپی واقعی ایک فقیر آدمی ہیں۔ آپ حاجی بھی ہیں۔ پٹھانستان کی تحریک سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ انگریزوں کے سخت ترین دشمن ہیں۔ ہندوستان کی قوموں کے باہمی اختلاف سے انہیں بہت رنج ہے وہ کہتے ہیں کہ دوقومی نظریہ ہندوستان کیلئے غیر مفید ہے۔ وہ اپنے علاقہ میں کافی اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ وہ ایک مقام میں رہتے ہیں جہاں پہاڑیوں کی سخت ترین گھٹیاں ہیں۔ اُن کے اور ان کے لواحقین کے مکانات درّوں میں ہیں وہ ہر روز صبح نو بجے عوام سے ملنے کیلئے باہر نکل آتے ہیں۔ آپ کی حفاظت میں مصلّح پہرہ رہتا ہے۔ آپ دنیا کے تمام انقلابات سے باخبر رہتے ہیں۔ روزانہ سینکڑوں آدمی آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنیکے لئے یاغستان کے دور دور علاقوں سے آتے ہیں۔ آپ ان سب کی بھلائی کیلئے دعا فرماتے ہیں اور اہم شخصیتوں سے ہی ملنا گوارہ کرتے ہیں۔ آپ کا لباس کھدّر کا کرتا اور کھدّر ہی کا پائجامہ ہوتا ہے۔ سر پر کھدّر ہی کا نیلے رنگ کا شملہ ہوتا ہے۔ آپ بہت سنجیدہ مزاج ہیں۔ معمولی طور پر اردو بول سکتے ہیں اور لکھ بھی سکتے ہیں۔ آپ فارسی زبان نہیں جانتے۔ بالعموم پشتو زبان میں گفتگو فرماتے ہیں۔ دبلے پتلے سے آدمی ہیں۔ غذا میں دودھ زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ ہم سے انہوں نے بہت کھل کر بات چیت کی۔ یہ حالات ۱۳۶۶ھ کے ہیں جبکہ ہندوستان کی تقسیم عمل میں نہیں آئی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد نہیں معلوم اُن کا کیا حال ہے۔ یہ تھے ہجرت کے دس سال جن میں پیہم آزمائشوں میں گھر کر بفضل خدا ہم کامیاب نکلے۔

یہاں سے جو صدّیق اسمسؔ کو پہنچے تو نو عمر قاسمؔ تھے ہمراہ اُنکے
ہیں سابق صحائف میں لکھے نوشتے رفیق اِنکے ہمراہ گھر ہی سے ہونگے
جو تھی قید اٹکؔ پر جماعت رقیمی
اٹک کی اٹک ٹھوکروں سے اُڑادی (۲۲۳)

رقیمی جنوب اور مغرب سے نکلے پُرانوں میں ہے انکو نیرُتیہ کہتے
شمال اور مغرب میں بھی جاکے پہونچے کہ پوتی میں وایویّہ ہیں نام اُنکے
صحاب الرّقیمی کے مانند بن کے
جواں عمر نیرُتیہ تھے آگے آگے (۲۲۴)

وطن ان رقیموں کا ملکِ دکن ہے جو سرحد ہے اہلِ کہف کا وطن ہے
یہ سچ ہے کہ اُن پر جہاں خندہ زن ہے مگر پوتیوں میں یہ لکھا وچن ہے
دکن سے یہ چنگاری پہونچے گی دِلّی
وہاں یاغیوں سے مُلاقات ہوگی (۲۲۵)

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ۱ آپ اصحاب الرقیم کے سردار ہیں۔ اصحاب الرقیم وہ جماعت ہے جن کیلئے غیر اقوام میں پیشگوئیاں لکھی ہوئی ہوں۔ ظاہر ہے کہ اُن کے سردار کا موعود ہونا لازمی ہے چنانچہ حضرت مولانا صدیق دیندار صاحب کے متعلق ہندوؤں کے پاس بارہ ہزار فقرات میں پیشگوئیاں آئی ہیں۔ ساری زمین قیامت میں اللہ پاک کی مٹھی میں ہوگی وہ اشارہ آپ ہی کے متعلق ہے وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ مقام اسمس مجاہدین کا مرکزی مقام ہے۔ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت ہے جنھوں نے انگریزوں کی آمد پر ایک انقلاب پیدا کیا تھا۔ حضرت صاحب دکن سے اسمس جا رہے تھے۔ اسمس جانے کیلئے راستہ آسان استھانہ سے تھا مگر برطانیہ نے خاص طور پر اس راستہ پر پہرہ لگا دیا تھا یہ قرآن کریم کی بشارت تھی تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ کو پورا کر رہا تھا۔ اس رکاوٹ کی وجہ سے حضرت صاحب کو مہابن کے راستہ سے جانا پڑا جو ایک کٹھن راستہ تھا۔ مہابن کا پہاڑ پار ہونے کے بعد علاقہ صوات میں مجبوراً رات کو مقام کرنا پڑا تاکہ صبح ہو جائے اور صبح صبح کہف کی جانب روانہ ہوں اور سورج کو کہفِ اسمس کی سیدھی جانب نکلتے دیکھیں۔ اسی طرح اللہ کا کلام تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ پورا ہو رہا تھا اور شام کو اسمس پہنچے جو بائیں جانب ڈوبتے ہوئے دیکھا اس سفر میں نمایاں طور پر اللہ کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ ۲ آپ کے ہمراہ اس ہجرت کے سفر میں جامع جمیع کمالات مولانا سید قاسم صاحب معتمد دیندار انجمن تھے جنکے متعلق غیر اقوام کی کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں آپ نے ہندو مسلم یونٹی کتاب کی تصنیف بھی کی ہے اور اب قرآن کریم کا.....

ترجمہ وتفسیر بزبان کنڑی کر رہے ہیں اَللّٰهُمَّ ذُوْقَرْدُ ۔ ③ اٹک دریائے سندھ کے اس مقام کا نام ہے جہاں سے پٹھانستان میں ہندوستان والے داخل ہوتے ہیں۔ یہاں ریل کا پُل ہے یہاں برطانیہ نے اُمّ المومنین تاجدار بیگم صاحبہ کو روکا اور پہرے میں رکھا اور یہیں سے واپس دکن کر دیا۔ اس ایثار نے اٹک کی اٹک اڑا دی۔ یاغیوں کیلئے راوی تک راستہ کھل گیا۔ دریائے سندھ کو اٹک کہنا خود بشارتی لفظ ہے۔ اب یہ اٹک نہیں رہا یاغیوں کے ہندوستان میں آزادی سے آنے کا پھاٹک بن گیا ہے ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ ④ نیرتیہ کے لفظی معنی نوجوان کے ہیں یہ جماعت جو رقیم کہلاتی ہے وہ نوجوان تھے جب وہ کھف کو گئے تھے اور اس لفظ میں یہ بشارت تھی کہ ہندوستان کے جنوب مغربی سمت سے نکلیں گے۔ ایسا ہی ہوا یہ پہلا وفد گیارہ آدمیوں پر مشتمل تھا راقم الحروف بھی اس وفد میں شریک تھا چھ ماہ کا دورہ تھا۔ ⑤ اس وچن کے لفظی معنی یہ ہیں کہ کوٹھیاں لے کر دہلی کو جائیں گے اور معروف ومشہور پٹھانوں کو بیدار کرینگے۔ یہ حرکت دینداروں کی بعد دہارواڑ کے شہر بدری کے ہوئی اور لطف یہ کہ ہمیشہ دھارواڑ ہی سے دین کے کام کے راستے کھلے۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ① حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب مع اپنی جماعت کے ایبٹ آباد صوبہ سرحد کی جیل میں تھے وہاں کی جیل کے اسسٹنٹ سُپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے آپ سے سخت کلامی کی تو آپ کو جلال آیا آپ نے کہا تو اور تیری حکومت میری جوتی کے نیچے ہے۔ جوتی سے زمین پر مار کر کہا ویسا ہی ہوا۔ بارہ سال کے بعد وہ دجّالی حکومت جاتی رہی۔ آپ نے ۳۰۹ سال کی یاغستان کی پہرہ بندی توڑ دی۔ دریائے راوی تک راستہ کھول دیا قرآن کریم میں ہے لَبِسُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔

② آزاد علاقے کے پٹھان ہمیشہ ہر زمانے میں مجاہدین فی سبیل اللہ نکلے۔ ہندوستان کے ہر دہریت کے زمانے میں اسی علاقے کے غازیوں نے دینی حکومت قائم کی ہے۔

③ کسی حکومت کو ہم نے عمداً غصہ میں نہیں لایا بلکہ تبلیغ اسلام میں یہ لچک ہے کہ جب وہ اُٹھتا ہے تو تبلیغ میں جارحانہ حملہ لے کر اٹھتا ہے جسکی وجہ سے ہجرت ہوتی ہے۔ وہ ہجرت ایسے مقام پر کرتا ہے جہاں سے غلبہ اسلام کی بنیاد پڑتی ہے وہاں پہلی مرتبہ مدینہ کی قوت فراہم کی گئی تھی یہاں اس نے یاغستان کی قوت فراہم کی ہے۔ فقیر اور یاغی فقیر پرست ان دونوں کا جوڑ اللہ نے جڑایا ہے وہاں چار بادشاہوں کی بیعت کا اور کثرت سے خانوں اور مَلکوں کی بیعت بالخصوص امیر الدین شنگر گُل کی بیعت نہایت اہمیت رکھتی ہے یہ وہ انسان ہے جس نے افغانستان کو آزاد کرا کر امان اللہ کے سر پر تاج رکھا تھا۔ یہاں ہمارا داخل ہونا برطانیہ کو غیض وغضب میں لایا اور یہی خوبی اسلام کی ہے۔

ہے قرآں میں بھی صاف اسی طرح لکھا قبائل پہ ہو گا زبردست پہرہ
رقیموں نے جب زور اپنا دکھایا گدھا چھوڑ کر اپنا دجّال بھاگا
تو بس راستہ کھل گیا یاغیوں کا
جو سہ صد و نو سال[۱] سے رُک گیا تھا (۲۲۶)

دکن سے نکلوانا لکھا ہوا تھا یہ بھارت کو گرمانا لکھا ہوا تھا
جو سرحد سے پار آنا لکھا ہوا تھا تو جیلوں کو بھی جانا لکھا ہوا تھا
ہے ثابت کہ ہے یہ جماعت رقیمی
ہیں سرحد کے غازی[۲] صحابُ الیمینی (۲۲۷)

اسی طرح برٹش[۳] کو غصّے میں لایا کیا پار سرحد کو قانون توڑا
نہ سرحد پہ قانون سرحد کا مانا حکومت نے جیلوں میں بھی انکو ڈالا
حکومت مٹی اُنکی ہندوستاں سے
گرے آخرش وہ نگاہِ جہاں سے (۲۲۸)

فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَکَ وَلۡیَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡیَکُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِکُمۡ وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰی لَمۡ یُصَلُّوۡا فَلۡیُصَلُّوۡا مَعَکَ (۴:۱۰۲)

جماعتِ دینداران

قیامت ہوئی قومِ مسلم پہ برپا اُنہیں خوب چُن چُن کے اعدا نے مارا
بچے قادیانی نہ اور کوئی فرقہ مگر دینداروں کو حق نے بچایا
بہت سخت نرغوں میں یہ بھی پھنسے ہیں
مگر سب یہ محفوظ بھی رہگئے ہیں (۲۲۹)

مسلمان ہندوستاں میں مرے جب دکن کے رضاکار مارے گئے سب
لہو اپنا بڑھ کر بہانے سے مطلب یہی تھا وطن پر نہ آنچ آئے کچھ اب
مگر اُن سے اللہ والے جُدا تھے
بہر حال مشغولِ یادِ خُدا تھے (۲۳۰)

لِقاءِ انکا ربُّ العُلیٰ سے ہے جاری[۱] کہ ہے اس جماعت کا اللہ والی
حفاظت ہوئی ابتلاؤں میں انکی موید رہی اِن کی تائیدِ غیبی
ہوا انکا دُشمن پہ غلبہ ہمیشہ
نہ خالی گیا کوئی بھی انکا تیشہ (۲۳۱)

پلٹ کر جو حضرات آئے یہاں پر نشانات ضربات لائے یہاں پر
جو دیکھے وہاں تھے وہ پائے یہاں پر نبیؐ کی نہج[۲] وہ دکھائے یہاں پر
نظر آئے ایمان میں مستقل یہ
زمانہ کی بُعدت میں ہیں مُنفصل یہ (۲۳۲)

عجب ہیں مبلغ مہاجر یہ غازی جنہوں نے ضلات کی بُنیاد ڈھادی
بڑی دوستی ہندو مسلم میں جب تھی مگر راستی نے قیامت بپا کی
وہ کُفّار غیض و غضب میں جو آئے
تو ان کو پکڑ کر عدالت میں لائے (۲۳۳)

۱ جب دین پھیلانے کیلئے دیندار اُٹھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپؐ کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی اور سب کو اللہ کا لقاء جاری ہوا۔

۲ نبوت کی نہج میں ورثۂ انبیاء ہے۔ صحابہؓ میں تمام افراد وارثِ انبیاء تھے۔ اس وقت بھی جماعت دیندار میں تمام افراد وارثِ انبیاء ہیں۔ یہی نبوت کی نہج ہے۔ خلافت علیٰ منہاج نبوت ایسے ہی لوگوں کے حق کی بات ہے۔ اس وقت تبلیغ میں مصیبت اٹھا کر اور ہجرت کی مصیبت برداشت کر کے غزوات میں جان توڑ محنت کر کے ۲۴ سال کی محنتِ شاقہ کے بعد اب اس جماعت دینداران کو خطابات من جانب اللہ سرفراز ہوئے ہیں۔ دوسو سے زاید مردمیدان' اکثروں نے نبیّوں کے منازل طے کئے ہیں وہ متعدد انبیاء کے ناموں سے پکارے گئے ہیں وہ دربارِ بُروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں۔ صرف رام اور کرشن اوتار ہی ایک درجن سے زائد ہیں۔ اَلۡفَقۡرُ فَخۡرِیۡ کا سبق آپ سے دوبارہ دنیا میں ظاہر ہوا۔ ریش دراز۔ گیسو دراز۔ کاہو کا لباس۔ بغل میں چمڑا اور کمبل۔ سر میں تبلیغ اسلام کی دھن دنیا سے آنکھ بند یہ دوسرا موقعہ ہے جو دنیا کو فقیروں کے دیکھنے کا موقع ملا قرن اولیٰ میں ایسا تھا اب قرن آخریٰ میں ویسا ہی ہے۔

یہ مخصوص پوشاک سے جو عیاں ہیں   ضعیف ان میں تھوڑے ہیں اکثر جواں ہیں
رسولِ خُدا انکے روحِ رواں ہیں   ضمانت میں انکی امامِ [۱] ضماں ہیں
لسانِ محمدؐ پہ قربان ہیں یہ
نشانِ محمدؐ پہ قُربان ہیں یہ   (۲۳۴)

عمل انکے سب دین کے مسئلے ہیں   مُدام انکو قرآن کے مشغلے ہیں
جو تھے انبیاء کے وہی مرحلے ہیں   رُسُل میں جو تھے اِن میں وہ ولولے ہیں
ہے رزق انکا قدرت سے رزقٌ کریمٌ
ہے خُلق ان کا خِلقت سے خُلقٌ عظیمٌ   (۲۳۵)

صفت مومنوں کی ہے قالوا سلٰما   اِذا مرّوا بِاللَّغوِ مرّوا کِراما
دعا اِن کی لِلمُتّقینَ اِماما   طلب ان کی جنت مین حسُنت مقاما
مجسم بہر شکل قرآن ہیں یہ
حقیقت میں سب عبدِ رحمٰن ہیں یہ   (۲۳۶)

وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (۳:۵۵) وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (۴:۲۰)

علاماتِ قیامت میں یہودیوں کی حکومت

وہ وعدہ خُدا کا تھا قرآں میں ہم سے   یہودی مسلماں پہ حاکم نہ ہونگے
خُدا نے یہ وعدہ بُھلایا ہے کیسے؟   کہ حاکم یہودی ہوئے ہیں عرب کے
خُدا نے ہے کیا اپنا میثاق [۲] توڑا؟
کہ اُن کو نوازا مسلماں کو چھوڑا؟   (۲۳۷)

یہ سب کچھ ہے قرآن میں صاف لکھا   ہے بیشک خُدا اپنے وعدے میں سچّا
میں اُنکو قیامت میں حاکم کروں گا   مَن اوفٰی بِعَھدِہٖ مِنَ اللہ کہا تھا
ہے از روئے قرآں یہ آئی حکومت
مقدّر میں غافل کے ننگ وندامت   (۲۳۸)

---

(۱) مسلمانوں میں عام رواج چلا آرہا ہے کہ جب کوئی کسی مہم پر جاتا ہے تو اُس کے بازو پر امام ضامن باندھ دیتے ہیں. یہ یادگار تھی اب وہی امام ضامن امام الناس حضرت قبلہ مولانا صدیق دیندار چن بسویشور اللہ کے مظہر بہ شکل دیگر تشریف لائے ہیں.اب وہ یادگار اپنے پروردگار پر ختم ہوگئی.اب یہی امام ضامن ہیں جو مسلمانوں کو ہر مہم میں کامیابی دلا سکتے ہیں.آپ کی بشارت میں امام الناس کی حدیث ہے جس میں اس زمانے کی جنگوں کا نقشہ ہے.مصطفٰے کمال پاشاہ نے جو چوتھی لڑائی لڑی ہے اس کا ذکر اور امام الناس کا ذکر ہے.وہ آپ ہی ہیں کیونکہ عمر چالیس سال کی ۱۹۲۴ء میں آپ کی تھی اور تبلیغ کا علم لے کر اُخرِجت لِلنّاس بن کر نکلے اور کل جسمانی وروحانی نشانات جو حدیث میں ہیں وہ کل آپ کے جسم پر ظاہر ہیں. ایک غدود آپ کے دونوں شانوں کے بیچ میں پیٹھ پر تھا جو عمر کے آخری حصہ میں گم ہوگیا تھا.حدیث امام الناس کے اندر لکھا ہوا ہے کہ آپ کے سیدھے کلّے پر سیاہ خال ہوگا وہ موجود ہے۔

(۲) قرآن کریم میں یہ میثاق تھا جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب کے وقت دی گئی تھی وہ اب تک یعنی دو ہزار سال کے اختتام تک من وعن چلی آئی اور اب اس نے خلاف رنگ اختیار کیا ہے .یعنی یہودی مسلمانوں پر حاکم ہوگئے ہیں اسکی وجہ ان پر قیامت آنے کی ہے کیونکہ اس آیت میں اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ آیا ہے یعنی جب قیامت قائم ہوگی اسوقت یہودی مسلمانوں پر حاکم ہو جائیں گے تو سمجھ جاؤ کہ مسلمانوں پر قیامت آگئی.نادان ہیں مسلمان بے شعوری میں چلے جارہے ہیں.قیامت کے مالک کو نہیں پہچانتے افسوس ہے کہ وہ نعمت رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَضُوْا عَنْهُمْ سے محروم رہے.تیس سال کے اندر ڈیڑھ کروڑ سے زائد عرب تباہ و برباد ہوئے قتلِ عام میں لاکھوں مارے گئے اور تمام دنیا میں کروڑ ہا مسلمان تباہ ہو کر خس وخاشاک کی طرح اُڑائے جارہے ہیں ہندوستان میں مسلمان چالیس ہزار کی تعداد میں قتل کئے گئے سلطنت آصفیہ میں بھی ایسا ہی انقلاب ہوا قادیانی جنہوں نے نشان قیامت مسیحؑ کو پہچانا تھا قیامت کے مالک کے پاس نہیں ....

یہ وعدہ تھا اللہ کا تا قیامت یہودی نہ پائینگے کوئی حکومت
عرب نے یہودی سے کھائی ہے ذلت نمایاں ہے اس سے قیامت کی ساعت

فلسطیں میں اُن کی ہے جو بادشاہت
حقیقت میں وہ ہے نشانِ قیامت (۲۳۹)

قیامت ہے کیا بس ہدایت کا اُٹھنا ہے اوّل قیامت نبوت کا اُٹھنا
ہے دیگر قیامت خلافتؐ کا اُٹھنا صلوٰۃ اور فضل اور رحمت کا اُٹھنا

قیامت ہے بے نوریوں کا زمانہ
قیامت ہے مجبوریوں کا زمانہ (۲۴۰)

جو وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاق آیا تو کہتے ہوئے دورِ مَنْ راق آیا
کھلی پنڈلی وہ ربّ آفاق آیا زباں پر مُخالف کی مِنْ وّاق آیا

پہن کر زمانے میں فتنہ کا جامہ
ہے خود سائل اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃ (۲۴۱)

وَکُلَّ اِنْسانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِی عُنُقِہٖ وَنُخْرِجُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کِتٰابَ یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا(۱۳:۱۷)وَالطُّوْرِوَکِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ فِی رَقٍّ مَّنْشُوْرٍوَّالْبیتِ الْمَعْمُوْرِوَالسَّقْفِالْمَرْفُوْعِ وَالْبَحْرِالْمَسْجُوْرِاِنَّ عَذَابَ رَبَّکَ لَوَاقِعٌ(۱:۵۲)

کتابِ منشور چال بازوں کا دستور ہے

کتابِ سیاست جو مشہور ہے اب زمانہ میں ہر جا جو منشور ہے اب
قواعد ضوابط میں مسطور ہے اب وہ گویا تشدد کا دستور ہے اب

فسادات ہیں سب یہ فاسد سروں کے
یہ ہیں کھیل قانونی جادوگروں کے (۲۴۲)

زمانہ یہ اب کیسا مقہور آیا قیودوں بلاؤں سے معمور آیا
شراروں سے شعلوں سے مسجور آیا جفا کی حصاروں سے محصور آیا

عذاب اب وہی آیا جو ہے لواقعٌ
نہ ہے کوئی رافع نہ ہے کوئی دافع (۲۴۳)

آئے بُری طرح مارے گئے اور اب پاکستان کی زمین بھی ان کے لئے وبال جان بنی ہوئی ہے دینداروں کو اللہ تعالیٰ نے ہر بلاء سے بچایا وہ ہر بلا میں کود پڑنے کے باوجود بچ گئے جو بچنا چاہتے تھے وہ مارے گئے دینداروں میں سے ایک بھی زخمی نہیں ہوا تبلیغ کا زمانہ خطرناک تھا اس سے زیادہ خطرناک زمانہ ہجرت کا تھا اس سے زیادہ خطرناک غزوات کا زمانہ تھا. اللہ تعالےٰ نے ان کو ہر بلاء سے محفوظ رکّھا. بعض دفعہ غزوات میں ہزاروں کے مقابلہ میں چند تھے ایک سو سے بھی کم تھے. خوب رن چلا گولیوں کی بوچھاریں ہوئیں. اس قدر سخت انقلاب میں ان میں کا ایک بھی زخمی تک نہیں ہوا یہی بڑی شناخت قیامت کے مالک کے ساتھ ہونیکی ہے. ان ہی کے بارے میں تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلامٌ آیا ہے. اللہ کا وعدہ حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرّہٗ العزیز کے ساتھ تھا کہ ''تمہاری جان میرے ہاتھ میں ہے'' ایسا ہی ہوا. آپ پر مختلف حملے ہوئے. برٹش گورنمنٹ نے آپ کو صوبہ سرحد میں ایبٹ آباد جیل میں مقید رکھا وہ حکومت آج ہندوستان سے اُٹھ گئی اللہ نے ان کی بنیادیں ڈھا دیں فَتَی اللّٰہُ بُنْیَانُھُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلِیُھِمْ السَّقُفَ مِنْ فَوْقِھِمْ فَاتٰھُمُ الْعَذَاب وَمِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ہندوستان جنت نشان اُن کے ہاتھوں سے چھینا گیا۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ۱ یہ وہ زمانہ آیا ہے کہ نام نہاد خلافت جو مسلمانوں میں چلی آرہی تھی وہ بھی چھینی گئی ہے. اور نام نہاد روحانی خلافت جو اولیاء اللہ میں تھی یہ بسببِ ولایت چلی آرہی تھی وہ بھی چھینی گئی نہ اب مسلمانوں کے پاس کوئی خلافت ہے نہ کوئی روحانیت ہے. مسجدیں تک کانگریس اور لیگ کی بن گئی ہیں. کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں ہے یہ زمانہ نادانوں کے لئے مصیبت کا ہے اور دانا کے لئے عید کا دن ہے. کیونکہ قرن اولیٰ کا وہ سب سامان آگیا ہے اللہ کا لقا ہو رہا ہے. سب برکتیں قرن اولیٰ کی پا رہے ہیں. دوبارہ دینی حکومت قائم ہوگی۔ سب نعمتیں مل جائیں گی صلوٰۃ والے رضی اللہ عنھم والے آچکے ہیں جو خلافتِ راشدہ کے وارث ہونگے اور ولایت آئندہ زمانہ فیج اعوج میں چلے گی وہ رحمۃ اللہ علیہ کہلائیں گے۔

بجائے خدا دل میں شیطان لیکر — تھے خوش حق کے بدلے وہ بطلان لیکر
تھے بیٹھے ہوئے شکلِ ہامان لیکر — مسرّت کے ساتھ اپنے اوثان لیکر
جو تکفیر کا بیج بویا گیا تھا
سقر میں وہ گویا سمویا گیا تھا (۲۴۴)

وہ دن اور وقت آیا معلوم[۱] جو تھا — بظاہر دُخانوں[۲] میں موہوم جو تھا
رسائی میں تاحدّ حُلقوم[۳] جو تھا — کہ دوزخ کے زہروں سے مسموم جو تھا
پھنسے اُس میں آخر صحابُ[۴] الشمالی
میسّر جنہیں قوتیں تھیں جِبا لی (۲۴۵)

وہ دن جس کو آنا تھا مفروش آیا — لئے ساتھ خدشوں کو مخدوش آیا
پہاڑوں کا کَالْعِھْنِ[۵] منفوش آیا — عذابی نُقوشوں سے منقوش آیا
اُڑاتا نہ کیوں انکو پھر یومِ عاصف
کہ آمد سے اُسکی نہیں تھے یہ واقف (۲۴۶)

(۱) مَا اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا وَلَھَا دَ کِتٰبٌ مَعْلُوْمٌ .(۱۵:۴) ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک نہیں کیا مگر اسکے لئے ایک میعاد مقرر تھی۔ (۲) یَوْمَ تاتی السَّمآءُ بِدُخَانٍ مُبِیْنٍ یَغْشَی النَّاسَ ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ.(۱۱:۴۴) سواس دن کا انتظار کر جب آسمان کھلا دھواں لائیگا۔ وہ لوگوں کو ڈھانک لیگا۔ یہ ایک دردناک عذاب کی صورت ہے۔ یہ دھواں جو عذاب کی صورت ہے دراصل یہ وہ گیاس ہے جو آج کل آسمان میں جنگ کے موقع پر چھوڑی جاتی ہے یَغْشِی النَّاس کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ یہ عذاب ہر قوم کو گھیر لیگا اسی کو حَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الغَاشِیَۃ کہا گیا ہے۔ یعنی وہ ایک بڑی بات ہے جو ساری دنیا کو عذاب میں گھیر لے گی۔ (۳) فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْم وَاَنْتُم حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ .(۳:۵۶) کیوں نہیں جب وہ گلے میں پہنچ جاتی ہے اور تم اسے دیکھ رہے ہوتے ہو یہ وہ عذاب ہے جو بجبر قبول کرنا پڑتا ہے یعنی حلق میں بڑی مشکل سے اُترتا ہے کل تک وہ آرام کی زندگی بسر کرتے تھے اور آج وہ حلق میں اٹک رہا ہے یہ صرف بُروز محمدؐ کے عرفان میں تساہل کا نتیجہ ہے۔

(۴) وَاَصْحٰبُ الشِّمَال مَا اَصْحٰبُ الشِّمَالِ فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ لَّا بَارِ دٍ وَّلَا کَرِیْمٍ .(۴۴:۵۶) قرآن کریم میں تین گروہوں کا ذکر ہے وہ سورہ واقعہ میں ہے. ایک گروہ سابقون السّٰبقون کا ہے جو مقرب ہیں۔ البتہ اولین میں ان کی تعداد زیادہ ہے اور آخرین میں کم۔ دوسرا گروہ اصحاب الیمین یعنی غازیانِ اسلام کا ہے جو دونوں زمانوں میں مساوی تعداد میں ہیں۔ تیسرے مخالفین اسلام کا گروہ ہے جو اصحٰب الشمال ہیں' جو بائیں ہاتھ والے کہلاتے ہیں اور وہ بدبخت ہیں۔ ان تین گرہوں کی مستقل کیفیت آئی ہے۔ اصحاب الشمال ابلتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھویں کے سایہ میں ہیں جو نہ ٹھنڈا اور نہ عزّت والا ہے۔ یہ سیاہ دھویں والا گروہ دجّال کا گروہ ہے جنکو اِنْطَلِقُوْآ اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِیْلٍ وَلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْر (۵۳:۷۷) کہا گیا ہے یعنی وہ تثلیث کے تین شاخوں والے سایہ میں چلتے ہیں. وہ سایہ نہ انہیں شعلہ سے بچاتا ہے اور نہ خود سایہ کا کام دیتا ہے یعنی اس عقیدہ نے انہیں مادّیات کے نظریہ میں مبتلا کر دیا ہے اور دہکتی آگ میں وہ جا بیٹھے ہیں اور چنگاریاں اُڑانے میں مصروف ہیں. وہ عملی مشاہدہ اُن کی صفتِ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ ہے یعنی ریل گاڑی کی صورت ہے جس طرح اونٹوں کی قطار چلتی ہے اسی طرح یہ دجال کا گدھا زرد اونٹ کی طرح اپنے منہ سے آگ کی چنگاریاں پھینکتا ہے۔ پس یہ اصحاب الشمال دجال کے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور نارِ سموم کی طرح آہستہ آہستہ ان میں یہ سیاسی اور صنعتی زہر چڑھتا گیا بالآخر وہ بھی دجال کے گروہ میں شامل ہو گئے لیکن مومنین بچ گئے اور پکار اُٹھے فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْہُ اِنَّہٗ ھُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ .(۲۸:۵۲) یعنی اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں سم دجال سے بچا لیا اسلئے کہ ہم پہلے ہی سے اُسے پُکارتے تھے۔ وہ بڑا احسان کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۵) یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ .(۵:۱۰۱) جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہونگے۔ اس آیت میں عوامی انقلاب اور شخصی انقلاب کی دونوں تصویریں ہیں۔ ایک طرف عوام ہر جگہ موسمی پروانوں کی طرح اٹھ بیٹھیں گے تو دوسری طرف بڑی بڑی شہنشاہتیں دھنکی ہوئی اون کی طرح ہونگے نہ انہیں چین ہوگا نہ انہیں اطمینان نصیب ہوگا یہ ایک عذاب ہے جو قَارِعَۃ کی صورت میں نازل ہوگا اَلْقَارِعَۃُ مَا الْقَارِعَۃ وَمَا اَدْرٰکَ مَاالْقَارِعَۃ ۔ قارعہ کے معنی ایک چیز کا دوسری چیز پر مارنا ہیں پس یہ شہنشاہتیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑینگی جسکے نتیجہ میں عوام پراگندہ ہونگے تو یہ خود بھی روئی کے گالوں کی مانند ہوا میں اڑتے رہیں گے۔ کل تھے اور آج نہ ہونگے بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَۃٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِھِمْ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد. (۳۱:۱۳) یعنی جنہوں نے کفر کیا انہیں ....

اسکی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی ہی رہے گی یا اُن کے گھر کے قریب اُترے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے بیشک اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا تَحِلُّ قَرِیْبًا میں حضورؐ کے دوبارہ حلول کا تذکرہ ہے یعنی دنیا میں جب جنگی انقلاب ہوگا تو آپؐ کی آواز ہر حکومت کے دروازہ پر ٹکرائے گی اوران کے بچنے کا راستہ بتلائے گی لیکن وہ اپنی ہی دھن میں اپنی طاقت پر اترائیں گے اسلئے عذاب سے بچ نہ سکیں گے چونکہ یہ وعدہ کی بات ہے اور وعدہ مستقبل کیلئے ہوا کرتا ہے اسلئے تیرہ سو سال پہلے ہی آج کے عذاب سے مطلع کیا گیا تھا وہ عذاب ہماری نظروں کے سامنے ہے چونکہ اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا مَثَلُ الَّذِین کَفَرُوْا بِرَبِّہِمْ اَعمَالُہُمْ کَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیحِ فِی یَوْمٍ عَاصِفٍ لَایَقدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ. (۱۸:۱۴) ان لوگوں کی مثال جواپنے رب سے انکار کرتے ہیں یہ ہے کہ اُن کے عمل راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی کے دن ہوا تیز رو سے جو کچھ انہوں نے کمایا تھا سب کا سب اُڑ جائے اور کوئی چیز اُن کے ہاتھ نہ لگے ایک دوسری آیت ہے جَائَتْہَارِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَائَہُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوا اَنَّہُمْ اُحِیْطَ بِہِمْ. (۲۲:۱۰) انہیں تند ہوا آلیتی ہے اور ہر طرف سے ان پر لہریں چڑھ آتی ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ ہلاکت میں گھر گئے۔ بہرصورت یہ یوم عاصِف موعود ہے ذُوالْعَصْفِ وَالرَّیْحَان والے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب ظہور فرماتے ہیں

وہی دن لئے ساتھ خُسران[۱] آیا　وہی دن لئے ایک طوفان آیا
وہی دن مصائب کا عُدوان[۲] آیا　وہی دن ہلاکت کا ذیشان آیا
وہ دن کافروں کیلئے راجفہ[۳] ہے
وہ دن مشرکوں کیلئے رادفہ ہے　(۲۴۷)

وہی آگیا ہے یہ یومُ الوعیدؔ[۴]　جو ہے دن قیامت کا یوم الحدیدِ[۵]
ہے یومُ الجدید میں قہرُ الجدیدؔ[۶]　جہنم کہے کیوں نہ ھل مِنْ مَزِیدِ[۷]
ہوئے اس کا لقمہ ذُوالاوتاد[۸] جو تھے
کہ فرعون و ہاماں کی اولاد جو تھے　(۲۴۸)

جہاں میں تھے سر اُونچے جتنے رَوَاسی[۹]　ہے چہروں پہ اب اُنکے چھائی اُداسی
میسّر ہے ہر ہر قدم پر ہراسی　ہوا ہے یہ انجامِ ناحق شناسی
جو پکڑا عذاباتِ خود لاحِقہ نے
تو محصور اُنکو کیا[۱۰] صاعِقہ نے　(۲۴۹)

تو اس کا نقشہ سارے عالم میں نظر آتا ہے کَعَصْفٍ مَّاْکُوْل کی طرح مخالفین اسلام ہوجاتے ہیں وہ یوم مُحیط ہے عرب میں ایک مرتبہ احاطہ ہوا اب دوبارہ اسلام نے ساری انسانیت کا احاطہ کیا ہے۔ کہا گیا ہے تَقْدِرُوْھَا عَلَیْھَا قَدْاَحَاطَ اللّٰہُ بِھَا (۴۸:۳) یہ دوسرا موقع ہے جو صحابہؓ سے پہلے ہی کہدی گیا تھا کہ آخرین کی جماعت کے ظہور پر ہوگا۔ وہاں بھی اللہ قوموں پر احاطہ کئے ہوئے ہوگا۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ)

(۱) وَالْعَصْرِاِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ اس آیت میں اللہ پاک نے زمانے کی قسم کھائی ہے۔ عصر کے معنی نچوڑ نے کے ہیں یعنی کسی چیز کی حقیقت اس کے اندر سے نکل جانا۔ ساری دنیا میں ایک ایسا دور آئیگا کہ ساری انسانیت خسران یعنی گھاٹے میں رہے گی۔ گھاٹے میں وہی چیز رہتی ہے جو اپنے مقصد سے ہٹ جائے۔ آج تمام دنیا مقصد پیدائش سے ہٹ گئی ہے انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ میں فنا ہونا ہے اسکے بجائے انسان دنیا اور اسکے عجائبات میں فنا ہورہا ہے یہی خسران ہے۔

(۲) عُدْوَان کے معنی دوسرے پر دشمنی کرنے میں حد سے تجاوز کرجانا ہیں۔ آج جس قدر دنیا میں ظلم وزیادتی ایک دوسرے پر ہورہی ہے شاید ہی کبھی ہوئی ہو۔ کہا گیا ہے تَظٰھَرُوْنَ عَلَیْھِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (۲:۸۵)۔

(۳) یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃ قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَۃ اَبْصَارُھَا خَاشِعَۃ. (۷۹:۶) رجف کے معنی اضطراب کے ہیں اور وہ بھی شدید اضطراب جسمیں انسانوں کے قلوب کا سکون جاتا رہے گا اور پریشانی عام ہوگی اور نظریں سب کی اپنے آپ جھک جائیں گی۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہے جو خود انسان اپنے ہاتھوں سے کمائے گا اس کیلئے دو زمانے مخصوص ہیں جو موعود کہلاتے ہیں یَوْمَ ترجِفُ الرَّاجِفَة یعنی کانپنے والی کانپ اٹھے گی پیچھے آنے والی اُسکے پیچھے آئے گی یَوْمُ الرَّاجِفَۃ نفخہ اول ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا انقلاب ہے۔ دوسرا انقلاب اسی کی تتبع کرتا ہوا آئیگا جسکو رادفہ کہا گیا ہے۔ ردیف کے معنی کسی چیز کا بار بار لوٹ کرآنا ہیں۔ یہ چودھویں صدی کا انقلاب ہے جس کی نشان دہی حدیثوں میں بھی اکثر پائی جاتی ہے اور الرَّادفہ وہی عذاب اگر بار بار لوٹ کرآنے والا ہو تو کہا جاتا ہے چنانچہ ردیف شعر کا وہ لفظ ہے جو بار بار لوٹ آئے۔

(۴) وَجَائَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بَالْحَق ذَالِکَ وَمَا کُنْتَ مِنْہُ تَحِیْدُ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ذَالِکَ یَوْمُ الْوَعِیْد. (۵۰:۲) موت کی بے ہوشی آکر رہے گی اس عذاب سے تو کنارہ کرتا تھا لیکن وہ حق ہے۔ یہ ایک صور ہے جو پھونکا گیا ہے یہ موعود دن ہے اس کا وعدہ پہلے ہی سے دیا گیا تھا۔

(۵) لَقَدْ کُنْتُ فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ھٰذَا فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَائَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدُ. (۵۰:۲۲) یقیناً تو اس سے غفلت......

میں تھا تو ہم نے تیری جہالت تجھ سے دور کردی پس تیری نگاہ آج تیز ہے۔ یوم الحدید دراصل یہ اس زمانے کی بشارت ہے جبکہ اس دھات کو سب سے زیادہ اہمیت دی جائیگی چنانچہ آج ایسا ہی ہے ہر انسان آنکھ اس کیلئے اسقدر تیز ہے کہ ساری طاقت اسی کیلئے وقف کردیا ہے موت وحیات کا سامان لوہے کی فراہمی میں رہ گیا ہے۔ یہ ایک صنعتی انقلاب ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ (۶) قہر الجدید ایک نیا قہر اور نیا عذاب مراد ہیں یعنی جب کوئی نیا دن نکلتا ہے تو ایک نیا قہر لے کر آتا ہے آج کل کا یہی حال ہے۔ (۷) یَوۡمَ نَقُوۡلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امۡتَلَاۡتِ وَتَقُوۡلُ هَلۡ مِنۡ مَّزِيۡدٍ وَاُزۡلِفَتِ الۡجَـنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ غَيۡرَ بَعِيۡدٍ .(۵۰:۳۱) یعنی جس دن ہم دوزخ کو کہیں گے کیا تو بھر گئی وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ یہ نقشہ آج ساری دنیا میں ہے زمین کا وہ کونسا قطعہ ہے جہاں انسان کو سکون وقرار ہے۔ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں انسانیت دوزخ کا شکار ہے یہاں تک کہ ہر انقلاب نئی مشکلات ہی لاتا ہے۔ اس طرح گویا چاروں طرف دوزخ سے دنیا معمور نظر آتی ہے اگر یہ پوچھا جائے کہ اے دوزخ کیا تو گنہگاروں سے بھر گئی تو وہ جواب دیتی ہے کہ میں مزید لینے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن متّقیوں کا ایک گروہ ہے باوجود اسکے کہ وہ بھی اسی دنیا میں رہتا ہے لیکن وہ چونکہ دنیا کی حرص و ہوا سے پاک ہے اسلئے بچا ہوا ہے اور جنّت میں ہے۔ (۸) قرآن کریم میں ذُو الۡاَوۡتَادِ آیا ہے وَتَدَ کے معنی میخ یعنی قوم کا سردار یا لیڈر ہیں۔ زمانۂ قیامت میں فرعون

کہاں ہیں وہ اب آگ بھڑکانے والے؟ خرافاتِ محفل کو گرمانے والے
کہاں ہیں زمیں پر وہ اِترانے والے؟ غلط بات کو اپنی منوانے والے
مٹے خود وہ اور اُنکے احباب سارے
ہوئے آخرش نقشِ برآب[۱] سارے (۲۵۰)

غضب ڈھایا ہنگامۂ[۲] حالیہ نے کیا ظلم گمراہیٔ جاریہ نے
خبر خوب لی صرصرِ عاتیہ[۳] نے لیا اپنی آغوش میں ہاویہ نے
ہلاکت کو جب سے ہوا حکم جاری
تو ظاہر ہوئے دھاڑی بِدکی وماری[۴] (۲۵۱)

کبھی تو ہیں کافر پہ طوقِ سعیرُ[۵] کبھی تو ہیں وہ داخلِ زمہریرُ[۶]
کبھی وہ غضب میں ہیں اک قمطریرُ[۷] کبھی ہیں تہہ فِتنۃُ مُستطِیرُ[۸]
نظر نیچی کرنے میں سب خاشعہ ہیں
پریشاں ہیں ایسے کہ دل واجفہ ہیں (۲۵۲)

کے دوبارہ آنے کا ذکر قرآن کریم میں ہے يَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَاَوۡرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئۡسَ الۡوِرۡدُ الۡمَوۡرُوۡدُ .(۱۱:۹۸) وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے ہوگا سو وہ اُن کو آگ پر پہنچادے گا۔ کیا ہی برے لوگ ہیں جو پہنچائے گئے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو قوموں کو نسوانیت میں بدل دیتے ہیں اور فرعون کی مانند دو کولڑا او اور حکومت کرو کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ (۹) روسی کا مادّہ راس ہے یعنی سر کا حصّہ رُوسا اسی سے ہیں یعنی پہاڑ کی چوٹی کو بھی راس کہا جاتا ہے۔ یہ قوم کا وہ گروہ ہے جو قوم کیلئے سر کا کام دے اور خود بھی بلند ہو اور قوم کو بھی بلند کرے۔ لیکن مادّیات کے نظرئے سے تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔ (۱۰) فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ .(۲:۵۵) یہ عذاب صاعقہ موسیٰ علیہ السلام کی امت پر آیا تھا لیکن آج پھر وہ عذاب عام ہے چونکہ جس طرح انہوں نے موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں پوجا کیلئے بچھڑا بنا لیا تھا اسی طرح ساری دنیا میں ہر قوم نے اپنے لئے ایک سیاسی نظرئے کا بچھڑا بنا لیا ہے جو اُن کی منزل پر انہیں پہنچائے۔ جسکی وجہ سے مادّی دنیا میں ایک فسادِ عظیم برپا ہوا ہے یہ وہ لیڈر ہیں جن کے منہ سے آواز تو نکلتی ہے لیکن اندر روحانیت بالکل مفقود ہے گنہگار ہیں اور قوموں کو گنہگار بننے سے نہیں روکتے ہیں۔ اسلئے ان پر ایک بجلی گری ہے جس سے ان کا آشیانہ جل کر خاکستر ہوگیا ہے۔ (صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) حضرت صاحب قبلہ نے چار جیلوں کی مصیبت سہہ کر چار حکومتوں کو گرایا اور آپ کے ساتھیوں نے چالیس جیلیں دیکھی ہیں اور ۸۰ حوالات میں بیٹھے ہیں انگریز نے آپ کو ایبٹ آباد صوبہ سرحد کی جیل میں رکھا وہ علاقہ اُن کے ہاتھ سے چھوٹ گیا بالآخر پورا ہندوستان اُن کے ہاتھوں سے نکل گیا یہ دجّال نمک کی طرح گھل گیا حدیثوں میں لکھا تھا دنیاوی سورج مغرب سے نکل کر مشرق میں نصف النّہار پر آکر واپس جائیگا ایسا ہی ہوا۔ ان اللہ والوں کے مصائب جنکو وہ محض اللہ کے دین کی تبلیغ کیلئے برداشت کر رہے تھے اللہ تعالیٰ غیرت میں آکر انگریز کو مار بھگایا جس نے اپنا گدھا چھوڑ کر بھاگ گیا اس حلّہ میں باغیوں کا راستہ راوی تک کھل گیا۔ علاقہ کشمیر جنت فردوس ہے وہاں بھی انقلاب ہو رہا ہے یہ بھی موعود معاملہ ہے۔ رضوی کی حکومت نے ہماری انجمن کا دو دفعہ محاصرہ کیا سنگینوں سے پوری جماعت کی جامہ تلاشی لی اور مبلغین کو سزائیں سنادیں بالآخر وہ بھی نقش برآب ہوگیا فَاعۡتَبِرُوۡا يٰۤاُولِى الۡاَبۡصَارِ۔ (۲) ہنگامۂ حالیہ سے مراد تقسیم ہند کا انقلاب اور حیدرآباد دکن کا انقلاب ہے۔ (۳) فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوۡمًا فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ.(۶۹:۶) حد سے نکلی ہوئی تیز ہوا سے ہلاک کئے گئے۔ اُس نے اُن پر سات راتیں اور آٹھ دن چلائے اُن کے اثر کو مٹاتی تھی سو تو لوگوں کو اس میں گرے پڑے دیکھتا ہے گویا کہ وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے ہیں۔ یہ سات راتیں.....

آٹھ دن کا انقلاب حیدر آباد پر پولیس ایکشن کا ہے جو اتنی ہی مدّت میں حیدر آباد ایک دوسری دنیا سے بدل گیا اسمیں اللہ نے کہا ہے فَتَرَی الْقَوْم اے محمدؐ تم اپنی آنکھوں سے قوم کو اس انقلاب میں دیکھو گے۔ واقعی بروزِ محمدؐ حضرت مولانا صدیق نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ لفظِ حُسُوم بتلاتا ہے کہ پہلا کوئی اثر باقی نہ رہے گا۔ فِیْهَا صُرعٰی کا لفظ بتلاتا ہے کہ ایک قوم گر جائے گی دوسری قوم کھڑی ہوگی چونکہ مصارعہ باہم کشتی کو کہتے ہیں یہ سب کچھ فقرائے دیندار انجمن اور اُنکے قائد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو بچا کر نکالا چونکہ یہ جماعت انقلاب میں نہیں آسکتی۔ ۴ پیشگوئیوں میں جو دکن کی ہندو قوموں میں لکھا ہوا ہے کہ جب چن بسویشور شمال کو جا کر مشرق کو واپس آئے گا تو رکّاسوں میں جنگ ہوگی وہ بے نوروں اور دہریوں کی ہلاکت کا سبب ہوگی جب حضرت صاحب قبلہ ۱۹۳۶ء میں شمال مغربی پہاڑوں سے واپس آئے تو اس کے دوسرے سال جنگ کی تیاریاں شروع ہوئیں اور یہ تین طاقتیں جو دھاڑی۔ بدکی و ماری ہیں انہوں نے اپنا کام شروع کیا۔ دھاڑی نام جسکے متعلق لکھا ہے کہ وہ سرحدات توڑنے آئیگا اور دوسرا بدکی جسکے ہاتھ میں چرخہ ہوگا وہ بوڑھی کی صورت کا ہوگا جس کے قول سے بادشاہوں کے دل دہل جائیں گے۔ انگریزوں کو ہندوستان سے بھاگ جاؤ کہے گا۔ تیسرا ماری وہ جاپان ہے بظاہر وہ اپنے بادشاہ کو اللہ کا مظہر مانتے ہیں۔ یہی نشانات لکھے ہیں وہ پورے ان میں لکھے ہوئے ہیں اور ان تینوں موعودوں نے کام بھی وہی کیا جو لکھا ہوا تھا۔ دہاڑی ہٹلر کو کہا گیا ہے جس نے یورپ کی بارہ ریاستوں کی سرحدات کو یکلخت توڑ دیا۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِیْرَاتِ صُبْحًا فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا (۱:۱۰۰) فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا (۹۸:۱۸)

سدِّ سکندری توڑ دی گئی اور خرِ دجّال نکل پڑا

قیامت کے آنے میں کیا شک ہے باقی جو سدِّ سکندر تھی اب ہے وہ ٹوٹی
جواب چھتریوں سے اُترتے ہیں روسی تو فوج آ گئی گویا یاجوج کی بھی

قیامت کے مالک کو پہچانے مسلم
بروزِ محمدؐ کو اب جانے مسلم (۲۵۳)

بڑوں نے کہاوت یہ ہم کو سُنائی کہ عیسیٰ کی بس آنکھ بائیں تھی کانی
مگر چشم دجّال کانی تھی سیدھی تھا دجّال کا رنگ گورا گُلابی

جو مومن تھے کامل بچے اسکے شر سے
جو مومن نہیں تھے وہ دھوکے میں آئے (۲۵۴)

۵ نَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَا وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور جلتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ ۶ مُّتَّكِئِیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا ۔(۷۶:۱۳) متقی بلند مقام پر تکیہ لگائے ہوئے ہونگے وہ وہاں نہ سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔ اسکے برعکس مخالفین کو یہ سب کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ قومی انقلاب کے دوزخ ہیں یعنی دنیادار اپنی دنیاوی حشمت میں اچانک بامِ عروج پر پہنچیں گے اور محض پروپگنڈہ کا شکار ہوکر ساری دنیا میں شہرت پائیں گے۔ جیسے کہ شمس اپنی روشنی دن میں ہر طرف پھیلاتا ہے یا پھر وہ اچانک ہی ایک ایسے جمود کا شکار ہونگے کہ گویا کل کچھ بھی نہ تھے جیسے کہ سخت برف باری میں کوئی ہاتھ پاؤں سے اکڑ جاتا ہے ایسا ہی چاروں طرف ہو رہا ہے۔ لیکن مومن بندے ان دونوں انقلابات سے الگ ہونگے وہ ایک بلند مقام یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی پر تکیہ لگائے ہوئے یہ سب کچھ تماشا دیکھتے رہیں گے اور دنیا کا یہ سارا انقلاب ان کی نظروں کے سامنے سے گذر جائیگا۔
۷ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۔(۷۶:۱۰) ہم اپنے رب سے تنگی اور سختی کے دن سے ڈرتے ہیں یہ مومنوں کی دعا رہتی ہے یہ یومِ عبوس جسکی صفت قمطریر ہے یہ انسانوں کا وہ حال ہے جبکہ ان کی ناکامیابی پر خود ان کی پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں آخرکار پکار اُٹھتے ہیں کہ کاتے سوسوت کپاس ہوگیا چونکہ وہ دن بہت سخت گذرتا ہے مومن بندے ایسے زمانے سے بچنے کی ہمیشہ دعا کرتے ہیں۔ بالآخر وہ اس میں نہیں پھنستے اسلیے کہ زمانے کے مامور کا ساتھ دیتے ہیں یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ کا مصداق رہتے ہیں یعنی اپنا سب کچھ دین کی خاطر نذر کر دیتے ہیں۔

۸ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۔(۷۶:۷) مومن نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت پھیل جانے والی ہے طَارَ اصل میں پرندے کا ہوا میں اڑنا ہے۔ اِسْتِطَارُ الْغُبَار یعنی غبار ہوا میں پھیل گیا کے ہیں۔ صبح مستطیر جیسے کہ پھیل جاتی ہے یہ فتنہ مستطیر دراصل آجکل کے جنگی انقلاب میں ہوائی جہازوں کا پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑنا اور قوموں کو موت کے گھاٹ اُتارنا ہے یہ ایک فتنہ ہے جو ساری دنیا کو لپٹا ہوا ہے یورپ نے اسکو پہلے انسانوں کے سہولتِ سفر کیلئے بنایا تھا اور وہ آج تجاوز کرکے خود اُن کے ہی ہاتھوں قومی تباہی کا باعث بنا ہے مومن چونکہ مادّیات سے علٰحدہ رہتے ہیں اور وہ زن۔ زر۔ زمین سے علیحدہ ہوکر خدا کی خوشنودی کو سب سے بڑا انعام سمجھتے ہیں اسلئے اللہ پاک انہیں اس کے صلے میں ایسے انقلاب سے بچاتا ہے یعنی وہ بظاہر ایسے رہتے ہیں کہ گویا وہ دنیاوی انقلاب کے کام کے ہی نہیں ہیں اور یہی سب سے بڑا افضل ہے کہ وہ بڑے سے بڑے انقلاب سے بچ جاتے ہیں وہ کہاں اور شرِّ مستطیر کہاں۔

عرب کے جزیرے[۱] سے دجّال نکلا   نکلتے ہی مغرب سے مشرق کو پہونچا
قیامت تھی یہ اسکی رفتار گویا   فریبِ زمانہ تھا ہر قول اُس کا
ملیحی بیاں تھا درندے کا دل تھا
عدو ابنِ مریم کا تھا زر کا شیدا   (۲۵۵)

یہ جو ریل گاڑی کو تم دیکھتے ہو   ہے دراصل دجّال کا خر یہی تو
وہ صرف آگ پانی سے زندہ ہے دیکھو   بیٹھا تا ہے وہ پیٹ میں راکبوں کو
پہنچ اسکی سارے جہاں میں ہے مُمکن
وہ جا ہی نہیں سکتا مکہ میں لیکن   (۲۵۶)

ہیں اقوامِ یورپ یہ نــارُ الُخـلودِ   یہ راکب ہیں مرکب ہے ذاتُ الوُقُودِ
غرض ہوں نصاریٰ کے ہوں پھر یہودی   ہیں سب ھَلْ اَتٰک حَدِیثُ الجُنُودِ
یہ سب لُقمئہ زجرِ واحد بنے ہیں
تــظـلّـم میں یہ اپنے شاہد بنے ہیں   (۲۵۷)

جو اُلجھے ہوئے آج تورات میں ہیں   وہ شمس و قمر کے حسابات میں ہیں
گرفتاریوں میں ہیں آفات میں ہیں   خدا اور رسولؐ انکی اب گھات میں ہیں
انہیں آج خود انکی قدرت نے گھیرا
انہیں آج خود انکی صنعت[۲] نے گھیرا   (۲۵۸)

یَوْمَ نَقُولُ لِجَھنَّمَ ھَلِ مْتَلَاتِ وَتَقُولُ ھَلْ مِنَ مَّزِیدٍ واُزْلِفَتِ الجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ (۳۱:۵۰) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الذینَ ظَلَمُوا والْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۴۵:۶)

مخالفینِ اسلام کا حشر اور قیامت کا عذاب آنکھوں کے سامنے

ٹھکانہ مخالف کا اب ھاویہ[۳] ہے   مُخالف کا گھر آتشِ حامیہ ہے
پکارے مُخالف اگر نادیہ ہے   مخالف نبیؐ کا علیٰ جاثیہ ہے
جو ہم نے کہا تھا وہ عـلـمُ الیقیں تھا
عیاں ہے ثبوت آج عیُن الیقیں کا   (۲۵۹)

[۱] دجّال کے جزیرے میں قید رہنے کا پتہ حدیثوں سے لگتا ہے اس قومِ انگریز کو روس حکومت نے قید کر رکھا تھا یہ غلام بنائے گئے تھے اور بازاروں میں بکتے تھے اب ان کا جال و مکر مشرق و مغرب میں پھیل گیا ہے یہ بھی حدیثوں میں ہے دجّالٌ رجالٌ. دجال فردِ واحد نہیں ہے بلکہ جماعت ہے یہ ایک قوم ہے. قرآنِ کریم میں یَحْسِبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا کے الفاظ آئے ہیں. یعنی یہ قوم صنعت گری میں مشاق ہوگی اور اپنی صنعت و کاریگری پر کامیابی کا پورا ایقان رکھے گی بالآخر یہ سب تباہ ہوگی فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ کی وعید آئی ہے. ایک حدیث میں یہ بھی ہے یَلْبِسُوْنَ جُلُوْدُ الضَّعْنِ وَ قُلُوْبُھُم کَقَلْبِ الذِئبِ ان کی پوشاک بالوں کی ہوگی اور دل بھیڑیوں کے ہونگے جو قوموں کو پھاڑ کھائینگے. طرز زندگی کے متعلق حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ خلاف مسیح ہوگا. دجال کے رنگ کے متعلق آیا ہے اَبْیَضُ کَالقَمُر اس کا رنگ چاند کی طرح ہوگا خرِ دجال کے متعلق حدیثوں میں ہے اَدْرَکَہُ اَکْلَۃٌ جسے دیکھیگا کھا جائیگا. بجائے پیٹھ پر سوار کرنیکے پیٹ میں بٹھالیگا. خرِ دجّال کے آنے کی طرف اشارہ کرکے اس کے عملی ثبوت میں قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے وَاِذَالْعِشَارُ عُطِّلَتْ یعنی وہ اُنٹنیاں جو باربرداری اور سواری کے کام کی ہیں وہ بیکار کردی جائیں گی اسکی تفسیر میں حدیث آئی ہے لَتُرْکَبُنَّ الْقَلَاصَ فَلَایَسْعیٰ عَلَیْھَا اونٹنیاں بیکار چھوڑ دیجائینگی ان پر سواری نہ ہوگی اب یہی حال ہے عراق اور عرب جو اونٹنیوں سے کام لیتے تھے وہاں ریل آگئی اور اونٹنیاں بیکار کردی گئی۔ جائے تعجب ہے کہ ریل اب تک مکّہ معظّمہ میں نہیں گئی یہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دجال کا گدھا مکہ معظّمہ میں نہیں آئیگا یہ مسلمانوں کی آنکھ کھولنے کیلئے ہے تاکہ وہ دجال کے فتنے کو پہچان کر کام کو لگ جائیں۔

[۲] حدیثوں میں آیا ہے کہ آخر زمانے میں دجال کے فتنوں سے محفوظ رہنا ہو تو سورۂ کہف کا پہلا اور آخری رکوع پڑھو. اسکی حقیقت یہ ہے کہ اس سورہ میں دجال کی صنعت اور عقیدہ کا ان دو رکوع میں آیا ہے. صاف طور پر ہے کہ دجال مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیگا. جسطرح انہوں نے ....

مذہبی عقیدہ میں حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا نبی کہنے کے بجائے خدا کا بیٹا قرار دیکر غلو کیا. اسی طرح ان کی توجہ دنیا میں لگے گی. اور اس میں بھی اس قدر انہاک ہوگا کہ صنعت وحرفت میں اسی قوم کا لوہا مانا جائے گا یہاں تک کہ یَحۡسِبُوۡنَ اَنَّھُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا کی حالت ہوجائیگی یعنی وہ اپنی صنعت ہی پر نازاں رہینگے بالآخر یہ قوم اپنے ہی ہاتھوں تباہ وبرباد ہوجائے گی. یہی وہ عیسائی قوم ہے جس کے متعلق سورۂ کہف کے آخری رکوع میں آیا ہے کہ یہ قوم اپنی ساری طاقت دنیا میں لگا دیگی اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُھُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا اور انہیں کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان کے سارے اعمال خسارے میں ہونگے قُلۡ ھَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا آخر ایک وقت ایسا بھی ان پر آئیگا کہ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُھُمۡ فَلَا نُقِیۡمُ لَھُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَزۡنًا یعنی ان کے سارے عمل حبط ہوجائینگے اور ان کا دنیا میں جس قدر وزن زیادہ تھا اسی قدر ہلکا ہوگا اور یہ صرف اس لئے ہوگا کہ اس قوم پر اللہ کی نشانیاں پیش کی جائینگی. ان کو جھٹلائیگی جسکے نتیجے میں یہ قوم نقشِ برآب ہوکر رہے گی. (۲) ھَاوِیَۃ دوزخ کا نام ہے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں آپس میں ٹکرائینگی. ایسے وقت دو گروہ میں دنیا تقسیم ہوجائیگی. ایک گروہ تو صرف دنیا ومافیہا کو ہی چاہے گا. اور دوسرا گروہ قلیل ہوگا لیکن عاقبت کا شیدائی ہوگا عوامی انقلاب کی صورت میں قرآن میں یوں کہا گیا ہے اَلۡقَارِعَۃُ مَا الۡقَارِعَۃُ وَمَآ اَدۡرٰکَ مَا الۡقَارِعَۃُ قارعہ کے معنی ہیں ایک چیز پر دوسری چیز کا مارنا. قارعہ مصیبت کو بھی کہا جاتا ہے. یعنی ایسے وقت میں جب کہ دنیا کے مختلف گروہ حرص وہوا میں لگ کر محض دنیا کیلئے ایک دوسرے پر یلغار کرینگے تب عوام الناس کا کہیں ٹھکانہ نہ ہوگا. وہ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائینگے. وہی دن مصیبت کا ہے یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ دوسرا انقلاب حکومتیں بھی دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوجائیں گی کل تک ایک بادشاہ اپنی حکومت کا مالک تھا اور آج نظر نہ آئے گا وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِھۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ یہ انقلاب آج ہمارے سامنے آئینے کی طرح نظر آرہا ہے. ایسے وقت چند بندے دین دین کی آواز لگاتے ہوئے بھی نظر آئینگے. لوگ ان کی جانب توجہ نہیں کرینگے اس کے باوجود وہ اللہ والے صبر ورضا کے طالب ہونگے. ان کا سب سے بڑا مقام رضا ہوگا. وَ مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ وَ رِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکۡبَرُ (۷۲:۹) یعنی انکے مسکن پاکیزہ ان کی جنت عدن اور ان کا مقام اللہ کی رضا ہوگا. فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَھُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ لیکن وہ گروہ جو ان اللہ والوں کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگائیگا ان کا حشر جلتی ہوئی آگ، ان کی دوزخ خود ان کی ماں یعنی ھَاوِیَہ ہوگی. وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ وَمَآ اَدۡرٰکَ مَا ھِیَہۡ نَارٌ حَامِیَۃٌ اس آیت میں اُمُّہٗ حَاوِیَہ کے لفظ کے ساتھ دوزخ کو جو ماں قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں اپنے بچے کو جو سزا دیتی ہے وہ ہلاک کرنے کیلئے نہیں بلکہ اسکی اصلاح کیلئے دیتی ہے لہٰذا مخالفین اسلام کی دوزخ کو ان کی ماں اسی لیئے کہا جا رہا ہے کہ بالآخر وہ دوزخ میں اپنے اعمال کی سزا پاکر حق کی جانب رجوع کرینگے. تکاثر فی المال و الاولاد بھی اسوقت ہوگا. کہا گیا ہے اَلۡھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ یعنی ساری دنیا صرف مال ودولت کو فروغ دینے میں لگ جائیگی دین اسلام کی باتیں ان کیلئے ایک بوجھ نظر آئینگی. ایسے وقت میں اللہ والے ان پر دین کی حجت کرینگے وہ دوران کا علم الیقین کا ہوگا یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی سنّت کے مطابق ساڑھے تیرہ سال صرف ان کے مستقبل کیلئے آگاہ کرتے رہینگے کہ دیکھو دین کی طرف آؤ، ورنہ تمہارا مستقبل جہنم کے سوا کچھ نہ ہوگا بالآخر وہ دور بھی آئے گا کہ ایک انقلابِ عظیم برپا ہوگا اور اللہ پاک مومن بندوں کا دیا ہوا علم مخالفین اسلام کو اُنکی نظروں کے سامنے پورا ہوتا ہوا نظر آئیگا. جو بات علمِ یقین کی حد تک تھی اب وہ عینُ الیقین کی حد کو پہنچ جائیگی لیکن کیا ہوگا جب کہ مومنوں اور مادہ پرستوں میں ایک مستقل بعدت ہوجائے گی اسی کو اللہ پاک نے کہا ہے کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِ. اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ سب کے گھٹنوں کے بل نظر آئینگے. اللہ پاک نے کہا ہے تَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً. اے محمدؐ تم خود اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھو گے. لفظِ ترٰی میں حضورؐ کا ہی دیکھنا مراد ہے چونکہ مخاطبت آپؐ ہی سے ہے. اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ بہ لباسِ دیگر جلوہ افروز ہونگے اور یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے. وہ بعثت دراصل بعثتِ اُخریٰ کہلائیگی۔

بہرحال تو داخلِ حافرہ[۱] ہے ترى ناک کیا ہے کہ تو ناخرہ ہے
ترى قوم طاغى ہوئى خاسرہ ہے ذرا دیکھ تو لے زمیں ساہرہ ہے

یہ عالم ہے تیرى مصیبت کا عالم
جو طارى ہے تجھ پر قیامت کا عالم (۲۶۰)

نہ تو ہے نہ مجلس نہ وہ نادیہ[۲] ہے سزا کا سزاوار ہر خاطیہ ہے
یقیناً تیرى ناصیہ کاذِبہ ہے نہ عزّت نہ وہ عظمتِ فاخرہ ہے

حیا سے زمیں پر ترى ناصیہ ہے
کہ عبرت کے قابل ترا واقعہ ہے (۲۶۱)

تو غمّازِ فطرت تو غمّازِ پیکر پھرا کرتا تھا بنکے ہمّاز گھر گھر
بھلائی سے کرتا تھا اعراض اکثر نمیموں شریروں کا دمساز بن کر

تو خود اپنے اعمال سے ہے رجیمی
عمل تیرے سب ہوگئے کاالصَّریمی (۲۶۲)

۱ حافِر گھوڑے کے سُم کو کہا جاتا ہے. اس لئے کہ وہ اپنی دوڑ میں جگہ کھودتا ہے. یعنی یہ دنیا والے اپنی دنیوی خوہشات میں دوڑ کر اپنی تباہی کا آپ گڑھا کھودتے ہیں بالاخر وہ اسی گڑھے میں لوٹائے جاتے ہیں. نخیر ناک کی آواز کو کہتے ہیں یعنی ایسی ہڈی جو بوسیدہ ہوگئی ہو اور اندر سے خالی ہو. پس یہ مخالفینِ حق کا انجام ہے کہ وہ فقط اسلام کے مقابل نخرے ہی کرتے رہینگے. اندر سے خول ہوگا فقط ایک ہوا کے ساتھ آواز ہوگی جو سُنائی دیگی. بالآروہ حالتِ خاسرہ یعنی نقصان میں آجائینگے. انکے لئے فقط زجرِ واحد ہی بس ہوگی کہ جسکی ڈانٹ انہیں اپنی ہستی سے اُکھاڑ پھینکے گی یہانتک کہ وہ اور انکی زمین ساہرہ ہوگی یعنی ساری محنتیں رائیگا جائینگی اور ایک چٹیل میدان و بیابان کی شکل ہوجائینگے لیکن یہ سب کچھ ایک موعود وقت میں ہوگا جسکو یَوْمُ الرَّجْعِ کہا گیا ہے یعنی جس دن ساری دنیا کانپ جائیگی یہ ایک ہی مرتبہ نہیں ہوگا بلکہ بار بار ہوگا. ایسے وقت انکے قلوب میں عام بے چینی ہوگی. باوجود اس کے کے وہ ساری دنیا پہ چھا جائیں گے لیکن انہیں اطمنانِ قلب میسر نہیں ہوگا چناچہ مفسرین نے خود تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ کو نفخِ اوّل قرار دیا ہے اور تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ کو نفخِ ثانی۔ ردیف شعر کے اس لفظ کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اسی لئے اس انقلاب کو رادِفہ کہا گیا ہے کہ وہ حضور کی بعثتِ ثانی پر مخالفینِ اسلام پر لوٹ آئیگا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی کامل حجت دو وقتوں میں کفارِ عالم پر ہوگی. پہلی حجت تاسیسِ اسلام کے رنگ میں دوسری حجت اعادہ اسلام کی صورت میں ہوگی. قرآنِ کریم میں مندرجہ بالا تمام حقائق کو بالتفصیل اس آیت میں پیش فرمایا گیا یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ يَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (۷۹:۷-۱۳) ترجمہ جس دن کانپنے والی کانپ اُٹھے گی پیچھے آنے والی اسکے پیچھے آئیگی کچھ دل اس دن پریشانی کی حالت میں ہونگے ان کی نظریں نیچی ہونگی کہتے ہیں کیا ہم اُلٹے پاؤں لوٹائے جائیں گے. کیا جب ہم کھوکلی ہڈیاں ہوجائیں گے کہتے ہیں یہ لوٹنا نقصان والا ہے وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی اور وہ زمین کے اُوپر ہونگے۔ ۲ نِدَاء کے معنی آواز دینا ہیں۔ ندّی یا نادی مجلس کو کہتے ہیں اور ہم نشین کو بھی۔ یہ ایک ایسی مجلس ہے جسمیں حق کو جھٹلانے والے خفیہ مشورے کرتے ہیں اور اسلام کے درپے ہوتے ہیں چنانچہ دار النّدوہ میں حضور اکرم ﷺ کے خلاف آپ کی ہلاکت کیلئے کفّارِ مکّہ کے طاقتور افراد کا مشورہ ہوا تھا لیکن تمام کی چالیں ناکام ہوئیں۔ ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد حیدرآباد میں ایک مجلس اتحاد المسلمین کے نام سے قائم ہوئی۔ اس کی بنیاد حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرہٗ العزیز نے ڈالی تھی تا کہ اس سے تبلیغ اسلام کا کام لیا جائے۔ لیکن اس میں مادّہ پرست افراد گھس گئے اور مسلمانوں کی تنظیم کا نام لے کر کھڑے ہوگئے۔ مولانا صاحب اس مجلس سے الگ ہوگئے۔ یہانتک کہ بہادر یار جنگ بھی اس مجلس کے صدر رہے جنہوں نے حضرت صاحب کی مخالفت کی اور آپ کو لکھ بھیجا کہ ’’کانچ کے مکان میں رہ کر کچی کے مکان پر پتھر نہ پھینکئے‘‘۔ اس پر حضرت صاحب نے پچیس صفحہ کا ایک خط بہادر یار جنگ کو لکھ بھیجا جس کا جواب وہ نہ دے سکے بالآخر وہ ’’اک دم میں دم رخصت ہوا‘‘ کی الہامی پیشگوئی کی تکمیل کرتے ہوئے ایک حقہ کی کش میں ختم ہوگئے۔ حضرت صاحب کے خط کا جواب انہوں نے اپنی موت سے دیا اس کے بعد دوسرا وجود مولانا کے مقابل کھڑا ہوا اور وہ سید قاسم رضوی تھا جس نے دو مرتبہ ہمارے خانقاہِ سرورِ عالم کا محاصرہ کروایا ہم فقراء کو نہتّا کر دیا اور بوقت محاصرہ خانقاہ کے سامنے سے موٹر میں بیٹھا ہوا اِتراتا ہوا جاتا آتا رہا اللہ کو اس کی اس حرکت سے بڑا جلال آیا۔ اس نے ہم فقراء کی تائید میں اس کا اور اس کی مجلس کا نام و نشان تک مٹا دیا فَلْيَدْعُ نَادِيَة کا انذار ہمارے وجود سے پورا ہوا۔ ہمارے ساتھ تائید غیبی شامل حال رہی اللہ پاک نے ہمارے لئے سَنَدْعُ الزَّبَانِيَة کا وعدہ کیا تھا اس لئے ہمارا کچھ بھی نہیں بگڑا یہ مجلس اپنی ہوس میں وطن پرستی کا نعرہ لگاتی

ہوئی ختم ہوئی۔ ہمیں بھی اس طرف گھسیٹنے کی کوشش کیگئی۔ اللہ نے ہم کو اس بلا سے بچالیا۔ پس یہی وجود ہے جس نے اللہ کے مامور کو کہ جس کے لاکھوں نشانات زمین آسمان میں تھے انکار کیا جسکی وجہ سے وہ ناصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِیَۃٍ کا مصداق بنا اب یہ داغ جو پیشانی پر کذب وخطا کا لگا ہوا ہے رہتی دنیا تک مٹ نہیں سکتا۔

(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) ۱ آیت پاک وَلَاتُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ اَنْ کَانَ ذَامَالٍ وَّبَنِیْنَ. (۱۰:۶۸) اس آیت میں حق کے مخالف کی پانچ عادتیں بتلائی گئی ہیں جس سے ایک مومن کو باز رہنے کیلئے کہا گیا ہے ہمارے مخالفین کو ہم نے انہی حالتوں میں دیکھا۔ پہلی خصلت حَلَّافٍ مہین یعنی جھوٹی قسمیں کھانا اور قسمیں بھی حد سے زیادہ چونکہ حلّاف مبالغہ ہے۔ دوسری خصلت هَمّازٍ مَّشَّاءٍ ہے۔ قرآن کریم میں همز کے معنی پیٹھ پیچھے بات کرنے کے آئے ہیں اور عیوب کے پیچھے لگنا بھی ہیں اور هُمَزَہ وہ ہے جو کثرت سے دوسروں کی عیب جوئی کرے اور لُمزہ منہ پر عیب لگانے والا۔ یہ حرکت آنکھ، سر اور ہونٹ کے ساتھ اشارہ سے کیجاتی ہے اس طرح سے غمّاز بھی ہوتا ہے۔ مَشَّا کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور بار بار جانا۔ اس کے معنی چغلخوری کے لئے جاتے ہیں۔ نمیم اصل میں وہ خفیف سی حرکت ہے جو جھوٹ یا چغلی کے ساتھ آراستہ کرکے پیش کیجائے۔ زنیم زانیہ کی اولاد ہے مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ بھی ہے۔ یعنی خیر کو پھیلانے میں روکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ ہمارے مخالفین جس قدر بھی گذرے ہیں وہ سب انہی عادات وخصائل کے نظر آئے اور نشان کے طور پر ہلاک ہوئے یا ذلیل ورسوا ہوئے۔ اولیاء اللہ کی مخالفت میں دو ہی قسم کے لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جسکی نسل صحیح نہ ہو یا پھر وہ جو نسل کا تو اچھا ہے لیکن گنہگار ہے۔ سید قاسم رضوی نے بحیثیت صدر اتحاد المسلمیں ہمارے متعلق صدر ناظم کوتوالی کو حکم دیا ہے کہ ’’دیندار چور اور ڈاکو ہیں گداگری کرتے پھرتے ہیں۔ اب کمیونسٹوں کے حملوں کے موقعہ پر لوٹ مار شروع کر دئے ہیں۔ نہ یہ عیسائی ہیں نہ مسلمان اور نہ پارسی ہیں یہ بے دین ہیں۔ ان کو بہادر یار جنگ ختم کرنا چاہتے تھے افسوس کہ وہ ختم نہ کر سکے میں اُن کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ میں حکم دیتا ہوں کہ اُن کو ختم کر ڈالو۔ جہاں دکھیں وہاں پکڑلو سخت سے سخت سزا دو یہ دوسو کے قریب ہیں یہ ختم ہوگئے تو دوسرے نہیں ہیں‘‘۔ دنیا جانتی ہے کہ رضوی کا کیا حال ہوگیا۔ کہاں تھا کہاں گیا‘ کیا تھا اور کیا ہوگیا یہ دنیا پر ظاہر ہے۔ ہم فقراء کی بدُّعا ہے اور ہم فقراء کی بدّعا سے جس نے حضرت کو ختم کرنے کیلئے ایک خونی کو مقرر کیا تھا اس کا بھی حشر جو ہوا اسکو سب نے دیکھا۔ اس خونی نے حضرت کو تنہا پاکر چار تلوار کے وار کئے معجزہ یہ کہ مارنے والے کا ہاتھ خود اسی کی تلوار سے کٹ گیا تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ حضرت صاحب جیسے کے ویسے رہے کچھ زخم جو آگئے تھے مندمل ہوگئے لیکن حملہ کرنے والے مردود کو پانچ سال کی سزا ملی۔ یہ ظلم ہے جو ان ناعاقبت اندیشوں اور بے ایمانوں نے ہم پر کیا اور اس کا نتیجہ بھی انہوں نے دیکھ لیا۔ رضوی نے جس مراسلہ میں ہمارے خلاف لکھا ہے اس مراسلہ کا نشان اور تاریخ یہ ہے ’’مراسلہ صدر نظامت کوتوالی اضلاع سرکار عالی (۱۲۲۲) ۱۳۵۷ف نشان مثل ۱۶۶/ ۴/ ۵۷ف صیغہ کلّیات آر۔سی۔‘‘ ۲ مخالفین حق کا عذاب سجّین ہے اور وہ سجّین کتاب مرقوم ہے۔ جن کے معنی قید خانہ ہیں اور قید خانہ گویا ایک لکھی ہوئی موعود حقیقت ہے۔ یعنی یوں بھی جو انسان جیل میں سزا بھگتتا ہے اسکی سزا وقتِ مقررہ تک گذار نیکی ہوتی ہے لیکن اللہ والے کی مخالفت میں جو قید کسی کم بخت کو نصیب ہوتی ہے وہ حق کی تکذیب کی وجہ سے ہوتی ہے جو ویل کی صورت ہے۔ اللہ پاک نے سجین کو ایک فجّار کی سزا ابتلائی ہے جو حق کے مقابلہ میں گناہوں کو پھاڑتا ہوا آگے نکل جاتا ہے وہ نہیں جانتا کہ مظہر اللہ کا قیام ساری انسانیت کے قیام کا باعث ہے۔ چونکہ اس وقت قیامت کا مالک آکر کھڑا ہوتا ہے اسلیے وہ دن یوم عظیم کہلاتا ہے۔ ہر شخص صرف دنیا کے کام کیلئے نکل پڑتا ہے۔ پس ایسے لوگ ان کے رب سے حالت حجاب میں آجاتے ہیں۔ .....

بُری نسل مردود تو ہے زنیمی ... گنہگار بدکار تو ہے اثیمی
چغل خور فطرت میں تو ہے نمیمی ... فقط زعمِ باطل میں تو ہے زَعِیمی
کہا تھا ہمیں تو نے مفتون ہیں یہ
دماغی توازن میں مجنون ہیں یہ (۲۶۳)

سُن اُسکو اگر قوّتِ سامعہ ہے ... اُسے دیکھ اگر قوّتِ باصرہ ہے
گُناہوں کے پیچھے ترے رادِفہ ہے ... بچالے تو تجھکو کوئی ماسوا ہے
سزا تیری فُجّار سجّین جاب ۲
غذا تیری زَقّوم غِسلِین کھاب (۲۶۴)

تری جان قُربانِ اصنام پر تھی ... نظر تیری اَضغاث وَاَحلام پر تھی
تری فکر مرکوز اَوہام پر تھی ... تراشیدہ اَنصاب وَ ازلام پر تھی
تری اب معاوِن تری حاطمہ ہے
یہ بے رَہ روی کا تری خاتمہ ہے (۲۶۵)

کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْن .(۸۳:۱۵)وہ مومنوں پر ہنسی مذاق کے ساتھ غمزے کرتے ہیں وَاِذَا مَرُّوْا بِھِمْ یَتَغَامَزُوْن. (۸۳:۳۰)مندرجہ بالا حقیقت کیلئے بالتفصیل آیت آئی ہے لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ وَمَا اَدْرٰکَ مَا سِجِّیْنٌ کِتٰبٌ مَرْقُوْمٌ وَیْلٌ یَوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ .(۸۳:۵)ایک بڑے دن کیلئے جس دن لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہونگے ہرگز نہیں بدکاروں کے اعمال قید خانے میں ہیں۔تو کیا تو جانتا ہے کہ قید خانہ کیا ہے وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔اس دن جھٹلانے والوں کیلئے افسوس ہوگا۔حضور اکرم ﷺ کی ذات مالکِ یومِ الدّین ہے اور یہ دو وقتوں میں دنیا پر ظاہر ہوتی ہے کہا گیا ہے مَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْن ثُمَّ مَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْن یَوْمَ یُمْلِکُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰه .(۸۲:۱۷)اے محمدؐ تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیا ہے پھر تجھے کیا معلوم کہ جزا کا دن کیا ہے جس دن کوئی نفس کسی نفس کیلئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھیگا اور حکم اس دن صرف اللہ ہی کا ہوگا۔اس آیت میں لفظ ثُمَّ. یَوْمُ الدِّیْن کی تکرار میں آیا ہے جو صرف تاخیر کو پیش کرتا ہے یعنی آپؐ عرب میں انبیاء کے حشر کا باعث بنے۔اسی طرح ہر تیرہ سو سال کے بعد آپؐ حاشر الانبیاء بن کر اس امت کی شفاعت کیلئے یوم الدین کے موقعہ پر تشریف لائیں گے۔ایسے وقت میں خود آپؐ کی امت یعنی مسلمان دنیا کو سمیٹنے میں لگے ہونگے اور آپؐ کے منوّر چہرے کی شناخت نہ کرسکیں گے جسکی وجہ سے وہ منہ پلٹالیں گے۔اُن میں کے وہ افراد جو اپنی قوم کی غلط رہنمائی کرینگے آپؐ کوستائیں گے یہ عمل ان کا خطا پر محمول ہوگا اس لئے کہ یہ سب عدم علمی کی وجہ سے ہوگا۔اسلئے یہ خطا کار کہلائیں گے نتیجہ میں ان لیڈرونکی غذا غِسلین ہوگی۔غسلین دھوئیں کو کہتے ہیں۔اللہ پاک نے خطا کار مسلم کی غذا یہی بتلائی ہے وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنَ لَا یَاْکُلُوْنَ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ .(۶۹:۳۶)چنانچہ وہ آگ جو کچّی ہوتی ہے اسی میں سے دھنواں نکلتا ہے اور انسان ایسی آگ کو پسند نہیں کرتا جو مکان کے اندر کی چیز کو ڈھانپ دے اور تنفس اور بصارت پر اثر انداز ہو۔پس مخالفینِ حق کی غذا غسلین اسی لئے ہے کہ وہ مظہر ذاتِ رب العالمین ﷺ کو شناخت نہ کرنیکی وجہ سے اپنے قلب کو روشن نہ کرسکے۔وہ آگ جو عشق کی دل میں ہے نہ بھڑک سکی اور کچّی کی کچّی رہ گئی جس کی بدولت خود اُن کے دل میں دھنواں بن کر جل اٹھی۔جس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ ان کا دل کالا ہوگیا بلکہ یہی غلاف ان کی قوم پر بھی چڑھ گیا۔جسکی وجہ سے اُن کی عقل و بصیرت بھی جاتی رہی اور اب اس ظلمت کی وجہ سے نور کا کوئی حصہ ان میں نہ رہا۔(صفحہ ھٰذا کا حاشیہ) (۱) وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ سَنَسِمُهٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ.(۶۸:۱۵)

تبا ہی پہ اپنی جو مغموم ہے تو عروجِ مصائب سے مکظوم ہے تو
بُرے سارے ناموں سے موسوم ہے تو ترے دین و دُنیا سے محروم ہے تو
زمیں تیری آئینہ دارِ زلازِل
تری حُرفتیں خود ہیں تیری سلاسل (۲۶۶)

بشکلِ مُخالف تھا ہر وقت حاضر سمجھتا تھا ہر کام میں خود کو قادِر
کبھی ہمکو کہتا تھا کذّاب و ساحر کبھی شُعبدہ گر کبھی ایک شاعر
کٹی بزم میں خود ہی خُرطُوم[۱] تیری
گئی حیف بیکار ہڑبوم تیری (۲۶۷)

جو فرمانِ رَبُّ العُلیٰ لاتذر[۲] ہے تو دوزخ ترے واسطے منتظر ہے
تری فکر ہے اس کو تجھ پر نظر ہے ہے بیجا صدا تیری جو الحذر ہے
صدا یہ جو آئی ہے ناقور کی ہے
گرفتاری اب تیرے جمہور کی ہے (۲۶۸)

یعنی جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتا ہے کہ پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ہم اس کی ناک پر داغ لگا دینگے۔خرطوم اصل میں ہاتھی کی سونڈ (ناک) کو کہتے ہیں۔اس آیت میں اللہ پاک نے بتلایا ہے کہ جب کبھی اللہ کی نشانیاں مادّہ پرستوں کے سامنے پیش کیجاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ تم بادشاہت اور شخصیت کیلئے اپنی جانیں نہ دو تو وہ انکار کرتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت کھوگئی تو محفل میں اُن کی ناک کٹنے کے مماثل ہے۔اسلئے وہ شرح صدر سے حق کی مخالفت کرتے ہیں بالآخر یہی ہوتا ہے کہ وہ مادّی نصب العین کا مورچہ مار کھا جاتا ہے اور وہ سلطنت بھی اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں۔چنانچہ ایسا ہی ریاستِ حیدرآباد میں ہوا۔ان سیاسی لیڈروں کو ہم نے رضا کار دور میں بارہا کہا کہ تم ناکام ہوجاؤ گے۔لیکن اُن کے کان میں جوں تک نہ رینگی۔بالآخر حکومت اُن کے ہاتھوں سے نکل گئی اور تمام تر ذمّہ داری انہی پر عائد ہوئی۔اور اب وہ اپنی ناکام سیاست کا دھبہ قیامت تک نہیں دھو سکتے کہ جنکی وجہ سے بے گناہ مظلوم انسانوں کا خون ہوا اس طرح اُن کی ناک بزمِ سیاست میں کٹ گئی۔

(۲) اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ وَمَا اَدْرٰکَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی وجود اللہ سے مکالمہ پا کر.........

نہ کھڑا ہوتو وہ اپنی قوم کو کامیابی کا تیقّن نہیں دلاسکتا۔لقاء اللہ کے بغیر دماغی طاقت ہی پر بھروسہ کیا جائیگا ہر وہ کام جو صرف عقل کی بساط پر ہوگا باطل ہوجائے گا۔اسی لئے اس قوم کا حشر دوزخ ہوگا۔چنانچہ ایسے وقت میں جب قوم ہلاکت کے گڑھے میں گرجاتی ہے کوئی بچ نہیں سکتا بجز اس کے کہ وہ لوگ جو اللہ کے علم و بشارات سے کھڑے ہوتے ہیں۔اسی لئے اللہ پاک نے کہا کہ اب دوزخ انہیں نہ چھوڑتی ہے نہ باقی ہی رکھتی ہے چنانچہ وہ دوزخ ان کے لئے ناقور بن کر اُن کے جسم میں رچ جاتی ہے۔کہا گیا ہے امْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۔(۴:۵۳) یعنی مخالفینِ حق کو جب بادشاہت دیجاتی ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ اس میں سے تل برابر بھی حصّہ کسی اور کو حاصل نہ ہونا چاہیئے۔ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذَالِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۔(۷۴:۹) نقر زبان کی آواز کو کہتے ہیں ناقور بمعنی صور۔منقار جانور کی چونچ کو کہتے ہیں جس سے وہ کریدتا ہے پس ان لوگوں نے ایک بڑا پہاڑ کھود کر چوہا نکالنے کا کام کیا اس طرح ان کی محنت رائگاں گئی۔ پس یہ ہوا آج ساری دنیا میں چل گئی ہے کہ زمین سے کچھ حاصل کرو گویا کہ ایک بگل بج گیا ہے جس کی آواز پر ساری انسانیت جمع ہوگئی ہے۔لیکن وہ نہیں جانتے کہ یہی عمل یوم عسیر کا مترادف ہے آیتِ پاک ہے سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ ۔(۶۹:۷) یہ آیت سورہ الحاقہ میں ہے حضور سرور عالم ﷺ کا وجود بابرکت حق ہے اور یہ وجودِ حق دینِ حق لے کر آیا جس قوم نے اس کی مخالفت کی وہ عذاب کے گڑھے میں جاگری۔آخر زمانے میں حضورؐ بہ لباسِ دیگر جلوہ افروز ہونگے وہاں آپؐ الحاقہ کی حیثیت سے دنیا پر رجت کرینگے مخالفین پر ایک ہوا چلے گی جس سے وہ اپنی شان و عظمت سات راتوں اور آٹھ دن میں کھو بیٹھیں گے۔یہانتک کہ ان کا اثر بھی باقی نہ رہے گا۔وہاں فَتَرَى الْقَوْمَ یعنی حضورؐ سے کہا گیا ہے کہ اے محمدؐ تو اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ انقلاب دیکھے گا جو دو قوموں کا ہوگا۔ایک قوم دوسری قوم پر چڑھائی کرے گی اسلئے فِيهَا صَرْعَىٰ کے الفاظ آئے ہیں۔ مُصَارِعہ دو پہلوانوں کے آپس میں کشتی لڑنے کو کہتے ہیں۔کل تک جو اُن کے گھروں میں عیش و عشرت کا سامان موجود تھا آج وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنوں کی مانند نظر آئینگے یعنی گھروں میں مٹی کا ایک برتن بھی باقی نہ رہے گا یہی كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ میں بیان کیا گیا ہے فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ یہ انقلاب رسول اللہ ﷺ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔آپؐ سے منہ موڑنے والے اپنی حیثیت میں اس طرح مٹ جائیں گے کہ کوئی باقی نہ رہے گا۔لفظ فَهَلْ تَرَىٰ نے آنحضرت ﷺ کی رویت کو صاف طور پر واضح کیا ہے وہ یہی انقلاب جس کو حضرت صدیق دیندار قدس سرّہٗ العزیز اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا جو بصورت یونین حیدرآباد میں عذاب نازل ہوا۔جو سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل جاری رہا۔حیدرآباد پر پولیس ایکشن ۱۳/ستمبر ۱۹۴۸ء کو ہوا اور ۱۷/ستمبر ۴۸ء کو پانچ دن میں ختم ہوا۔اس کے بعد آٹھویں دن ہم گرفتار کرلئے گئے۔یہ سات راتیں اور آٹھ دن قرآن کریم میں موعود چلے آرہے تھے وقت پر ظاہر ہوئے۔سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا ممکن تھا لیکن یہ موعود سات راتیں اور آٹھ دن کا عذاب ٹلنا ناممکن تھا اسلئے کہ فَتَرَى الْقَوْمَ کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کی آنکھیں خود دیکھ رہی تھیں۔یہ سب کچھ کیا تھا' ایک صور تھا جو نفخ واحد کے طور پر تھا۔حیدرآباد کی سرزمین کو مادّی لیڈروں نے اہمیت دے کر سر پر اُٹھالیا اور صرف پر پگنڈے پر کامیابی کا تصور باندلیا جسکے نتیجہ میں ایک ہی آن میں نقشہ پلٹ گیا۔سارے مسائل جوں کے توں رہ گئے۔یہی ایک واقعہ تھا جسکو قرآن کریم نے ایک عظیم واقعہ سے تعبیر کی ہے۔ان پر آسمان پھٹ پڑا اور ہر طرف سے کمزوری کے بادل اُمڈ آئے۔لیکن یہ سب کچھ اسی زمین کے آخری کنارے پر یعنی محلہ آصف نگر خانقاہِ سرور عالم ﷺ میں بیٹھے ہوئے ان فقراء نے دیکھا جو اپنے اندر آٹھ موعود خلیفوں کی بشارت لئے ہوئے ہیں۔اللہ پاک نے حسب ذیل آیت میں بالتفصیل اس انقلاب کو بیان کیا ہے فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۔(۶۹:۱۳) پس جب صور میں ایک پھونک سے پھونکا جائے گا اور زمین اور پہاڑ اُٹھائے جائیں گے پھر ایک ہی مرتبہ توڑ دئے جائیں گے سو اس دن ہوجانے والی بات ہوجائے گی اور آسمان پھٹ جائیگا سو وہ اس دن کمزور ہوگا اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہونگے اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ وجود اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہونگے۔اس کے بعد حیدرآباد نے ایک نئی کروٹ لی اور اس کی روحانیت سے جو نا آشنا تھے پاکستان چلے گئے۔پاکستان نے حیدرآباد کے اس مسئلہ کو ادارہ اقوام متحدہ میں پیش کیا۔یہ مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہوگیا۔اسلئے کہ ادارۂ اقوام متحدہ اپنے نام کے اعتبار سے قوموں کو متحد دیکھنا چاہتا ہے۔اللہ پاک نے اس کو اپنی کتابِ ناطق میں ایک ایسے ادارہ سے تعبیر کیا ہے جو ستر ہاتھ لمبی زنجیر کے مماثل ہے۔ہوا یہ کہ مسئلہ حیدرآباد ایسے وقت میں پیش ہوا تھا جب کہ رضا کاروں کا مالیہ ختم ہوچکا تھا۔ان کی حکومت اور غلبہ کے باقی رہنے کی سب چیزیں ختم ہوگئیں تھیں۔اُن کے لیڈر زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ اُن پر پہلے ہی قضا آجاتی تو اچھا ہوتا يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۔پھر کیا تھا خدا نے ان کی کوئی مدد نہیں کی بلکہ ان کو ایک دوسری زنجیر میں منسلک کیا جو ساری دنیا کی ستر اقوام (ستر ملکوں) کی نمائندگی کرنے والا ادارہ تھا۔یہ خود سب کیا کرتے اقتضائے سیاست ہی یہ تھا جو اُن کو اُس طرف کھینچ رہا تھا لیکن نتیجہ سوائے ہلاکت کے کچھ اور نہ تھا خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم

فِی سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ. آخر یہ مصائب انہیں کیوں برداشت کرنے پڑے۔آخر اُن کے گردن میں طوقِ سلاسل کیوں ڈالا گیا۔اس کی صاف وجہ یہ تھی کہ یہ سب ذات اللہ کی عظمت پر ایمان نہ رکھتے تھے ان فقیروں کو نظروں سے ہیچ سمجھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان فقیروں پر کچھ خرچ نہ کیا جائے تو خود بخود ان کی موت ہو جائے گی هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوا (۶۳:۷) لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک یہی فقراء ہیں کہ یہ چاہیں تو اُن میں سے کسی کو دیں اور نہ چاہیں تو خزانوں کے دروازے بند ہو جائیں لِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ۔بالآخر یہ زلیخا حفاظت اقتدار اعلیٰ کا جامہ پہنے ہوئے آراستہ و پیراستہ ہو کر اپنے مادّی حُسن و جمال کا پیکر بنی ہوئی بار بار ہم کو کھینچتی رہی اور غُلِّقَتِ الْاَبْوَاب کا عمل خانقاہِ سرورِ عالمؐ کے محاصرہ کی صورت میں کرتی رہی اگر لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کے قول کے مطابق خدا کا فضل ہم پر نہ ہوتا تو مزید ہم اُن کے دام میں پھنس جاتے لیکن ہمارے خدا نے ہم کو اس ہتھکنڈے سے بچا لیا اور انہوں نے اپنی انگلیاں خود اپنے ہاتھوں کاٹ لیں اور خود رضا کاروں کے لیڈروں نے حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرّہٗ العزیز کو اپنے ساتھ جیل کی طویل مدّت میں درسِ قرآن دیتے ہوئے دیکھا۔وہ خود بھی اس سے فیض یاب ہوئے اور پُکار اٹھے وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا الْبَشَر اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْم ۔انہوں نے وطن کی حفاظت کیلئے اقدام کیا جس کو اسلام حرام قرار دیتا ہے۔ہم نے سنتِ رسولؐ کے مطابق ستائیس غزوات کئے لیکن ہم پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ زلیخا یعنی ان کی محبوب حکومت کی جانب ہم نے نظریں اٹھائیں۔لیکن یونین نے مولانا صدیق قدس سرہٗ کو جو یوسف موعود تھے کوئی مقدمہ قائم کئے بغیر ہی رہا کر کے یہ ثابت کیا کہ وہ زلیخا کے دیوانے نہ تھے۔قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا پا کر رہا کر دیا۔بالآخر یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ یہ ستائیس غزوات جو ہم نے کئے تھے اور ہمارا یہ عمل جو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر ہوا تھا ہمارے بے جرم ہونے پر دلالت کر رہا تھا فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ۔بالآخر اُن کے مکر کو عزیزِ مصرِ اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں نے پہچان لیا اور ان کو تازی پارٹی قرار دے کر بیک وقت ان کے اس چال کو ریڈیو کے ذریعہ ساری دنیا پر ظاہر کر دیا۔اب لوگوں کو ہماری پیچھے سے پھٹی ہوئی قمیص بصورتِ غزوات نظر آنے لگی ہے اسلئے کہ وطن کی ہوس ہمارے دل میں نہیں تھی دنیا ہمارے عقب میں ہے وہ ہمارا پیچھا کئے ہوئے ہے لیکن ہمارا نفسِ امّارہ باقی ہی کہاں ہے جو وہ ہم کو سامنے سے کھینچ سکے۔ہمارے غزوات کو لوگوں نے ڈاکہ زنی پر محمول کیا۔یہ زلیخا اور اس کے شیدائیوں کی نظرِ بد ہے۔اب بادشاہ کا وہ خواب بھی پورا ہوگا جس کی تعبیر پہلے ہی سے یوسفِ موعود حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرہٗ نے بتلا دی ہے وہ یہ کہ سات موٹی گائیں سات دبلی گائیوں کو کھا گئی ہیں اور سات سبز خوشے اور سات خشک۔درباری اس کی تعبیر نہ پہلے بتلا سکے اور نہ اب بتلا سکتے ہیں۔یہ کام تو صرف اسی کا ہے جسکو یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ کہا گیا ہو۔یہ خشک سالی والا دور اور سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ کی قوت ہاضمہ دوبارہ اپنا کام کریگی اور مکرّر وہ سَبْعٌ عِجَافٌ کا لقمہ کر لیں گی۔پانچ سال کی مدت قریب الختم ہے دو سال ابھی باقی ہیں اُس دن واضح ہو جائیگا کہ بادشاہ کا خواب اور یوسف کی تعبیر غلط ثابت نہیں ہوئی۔وہ دور جو خواب کی تعبیر میں جو یوسفِ اول نے لیا تھا وہی تعبیر یوسفِ ثانی کی ہے۔حسبِ معمول تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا کا عمل ہوگا۔

(۱) اِحْدَی الْکُبَرُ وہ آخری دوزخ ہے جو ساری دنیا کو گھیر لیگی جس کے ۱۹ داروغہ ہیں یہ سیاسی دنیا کے یا تو بڑے مہرے ہیں یا پھر کسی حکومت کے چلانے والوں کی تعداد ہے۔ یہی لوگ اللہ والوں کے مقابل آجاتے ہیں۔ خود بھی تباہ ہوتے ہیں اور اپنی قوم کو بھی تباہ کراتے ہیں۔ کہا گیا ہے عَلَیْھَا تِسْعَةَ عَشَرَ وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰئِكَةً .(۳۱:۷۴) یہ انقلابِ عظیم جو ہماری نظروں کے سامنے ہے یورپ والوں کا ہے کہ جنہوں نے مسیحؑ کے بعد حضور سرورِ عالم ﷺ کا دامن نہ پکڑا اور خود ہی مصیبتوں کا شکار ہوئے۔ یہ عالمگیر تباہی جو ہر ملک میں ہے اللہ پاک نے عیسائی قوم کو ہی اس کا ملزم گردانا ہے۔ کہا گیا ہے فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ فَاِنِّیْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّا اُعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ .(۱۱۵:۵) پس یہ عیسائی قوم جب حضور سرورِ عالم ﷺ کے انکار پر کمربستہ ہو جائے گی تب انہیں ایک ایسا عذاب دیا جائیگا کہ اس سے پہلے کسی کو دنیا میں ایسا عذاب نہیں دیا گیا تھا۔ (۲) قرآن کریم میں تین گروہوں کا تذکرہ ہے۔ پہلا گروہ اولین کا دوسرا گروہ آخرین کا اور ان دو گروہوں کے ہمراہ رہنے والا ایک گروہ ہے جسکو اَصْحٰبُ الْیَمِیْن کہا گیا ہے۔ اولین اور آخرین کے ہر دو گروہ اپنی بعثت میں اصحاب الیمین کو اپنے ہمراہ رکھتے ہیں۔ اور ایک چوتھا گروہ بھی ہے جسکو اصحاب الشّمال کہا گیا ہے یہ مخالفین اسلام کا گروہ ہے جن کی بابت قرآن کریم میں آیا ہے اَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُتْرَفِیْنَ وَکَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَی الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ .(۴۲:۵۶)۔ ترجمہ بائیں ہاتھ والے بائیں ہاتھ والوں کی کیا بری حالت ہے تو وہ ابلتے پانی میں ہیں اور سیاہ دھویں کے سائے میں ہیں۔ نہ ٹھنڈا اور نہ عزّت والا۔ وہ اس سے پہلے آسودگی میں متکبّر ہو رہے تھے اور بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے۔ اس آیت میں اللہ پاک نے مخالفین حق کا انجام بیان کیا ہے۔ پہلے تو ان کو اصحب الشمال یعنی بدبخت قرار دیا ہے اسلئے کہ یہ ہر وہ پہلو استعمال کرتے ہیں جو دنیا کے لئے ہو دین کا کوئی جزبہ ان میں نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ دین کو بھی دنیا کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ اُن کی دوسری صفت فِیْ سُمُوْمٍ حَمِیْمٍ کی ہے۔ اُن میں سیاست کی گرمی کا ایک قسم کا زہر چڑھ جاتا ہے۔ تیسری صفت وَظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ کی ہے۔ اس گرمی میں وہ اپنی نجات کا سہارا ایک ایسی قوم کو قرار دیتے ہیں جو بظاہر سایہ کا کام دیتی ہے لیکن وہ ان کو تباہ کر کے رہتی ہے۔ اور وہ قوم جسکو قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا ہے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِیْلٍ وَّلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ .(۲۳:۷۷) یعنی یہ وہ قوم ہے جو تثلیث کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے تین شاخوں والی کہلاتی ہے۔ وہ نہ دنیا کو امن دے سکتی ہے اور نہ انقلاب کے شعلوں سے بچا سکتی ہے بلکہ وہ خود شرارے پھینکتی ہے تیسری صفت اس قوم کی یہ ہے کہ وہ لَا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ کے مقام والی ہے۔ یعنی نہ وہ مقام عروج پر پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں جمود کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ گویا کہ وہ زندہ درگور ہوتی ہے اس لیے کہ وہ اللہ والوں کے مقابلے میں اپنے عارضی ساز و سامان پر متکبّر رہتی ہے یہانتک کہ وہ اپنے گناہوں پر اصرار بھی کرتی ہے۔ اسی قوم کو اللہ پاک نے کَالْغَمِیْمِ بھی کہا ہے یعنی اس قوم پر ہلاکت کے وقت غم پر غم ڈھایا جاتا ہے۔ وہ اپنی تباہی یعنی زر۔ زن۔ زمین اور اہل و عیال کے لٹ جانے پر ایک المناک غم میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ کہا گیا ہے فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ۔ ان پر ایک غم تو پہلے تھا کہ ان کی طاقت اور حکومت چھن جائیگی۔ اُس پر دوسرا غم یہ ہوا کہ وہ اپنا مال و متاع اور حشمت بھی کھو بیٹھے اور سب سے بڑا غم یہ کہ یہ سب کچھ ان اللہ والوں کے سامنے ہی ہوا جن کو یہ جھٹلاتے تھے نہ صرف اتنا ہی ہوتا ہے بلکہ وہ کَالرَّمِیْمِ کی سی حالت پر آجاتے ہیں۔ کہا گیا مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ کَالرَّمِیْمِ.(۴۲:۵۱) یعنی اُن کی فصل جو خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بوئی تھی چور چور ہوئی نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

کرے کوئی توبہ تو اب بے اثر ہے
کہ مُدت ہوئی بند توبہ کا در ہے
بہرحال اب صاف راہِ سقر ہے
سقر یہ وہی ہے جو اِحدی الْکُبَرُ ہے
یہ وہ دور ہے جو کہ پیشِ نظر تھا
مگر حیف تجھ پر کہ تو بے خبر تھا
(۲۶۹)

تری معصیت ہے قدیمُ القدیم
تو اب پیلے اے طَاغِیْ مَا الْحَمِیْمِ
ہے قلّاش اس وقت تو کَالْغَمِیْمِ
کہ جنت تیری ہوگئی کَالرَّمِیْمِ
مکیں بے عمل ہے مکاں حاوِیہ ہے
جو ایسا ہے بس اُمُّهٗ ھَاوِیَه ہے
(۲۷۰)

ملا کیا تجھے حالتِ ظاہرہ سے
جو رُخ تو نے پھیرا ہے اب آخرہ سے
یہ پھر کس لئے خوف ہے فاقرہ سے
نمایاں تعب ہے رُخِ باسِرہ سے
تجسّس ہے بیکار تیری نظر کا
کہ باقی ہے وقت اب کَالْحِ الْبَصَرْ کا
(۲۷۱)

نعت درشانِ ربُّ العُلیٰ و صاحبِ کِفلین صلی اللہ علیہ وسلم

کہاں پایا کسی نے مرتبہ ختم نبوت کا   سراجُ الاوّلین وآخریں کی شان وعظمت کا
ہوا مِشکوٰۃ میں مِصباح روشن جب نبوت کا   زُجاجہ دل بنا صدّیقِ اکبرؓ پاک طینت کا
اسے کہتے ہیں فیضِ اِتباعِ سرورِعالمؐ   کمالِ انبیاء ورثہ بنا عُلمائے اُمت کا
ازل ہی سے نبوت اورولایت ِکفل ہیں دونوں   لیا ہے ذمہ ذوالکفلین نے ان کی کفالت کا
ظہورِ قرنِ اوّل یا ظہورِ قرنِ آخرہو   ہے جلوہ صاحبِ قرنین کی قُربت کا بُعدت کا
گروہِ اوّلیں وَ آخریں زُلفیں پیمبرؐ کی   ہے ان میں صاحبِ ثقلین میں رشتہ محبت کا
دنیٰ یک قوس قربت اور تَدلّٰی قوس بُعدت ہے   بنا ہے قاب انہی قوسین میں اک وصل وحدت کا
کیا جس ذاتِ احدیت نے وحدت میں نزول اپنا   اناالموجود آئینہ ہے اس کے ذوقِ فطرت کا
کیا ہے تذکرہ اللہ نے اگلے صحیفوں میں   محمد مصطفیٰؐ کی پاک سیرت اور بعثت کا
لِواءِ مصطفیٰؐ کے نیچے سارے انبیاء ہونگے   یہی اک حاشرالانسان ہے روزِ قیامت کا
نہ چھیڑوتذکرہ تم سابقہ ادیان کا ہم سے   ہے اب اسلام عالم گیرمذہب خیرِاُمت کا
ادب سے آکے رضواں نے کہارندوں کی محفل میں   گنہگارو چلو آقانے در کھولا ہے جنت کا
تمام اگلے صحیفے ہیں اسی کی معنوی لہریں   کہ یہ قرآنِ ناطِق اک سمندر ہے بلاغت کا
خط و خالِ امارت یاامامت یاسیاست ہو   یہ مُصحف ہیں نظرآئیگا نقشہ ان میں صورت کا
فقیری اور امیری ایکجا ہوجائیں جوائے دل   تو لگ جائیگا خوداندازہ مومن کی فراست کا
زمانہ کیوں بدلتا ہے اُسے ابدال ہی جانیں   ہے ان کے علم میں یہ رازِ سربستہ مشیّت کا
فدایانِ نبیؐ کی ٹھوکروں میں تھی جہاں بانی   زہِ وہ تیس سالہ دور منہاجِ نبوّت کا
علیؓ کا ہاتھ شمشیرِ عمرؓ آوازِ صدّیقؓ   سرِ عرشِ بریں ہے ذکر اب بھی انکی عظمت کا

صداء اُنکے کھڑاؤں کی سرِعرشِ بریں گونجی — بیاں کیا ہو بلالِؓ عاشقِ صادق کی رفعت کا
خلیلُ اللہ کی خلّت کو غارِ ثور سے پوچھو — کہاں لا کر دیا اللہ نے درجہ رفاقت کا
خلیلُ اللہ کی خُلّت اگر ہو دیکھنی جسکو — وہ دیکھے پیکرِ صدیقؓ میں رُتبہ سماحت کا
مزا کیا کیا اُٹھایا دل سے یارِ غار کے پوچھو — محبت کا رفافت کا صداقت کا خلافت کا
جناب نوحؑ کی شدّت اگر تُم دیکھنا چاہو — تو دیکھو حضرتِ فاروقؓ میں جو ہر شُجاعت کا
چراغ اب تک ہے روشن نام کا فاروقِ اعظم کے — قناعت کا خطابت کا خلافت کا عدالت کا
ادب سے جامعِ القرآن ذُوالنّورین سے پوچھو — مزہ لُطف و کرم شرم وحیا کا اور ثقافت کا
علیِؓ مرتضیٰ کی شانِ اقدس سے نُمایاں ہے — اثر علم و فضیلت کا سخاوت کا شُجاعت کا
کہاں علمِ لدُنّی اور کہاں بیچارہ یہ حاؔمد — یہ صدقہ ہے کسی صدیق کامل کی اطاعت کا

سلام برائے امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قدم کو چومتی ہے نعمتِ عظمیٰ شہادت کی — حسینِؓ پاک حجت ہیں براہیمی بشارت کی
محمدؐ نورِ مشکوٰتی علیؓ مِصباح کی صورت — زُجاجہ ہستئ شبّیر ہے ایوانِ قدرت کی
نبوّت سابقہ جُزوی امامت جاریہ کُلّی — ازل ہی سے ہیں تصویریں یہ دوغیب وشہادت کی
تمنّا انبیاء کی ایک قلبِ ابنِ حیدرؓ ہے — امامت مرکزیّت ہے ہراک جُزّی نبوت کی
علیؓ بحرِشجاعت فاطمہؓ بحرِ سخاوت ہیں — ازل سے جامعُ البحرین ہے ہستی رسالت کی
نبوت اور امامت ہیں یہ دو کِفل اک تجلّی کے — نظر آتی ہے ذُو الکِفلَین میں خودشان وحدت کی
خلیلُ اللہ کا رویاء وہ اک ارہاص تھا گویا — حُسینؓ ابنِ علیؓ تعبیر ہیں تفسیرِ خُلّت کی
وہ دستِ شیرِ یزدانی منقّش دو جہاں جس میں — نبیؐ نے عرش پر دیکھا زِہ رفعت امامت کی
اگر حسنینؓ ہیں راکب تو ہیں دوشِ نبیؐ مرکب — زمامِ نرم و نازک بن گئیں زُلفیں نبوت کی
مجھے کہتے ہیں حاؔمد حمد کرنا کام ہے میرا — فریضہ ہے میرا اس واسطے مِدحت امامت کی

سلام برائے امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب شوق شہادت کا دل میں انسان کے محکم ہوتا ہے
وہ اور ہی حالت ہوتی ہے وہ اور ہی عالم ہوتا ہے
تخلیقِ وجودِ آدم میں مضمر اک عالم ہوتا ہے
اتمامِ نبوّت ہو جس پر واللہ وہ خاتم ہوتا ہے
وہ قلب جو دستِ قدرت سے مشکوٰۃِ دوعالم ہوتا ہے
حیدرؓ کا وجودِ مصباحی اس قلب کا مُحرَم ہوتا ہے
جب ذاتِ احد ہوجاتی ہے ملبوس لباسِ وحدت میں
ان دونوں کے باہم ملنے سے اک نورِ مجسم ہوتا ہے
شاداب رہے کیونکر نہ سدا گُلزارِ وقارِ مُصطفویؐ
شبّیر کے حلقِ نازک سے جب خون فراہم ہوتا ہے
حیدرؓ کی ہتھیلی آقا نے جب عرش پہ دیکھی فرمایا
جبریلؑ میں یہ پرواز کہاں اک حد پہ وہ بیدم ہوتا ہے
شبّیر کا صبرِ لا محدود اللہ غنی اللہ غنی
عیسیٰؑ کی حقیقت کُھلتی ہے جب سجدے میں سرخم ہوتا ہے
ہے دستِ یزید امارت پر ہے دستِ حُسینؓ امامت پر
ہوتا ہے جُدا بالکُل حق سے بدعت کا جو عالم ہوتا ہے
اُس خوابِ خلیلُ اللّٰہی کو شبّیر کے منصب میں دیکھو
تعبیر میں گردن کٹتی ہے اور سجدے میں سرخم ہوتا ہے
سادات کے غم کی کیفیت کسطرح بیاں ہوائے حامدؔ
رفتارِ نفس بڑھ جاتی ہے جب دل میں ماتم ہوتا ہے

دیگر

علیؓ جب ہوگئے آگاہ اسرارِ نبوّت سے
تو بابُ العِلم کا منصب ملا شاہِ رِسالت سے
بٹھاکر شبّر وشبّیر کو آقا نے شانوں پر
اِمامت کو سہارا دے دیا اپنی نبوّت سے
امامت اور ولایت ہیں یہ دو زُلفیں نبوت کی
یہ قوسینِ رسالت میں ہے رشتہ قابِ وحدت سے
شہادت سے حسین ابنِ علیؓ کی ہوگیا ثابت
امامت ہٹ نہیں سکتی کبھی نہج نبوت سے
حسینؓ ابنِ علیؓ نے کردیا اسلام پر احساں
محبت سے مروّت سے صداقت سے شہادت سے
شہادت کیا ہے پوچھے ابنِ حیدرؓ سے کوئی اب بھی
شہادت کو غرض کیا فلسفی کی بحث و حجّت سے
ثبوت اس کا ملا ہمکو ہر اک تاریخ سے پیہم
سیادت کو بہت نقصان پہنچا ہے سیاست سے

یہ ابنِ علیؑ نے حسینؑ دکھلایا اپنے سے عمل
ہے بہتر جان دینا فاسق و فاجر کی بیعت سے

نے دیں سرورِ موسیٰ کو خود ہارون کہ کہہ کو علیؑ
گذشتہ انبیاء کا کردیا الحاق امت سے

بڑھے حسنینؑ کے جب ہاتھ سوئے زُلفِ پیغمبرؐ
امامت عرش پیما ہوگئی فرطِ مسرّت سے

یہ علم و فضل و دولت جو بھی حامد کو میسّر ہے
حسینؑ ابن علیؑ نے کی عطا خوانِ رسالت سے

خلیل اللہ کا وہ خواب اک ارہاص تھا حامدؔ
ہوئی تعبیر اُس کی ابنِ حیدرؓ کی شہادت سے

دیگر

سارا عالم درد کی تصویر ہے
ابنِؓ حیدر کی بھی کیا تسخیر ہے

جس نے سینہ چاک ظلمت کا کیا
وہ فقط شبّیر کی شمشیر ہے

اک حسینؑ ابنِ علیؑ عالی مقام
عقلِ کُل کی مِن وعن تصویر ہے

کُل نبیوں کی تمنّا کا مقام
ایک قلبِ حضرتِ شبّیر ہے

خوابِ ابراھیم اک ارہاص تھا
اور حسینؑ ابنِ علیؑ تعبیر ہے

پیرویِّ عزم حیدرؓ خاص کر
حامدؔ اعدا کے لئے شمشیر ہے

تمام شُد

تشریحِ مشکوٰۃ

اَللّٰہُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ. اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ. اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ. یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ. نُوْرٌعَلٰی نُوْرٍ. یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ. وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ. وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہ(۳۵:۲۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال ایک قندیل کی دی ہے. اور یہ ضروری ہیکہ قندیل کی روشنی دور تک چمکنے کیلئے جس سے مشرق اور مغرب روشن ہوجائے وہ ایک مینار پر ہو اس وجہہ سے اسکے لئے اللہ تعالیٰ نے قندیل کا لفظ نہیں کہا بلکہ مشکوٰۃ کہا جو جامع ہے مینار اور قندیل کا. اور بتایا گیا کہ اس قندیل میں ایک مصباح ہے وہ دنیا کو نہیں دکھتا کیونکہ اس پر ایک حباب ہے اور روشن حباب جو کوکبُ دریٌّ کی طرح چمک رہا ہے وہ پتہ دے رہا ہے کہ اس کے اندر ایک روشن شعلہ ہے اور اس کا یہ کمال دکھایا گیا ہیکہ جب وہ خاموش ہوتا ہے تو دنیائی شعلہ کی طرح کسی دوسری روشنی سے یا اور ذریعہ سے روشن نہیں ہوتا بلکہ وہ وقت پر از خود روشن ہوتا ہے. کمال یہ کہ نورٌ علیٰ نور ہوتا ہے. پہلے کے بہ نسبت زیادہ روشن ہوتا ہے. ہر وقت بارِ دیگر روشن ہونیکے لئے جدید زجاجہ یعنے گلوب جدید نہیں آتا وہی گلوب رہتا ہے۔ یہ مثال حضرت مُحمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کو دکھانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ہے. کیونکہ آپؐ کی ذات کے نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (۷:۱۹۸) یعنے ائے میرے حبیب آپؐ پر لوگوں کی نظر پڑتی ہے مگر وہ آپؐ کو دیکھ نہیں سکتے ثانی اثنین کے خطاب کے حقدار یارِ غار آپؐ کو اپنے وجود سے دکھاتے ہیں. آپؐ فرماتے ہیں مُردوں سے زندہ ہوکر چلنے پھرنیوالا اگر دیکھنا چاہتے ہو تو ابوبکر صدیقؓ کو دیکھو. دوسری دلیل یہ کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وصال ہوا حضرت علی کرّم اللہ وجہٗ آپؓ کے لاشہ کے پاس کھڑے ہوکر خطبہ دیا جو ایک طویل خطبہ ہے اس میں الفاظ یہ ہیں کہ "آج حضرت رسولِ کریم ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے"۔ اور یہ فیصلہ شدہ امر ہیکہ حضور منبع انوار ﷺ ہر قیامت کے مالک ہیں. چنانچہ حدیث ہے "بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ" اَشَارَ اِلَی السَّبَابَۃِ وَالْوُسْطٰی" اور فرمایا اللہ کا ایک خلیل ہے اور میرا بھی ایک خلیل ہے. اور فرمایا قیامت میں خلیل مبعوث ہوگا یہ بشارت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ آپؐ آئینگے. اور آپؐ کا زجاجہ بھی آئیگا. گویا صدیقؓ کے وجود سے ہر قیامت میں رسولِ اکرم ﷺ ظاہر ہونگے. واقعات یہ ثابت کررہے ہیں کہ صفتِ صدیقی ایک ہی فنافی الرسول کی شناخت ہے۔ الفقر فخری والفقر منّی کی حدیث کی کامل اتباع حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کی اپنا کچھ نہ رکھا اور اسکے بعد فقیری لباس کا ہو پہنا تو کفن کیلئے بھی یہی کپڑا تھا. گویا سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ کی ذات پر فقر تھا اور فرمایا "ڈیڑھ سو انبیاء کے آپؓ مثیل ہیں" آپؓ کو یوسفؑ کے مثیل اور ابراھیمؑ کے مثیل سے یاد کرتے تھے. موجودہ قیامت میں آپؓ تشریف لائے ہیں. ڈیڑھ سو کی تعداد میں آپؓ کے ساتھ مثیلِ انبیاء ہیں. اپنے اندر "مصباحِ محمّدیؐ" دکھلا رہے ہیں. اور "کوکبٌ دریٌّ" بنکر چمک رہے ہیں۔ روایات سے ثابت ہیکہ یہ مشکوٰۃ اسلام کے ظہور کے پیشتر لاکھوں برس سے اسکا یادگار چلا آرہا ہے. وہ بطورِ نشان ہر معبدگاہ کے سامنے خصوص ہندوستان میں جہاں کثرت سے معبدگاہ ہیں ان کے سامنے مینار کی صورت میں روشن کھڑا ہے. اور یہ ثابت شدہ امر ہیکہ کوئی نبی یا رسول یا اوتار ایسا نہیں گذرا جسکا بُت اسکی امت نے نہ بنایا. چنانچہ نوحؑ کا بت بنا اور ابراھیمؑ کا بت مکہ میں موجود تھا. اور کیدارؔ ابراھیمؑ کے پوترے کا بت کاسی میں موجود ہے. اور ابتک ہندو کاسی کو "کیدارؔ سینو ھاسن" کہتے ہیں اور ایوّبؑ کا بُت ترپتی میں معہ اپنی بیوی اور انکی چوٹی کے موجود ہے اور یہ حقیقت ہے. ہر نبی نے بت پرستی کی بڑی سختی سے مذمت کی سری کرشن جی کی گیتا اسکی شاہد ہے. اور رام جی کی شیو گیتا اسکی شاہد ہے. اور سینکڑوں رشیون اور اوتاروں کی تعلیم سے یہی بات پائی جاتی ہے. بُت کے بننے کی وجہہ صرف لَرَدُّوْکَ اِلٰی مَعَادٍ کی محرومیت ہے. ان کے بت خانوں کے سامنے اس مشکوٰۃ کا استادہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے. انہوں نے بطورِ پیشگوئی اسکا پتہ دیا تھا. بدلیلِ حدیث "انامن نور اللّٰہ و کل شیءٍ مِّنْ نوری" یعنے ہر نبی اور ھادی آپؐ کے نور کا ایک ذرّہ تھا. وشنو کا ہر اوتار اور ایشور کا ہر اوتار آپؐ کے نور سے ہی روشن ہوا تھا اسو جہہ سے اپنے باپ کے آنیکا پتہ دیا ہے. کوئی ایسی کتاب جو کسی ھادی یا رسول کی طرف منسوب کی گئی ہو. وہ کھلا کہتی ہے "ہمارے سردار آنیوالے ہیں" وشنو کے ماننے والے جس قوت کے کس اوتار ہوئے اخری دسوٰن اوتار کو مہا وشنو اوتار یا کلکیؔ اوتار کے نام موسوم کیا ہے. کلکی کے لفظی معنیٰ بُت شکنؔ کے ہیں. چونکہ جب آپؐ آئے اپنے ہمراہ کل اوتاروں نبیوں و رسولوں کو لیکر آئے. حدیث: "مَا مِنْ نَبِیِّ اِلاَّ لَہٗ نظیرٌ مِّنْ اُمَّتِیْ" اور اپنے قرب وجوار میں ظاہر شدہ انبیاء کو گن گن کر اپنی امت میں بتایا. ان انبیاء کا بت خانہ جہاں بنا ہے وہاں ایک مینار قندیل والا موجود ہے۔ چنانچہ وشنو کے دس اوتار ماننے والے اس مشکواۃ کو گرُڑا ستھنبؔ کہتے ہیں. یہ اقوام شمالی ہندوستان کے ہیں اور جنوبی ہندوستان ایشور اوتار کے ماننے والے ہیں. وہ اقوام اسکو ایشورا ستھنبؔ کہتے ہیں. اسکا عملی نقشہ مورتوں کی شکل میں یلورہ غاروں میں سولہ نمبر کے غار میں نظر آئیگا. اس استھنب سے یعنے قندیل والے مینار سے ایشور ظاہر ہوا ہے. اور برھمٗ وشنو سامنے ہیں. اور دو برّاق سامنے ہیں. وشنو والے اسکو گروڑ استھنب اسوجہہ سے کہتے ہیں. وشنو کا نشان گرُڑ ہے. اور یہ ریاستِ میسورؔ کا سرکاری نشان و مُہر بنا ہوا ہے. کیونکہ راجہ ویشنو ہے۔

خلاصۂ نقشہ لوحِ محفوظ

قرآنِ مجید کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بَلۡ هُوَ قرآنٌ مَّجِيۡدٌ فِي لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ہ (۸۵ : ۲۲) اس ایت میں هُو ا کی ضمیر اس سے ماقبل ایت واللّٰہُ مِن وَّرَآئِهِمۡ مُّحِيۡطٌ ہ کے طرف اشارہ کررہی ہے. یعنے کافروں کو تکذیب کی وجہہ سے اللہ تعالیٰ نے گھیر لیا ہے. زمانہ کی ضرورت کو محسوس کر کے اللہ تعالیٰ نے رسولُ اِلَی النَّاسِ جَمِيۡعاً کو بھیجا. کافر نادانی سے اسکی تکذیب کررہے ہیں. چونکہ مومن اس سے فیض پاتا ہے. اسوجہہ سے اللہ تعالیٰ ان کو جائے فرار دینا نہیں چاہتا اسوجہہ سے گھیر لیا ہے یا تو وہ اسلام قبول کر کے سلامت رہیں. یا انکار کر کے تباہ و برباد ہوں. ''یجعلون اصابعهم فی آذانهم من الصوائق'' والی کافروں کی حرکت بے فائدہ بتاتے ہوئے فرمایا ہے اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمَاتٌ وَّ رَعۡدٌ وَّ بَرۡقٌ آسمان سے رحمت للعالمینؐ کے وسیلہ سے بارانِ رحمت برس رہا ہے اسمیں صَوَائِقُ بھی ہیں. جو کافروں کیلئے مقرر شدہ ہیں بجلی کی چمک کو کافروں نے دیکھ لیا اور رعد کی آواز اسی وقت نکل چکی ہے بعد مہلت کافروں کے کانوں تک آنے پر کانوں میں انگلیاں رکھ لئے اس سے کوئی فائدہ نہیں. اسلام پھیل کر رہیگا اور کافر عذابُ اللہ میں گرفتار ہو جائینگے.

قرآن اپنی آمد کی غرض کو پورا کر کے رہیگا اسکا عمل اللہ تعالیٰ نے خود بتلایا ہے ایت: ''وَلَوۡ اَنَّ قُرۡاٰناً سُيِّرَتۡ بِهِ الۡجِبَالُ اَوۡ قُطِّعَتۡ بِهِ الۡاَرۡضُ اَوۡ كُلِّمَ بِهِ الۡمَوۡتٰى. (۱۳:۳۱) اس امر اللہ کی مخالفت کر کے کوئی جیت نہیں سکتا. کمال یہ کہ قرآن کا حامل ہر بلا سے محفوظ رہیگا. اسکے لئے وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاس کا وعدہ ہے وہ انسانوں کے ہاتھوں سے ہلاک نہیں ہوگا. اسکی روحانی قوتوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے. لوحِ محفوظ درحقیقت اعیانِ ثابتہ کا نقشہ ہے. انسان ان خداداد قوتوں میں خیانت کر کے مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے.'' درحقیقت لوحِ محفوظ سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے. اور تفصیل ہے''.

اس نقشہ میں قرآنِ کریم کے سات سوٓایات دکھائے گئے ہیں جو نفسِ امّارہ اور نفسِ لوّامہ اور نفسِ مطمئنّہ سے تعلق رکھتے ہیں. اس نقشہ کی ابتداء احدیت سے ہوتی ہے اور احدیّت پر ہی اسکی انتہاء ہے. درمیان اس دائرہ کے آغاز اَلۡحَمۡد سے ہے. وہ تعریف کے قابل ہے. تعریف سے ہی ظاہر ہوا. کائنات غیب و شہادت میں اسی آواز کی حامل ہے. اور اظہار بھی حمد اللہ کا ہی ہے.

احدیت کو ہندو فقراء اَدْویت کہتے ہیں. اور الحمدؔ کی آواز کو اونکار کہتے ہیں. چونکہ ذات کا نام اللہ ہے. اور وہ کسی اوتار یا نبی پر ظاہر نہیں ہوا. کیونکہ وہ صفات اللہ کے مظہر تھے. اسوجہہ سے ان کے الہامات اور وحی میں ذات کا نام نہیں ہے. اور اللہ نے اعجاز کے طور پر دنیاء کی (۸۳۲) زبانوں میں ذات کا نام ہی نہیں رکھا. چونکہ عربی زبان میں آخری نبی رحمة للعالمین ﷺ رسولُ اِلَی النّاس بنکر آنیوالے تھے اسوجہہ سے اس زبان میں اپنے ذات کے نام کو رکھا اور اپنے تصرف سے اس زبان میں بنائے آدمؑ سے حضرت خاتم للنبیّن ﷺ تک کسی نبی کو نہیں بھیجا. اس نقشہ میں اللہ کے بالمقابل کوئی وجود کسی زبان کا نہیں ہے. بعد اس واجب الوجود کے رب العالمیّن ظاہر ہوا جسکو ہندو فقراء ایشوّر کہتے ہیں. اسکے بعد رحمٰنؔ، رحیمؔ، مالکؔ ہیں. چونکہ مالک اپنی مِلک کو بنانیکے لئے بروزِ قیامت زمین کا وارث ہوتا ہے. اسوجہہ ''مالکِ یوم الدین'' کہلاتا ہے.

ہندو فقراء ان تینوں کو برھمؔ، وشنوؔ، رُدرؔ کہتے ہیں اور ان تینوں سے نو د پر نو (۹۹) صفتوں کا اظہار ہوتا ہے. بذاتِ خود یہ تین صفتیں اور ان کے متعلقہ ہر ایک کے بتیس بتیس صفات ہیں. جو قدِ آدم نقشہ میں ظاہر کئے گئے ہیں. اور یہاں پر ایک بنیادی صفت کے ساتھ بصورتِ نکتے ظاہر کئے گئے ہیں.

چونکہ انسان شہوت اور عقل کا حامل ہے. عقل سے اپنی صفتوں سے کام نہ لے تو وہ صفتیں شہوت کی طرف رُخ کرتی ہیں. اور اسکو دوزخ کو لیجاتے ہیں. جو پاس ہی ہے. اور اگر حقیقی کام کی طرف لگ جائیں وہ جنت کو لیجاتے ہیں. جو پاس ہی لگی ہوئی ہے. یہ عروج میں اللہ کے اخلاق کہلاتے ہیں. انسان کو حکم ہے ''تَخَلَّقُوۡ بِاَخۡلَاقِ اللّٰہ'' اور اپنے میں اللہ کے اخلاق پیدا کرنیکا انسان مکلّف ہے. کیونکہ یہ فطرتاً جنّتی اور نیک پیدا ہوا ہے''. رسولوں، نبیوں اور اوتاروں کا ظاہر ہونا خود اس بات کی دلیل ہے.

''اس دائرہ غیب سے جب انسان نکلا تو اسکو شریعت کا مکلّف ہونا پڑا. اسکی پابندی میں ہی انسان کہلایا. شریعت کی پابندی کا دائرہ نقشہ میں نفسِ امّارہ سے موسوم کیا گیا ہے''.

حقیقت صلوٰۃ

قول ربّ العٰلمین بتا رہا ہے کہ نماز اخلاق رذیلہ سے بچا کر اخلاق فاضلہ تک پہنچاتی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان چار عناصر سے مرکّب ہے اور نماز میں ہر ایک عنصر کی شکل والی کیفیت کا ایک ایک رکن ہے دیکھو نقشہ فلسفہ نماز یعنی الصّلوٰۃ معراج المومنین. مثلاً آگ کا خاصہ ہے کہ وہ کھڑی شکل اختیار کرے اس کا تعلق قیام سے ہے اور پانی کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ سجدہ کی شکل اختیار کرے کیونکہ جب زمین پر ڈالا جاتا ہے تو بہہ نکلتا ہے اس کا فعل سجدہ ہے اور ہوا کا خاصہ ہے کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان پھرے اور اس کا تعلق رکوع سے ہے اور مٹی کا خاصہ ہے کہ وہ قعدہ کی شکل میں ہمیشہ بچھی ہوئی رہے اللہ تعالےٰ نے انسان کی لاکھوں صفات کو مجموعی طور پر ان چار عناصر میں تقسیم کیا ہے یعنی ہر ایک عنصر کی پانچ صفات عروج کی ہیں اور پانچ صفات نزول کی ہیں یعنی نزول درحقیقت عروج کا ضد ہے اللہ تعالےٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے جب انسان اپنی صفتِ خداداد کا صحیح استعمال نہیں کرتا تو لازمی طور پر اُس کا اندھیرا پہلو ظاہر ہوتا ہے۔

عنصر نار :- آگ سے اللہ تعالیٰ نے پانچ صفات پیدا کی ہیں وہ عقل۔شوق۔آرزو۔غیرت اور شجاعت ہیں. اسکو غلط استعمال کرنے سے اُن کی ضد عشق۔حسد۔غصّہ۔فراق اور غضب پیدا ہوتے ہیں یعنی غصّہ کی موجودگی میں عقل غیب ہوجاتی ہے. حسد کی آگ شوق میں جل جاتی ہے. فراق آرزو کو کھا جاتا ہے. عشق غیرت کو مٹاتا ہے اور غضب شجاعت کو کھا جاتا ہے. فنا کا تعلق دنیا سے ہے. جب انسان اللہ میں نہیں رہتا اُس کے آگ والے عنصر کی یہ خوبیاں برباد ہوجاتی ہیں یعنی اس کی معراج نہیں ہوتی ایک اہل اللہ انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ کلّی طور پر اللہ کی طرف مطیع کئے ہوئے ہوتا ہے. آگ سے پیدا شدہ عقل۔شوق۔آرزو۔غیرت اور شجاعت کی صفات علیٰ وجہ الکمال پہنچتی ہیں چونکہ مومن کی یہ پانچ صفات دنیاوی دباؤ سے دور رہتی ہیں اس وجہ سے آسمان میں مخلاّ بالطبع سیر کرتی ہیں اور جس قدر مومن زور لگاتا ہے اسی قدر عروج کرتی ہیں. جب اپنے اندازے سے باہر ہوجاتی ہیں تو نور میں جلوہ افروز ہوکر عالم ملکوت میں سیر کرتی ہیں. فضل باری سے عالم جبروت میں آجاتی ہیں تو علیم۔عزیز۔قہّار۔جبّار اور ذوالجلال والاکرام وغیرہ کی صورت اختیار کرتی ہیں. جب اپنی ذات کی طرف توجہ کرتی ہیں تو ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ میں ضم ہوجاتی ہیں. یہی منتہائے معراج ہے. انسانی آگ کا یہی تزکیہ نفس ہے۔

عنصر ماء پانی:- پانی سے اللہ تعالیٰ نے جو پانچ صفات پیدا کی ہیں وہ بردباری۔کلام۔بینائی۔سلوک اور دانائی ہیں. انکے غلط استعمال سے اُنکی ضد غم۔رنج۔ملال۔فکر اور مہر پیدا ہوجاتی ہیں. مہر کی موجودگی میں بردباری جاتی رہتی ہے اور ملال کی موجودگی میں کلام بند ہوجاتا ہے. غم کی موجودگی میں دانائی جاتی رہتی ہے. رنج کے ساتھ ہی سلوک رفو چکّر ہوجاتا ہے فکر میں بینائی جاتی رہتی ہے. فنائیت کا تعلق دنیا سے ہے. جب انسان دنیادار بن جاتا ہے تو پانی کے عنصر کی خوبیاں برباد ہوجاتی ہیں یعنی اُس کا معراج نہیں ہوتا. ایک اہل اللہ والا انسان جب نماز میں سجدہ کرتا ہے تو وہ کُلّی طور پر توجہ اِلیٰ اللہ میں رہتا ہے لہذا پانی سے پیدہ شدہ بردباری۔کلام۔بینائی۔دانائی اور سلوک علیٰ وجہ الکمال پہنچتی ہیں. چونکہ مومن کی یہ پانچوں صفات دنیاوی دباؤ سے دور رہتی ہیں تو آسمان میں مخلاّ بالطّبع سیر کرتی ہیں اور مومن جس قدر زور لگاتا ہے اُسی قدر وہ صفات عروج کرتی ہیں. جب اپنے اندازے سے باہر ہوجاتی ہیں تو نور میں جلوہ افروز ہوکر عالم ملکوت میں سیر کرتی ہیں. فضل باری سے عالم جبروت میسّر ہوتا ہے تو رب۔رزّاق۔باری۔غفور اور رحیم وغیرہ کی صورت اختیار کرتی ہیں. جب اپنی ذات میں توجہ کرتی ہیں تو ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ میں ضم ہوجاتی ہیں. پانی سے منتہائے معراج انسان کا یہی ہے جس کو تزکیہ نفس کہتے ہیں۔

عنصر تراب۔مٹی :- مٹی سے اللہ تعالےٰ نے جو پانچ صفات انسان میں پیدا کی ہیں وہ صبر۔شُکر۔صدق۔سلیمی اور خلوت ہیں. ان کے غلط استعمال سے اُن کی ضد خواہش۔محبت۔مستی۔حرص اور طمع پیدا ہوجاتی ہیں یعنی حرص کی موجودگی میں صبر جاتا رہتا ہے. خواہش شکر کو مٹا دیتی ہے. مستی صدق کو ختم کردیتی ہے. محبت سلیمی فطرت کو توڑ ڈالتی ہے. طمع خلوت سے باہر نکال دیتی ہے. چونکہ فنائیت کا تعلق دنیا سے ہے جب انسان دنیادار بن جاتا ہے تو خاک کے عنصر کی یہ خوبیاں برباد ہوجاتی ہیں یعنی وہ انسان معراج سے محروم ہوجاتا ہے. اہل اللہ جب خاک کی طرح نماز میں قعدہ کرتا ہے تو وہ کلّی طور پر توجہ الیٰ اللہ میں رہتا ہے تو خاک سے پیدا شدہ صبر۔شکر۔صدق۔سلیمی اور خلوت علیٰ وجہ الکمال پہنچتی ہیں. چونکہ مومن کی یہ پانچوں صفات دنیاوی دباؤ سے دور رہتی ہیں اس وجہ سے آسمان میں مخلاّ بالطبع سیر کرتی ہیں اور جس قدر مومن زور لگاتا ہے اُسی قدر عروج کرتی ہیں. حتّٰی کہ جب اپنے اندازے سے باہر ہوجاتی ہیں تو نور میں جلوہ افراز ہوکر عالم ملکوت میں سیر کرتی ہیں اور فضل رب العٰلمین کے تحت عالمِ جبروت میں داخل ہوجاتی ہیں تو رحمٰن۔خالق۔فاطر۔بدیع وغیرہ کی صورت اختیار کرتی ہیں جب اپنی ذات کی طرف توجہ کرتی ہیں تو ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ میں ضم ہوجاتی ہیں خاک سے انسان کا منتہائے معراج یہی ہے جسکو تزکیہ نفس کہتے ہیں۔

عنصرِ باد۔ہوا :- ہوا سے جو اللہ تعالےٰ نے پانچ صفات پیدا کی ہیں وہ ارادہ۔قیاس۔خیال۔تفکّر اور احساس ہیں. انکے غلط استعمال سے اُن کی ضد وہم۔گمان۔وحشت۔تصوّر۔تخیّلات پیدا ہوجاتے ہیں. یعنی وہم کی موجودگی میں ارادہ باطل ہوجاتا ہے. گمان کی موجودگی میں قیاس قائم نہیں رہتا. تخیّلات کے پیدا ہوجانے میں

خیال باطل ہوجاتا ہے۔وحشت، تفکّر کوضائع کردیتی ہے۔تصوّر احساس کوملیامیٹ کردیتا ہے چونکہ فنائیت کاتعلق دنیا سے ہے ایک دنیادار کی یہ ہواوالی خوبیاں برباد ہوجاتی ہیں یعنی اسکومعراج نصیب نہیں ہوتا۔ایک اہل اللہ انسان جب نماز میں رکوع کرتا ہے تو وہ کلّی طور پر دنیا سے منقطع رہتا ہے۔لہٰذا ہوا سے پیداشدہ ارادہ۔قیاس۔خیال۔تفکّر۔احساس والی صفات کمال کوپہنچتی ہیں۔چونکہ یہ مومن کی پانچوں صفات دنیاوی دباؤ سے دور رہتی ہیں اس وجہ سے آسمان میں مخلاء بالطّبع سیر کرتی ہیں اور جس قدر مومن زور لگاتا ہے اسی قدر عروج میں رہتی ہیں اور جب اپنے اندازے سے باہر ہوجاتی ہیں تو نور میں جلوہ افروز ہوکر عالم ملکوت میں سیر کرتی ہیں فضل رب العٰلمین سے اُن کو عالم جبروت کی سیر نصیب ہوتی ہے' تو لطیف۔خبیر۔سمیع۔بصیر۔کلیم وغیرہ کی صورت اختیار کرتی ہیں۔جب یہ صفات اپنی ذات کی طرف توجہ کرتی ہیں تو ھُوَ اللّٰہُ احد میں ضم ہوجاتی ہیں۔انسان کے ہوا کا منتہائے معراج یہی ہے جسکو تزکیہ نفس کہتے ہیں۔

نوری اور ناری طاقتوں کی حقیقت

زمین وآسمان کی کل طاقتوں کی تعداد بتّیس (۳۲) کروڑ ہے۔ان سب کا سردار رب الافواج یعنی عقل ہے اور ناری طاقتوں کی تعداد چوراسی (۸۴) لاکھ ہیں۔ان سب کا سردار ابلیس یعنی شہوت ہے مجموعی حیثیت سے بیس (۲۰) حصوں میں منقسم ہے اور اسی طرح نار بھی بیس حصوں میں۔اور یہ بیس حصے والے انوار اپنے اندر کمال کو پہنچ ہی نہیں سکتے جب تک کہ وہ شکل عرفان۔علم۔زہد۔ادراک۔فہم کی اختیار نہیں کرتے۔یہ پانچوں صفتیں آسمان میں ہیں جو عناصر کا محیط ہے خلاء کے غلط استعمال سے چاروں عناصر کا معراج بدنما ہوجاتا ہے اور آخر بے نور ہوکر بیس صفتین زمین کی طرف واپس جاتی ہیں اگر کوئی شخص چاروں عناصر کا تزکیہ کیا اور خلاء میں گذر نہیں ہوا تو کچھ بھی نہیں رہا ایک مدّت کے بعد چند دن کی مہلت کے بعد وہ ناری صورت اختیار کرتی ہیں۔کاتے سوت تو ہوئی کپاس کا حال ہوجاتا ہے۔مگر وہ نزول کی پانچ صفتیں مثلاً حسد۔حرص۔وہم۔غم وغیرہ اپنی صورت بدل کر یگانگی۔لاپرواہی۔سڑکی۔دھن۔غفلت ہوجاتی ہیں۔اس حقیقت کو مادّی آنکھوں سے دیکھنا ہے تو پرانے خانقاہوں۔مٹھوں یا ویرانوں میں چلے جائیں وہاں مندرجہ بالا پانچ صفتوں سے کسی نہ کسی صورت میں لوگ نظر آئیں گے یعنی کوئی یگانگی پسند کرے گا کوئی سڑکی۔دھن یا مستی میں ہوگا یا کسی کو غفلت میں دیکھوگے۔جب ایسے لوگ نظر آئیں تو سمجھنا کہ اُن کا آسمان خراب ہوگیا ہے۔مومن کے ہاتھ میں آسمان کا نور رہتا ہے وہ اس کے سہارے چلتا ہے وہ خود حضور سرور عالم ﷺ ہیں۔مومن اتبّاعِ نبی کریم ﷺ میں کمال رکھیگا۔مومن کا علم کمال کا ہوگا۔زاہد صاف ہوگا۔عرفان کا پُتلا ہوگا۔ادراک بےنظیر رہے گا۔فہم اعلیٰ درجہ پر ہوگی۔غفلت کا نام نہیں رہے گا۔سڑکی نزدیک پھٹکنے نہیں پائے گی۔یگانگی کوسوں دور رہے گی۔دھن نزدیک تک نہیں آئے گی۔لاپرواہی نام کو بھی نہیں رہے گی۔چار کے ساتھ جب ہے' چار کے ساتھ برابر کام کرے گا مثلاً چاروں جنگل میں پکوان کی تیاری کرتے ہوں تو یہ لکڑیاں لائیگا اور کام اپنے ہاتھ میں لے گا۔مومن بچوں میں بچہ بڑوں میں بڑا نظر آئے گا۔مومن بازاروں میں پھرنے سے عار نہیں کرے گا۔مومن اپنا جوتا آپ سینے میں عار نہیں کرے گا۔مومن اللہ کے لئے مٹی اُٹھائے گا' خندق کھودیگا' دیوار بنائے گا۔مومن سپاہیوں میں سپاہی' اہل قلم میں اہل قلم ہوگا۔غرض مومن فریس ہوگا۔کسی معاملہ میں اسکو کمزور نہ دیکھوگے قویٰ جسمانی بھی کمال درجہ پر رہیں گے۔

عناصر خمسہ از روئے قرآن کریم

(۱) خلاء :- ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم. (۲:۲۹) یعنی آسمان میں معراج اُس شخص کو حاصل ہوتی ہے جسکو علم۔زہد۔عرفان۔ادراک۔فہم ہو یہ کسی کو حاصل ہوہی نہیں سکتے جب تک وہ فنافی الرّسول نہ ہو۔

(۲) عنصرِ باد :- وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّرَاکِعًاوَّاَنَاب. (۳۸:۲۴) یعنی ہوامیں اس شخص کو معراج حاصل ہوگی جس کے گمان۔وحشت۔وہم۔تصوّر۔تخیلات دور ہوں۔یہ دور ہوہی نہیں سکتے جب تک کہ وہ اللہ کیلئے رکوع نہ کرے۔

(۳) عنصرِ ماء :- وَلَقَدْنَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِنَ السّٰجِدِیْنَ. (۱۵:۶) یعنی پانی میں معراج اُس شخص کو حاصل ہوتی ہے جسکے دل کے ملال۔رنج۔فکر۔مہر۔غم دور ہوں یہ دور ہوہی نہیں سکتے جب تک کہ انسان اللہ کیلئے سجدہ نہ کرے۔

(۴) عنصرِ آگ :- فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَھُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابُ. (۳:۲۹) یعنی آگ میں معراج اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس کے حسد۔عشق۔فراق۔غضب۔غصّہ جاتے رہیں یہ دور ہوہی نہیں سکتے جب تک کہ انسان اللہ کیلئے قیام نہ کرے۔

(۵) عنصرِ خاک :- اُوْلِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَعَلٰی جُنُوْبِھِمْ. (۳:۱۹۱) یعنی خاک میں معراج اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو زمینی خواہشات مٹی۔محبت۔مستی۔طمع۔حرص میں نہ پڑے یہ ہوہی نہیں سکتا جب تک کہ انسان اللہ کیلئے سجدہ نہ کرے۔

شجرِ طیّبہ

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُھَافِی السَّمَآءِ تُؤۡتِیۤ اُکُلَھَا کُلَّ حِیۡنٍ بِاِذۡنِ رَبِّھَا (۲۴:۱۴)

اِس آیت پاک میں اللہ پاک نے کلمہ طیبہ کوشجرِ طیبہ سے تمثیل دی ہے. یعنی کلمہ طیّبہ جب عالم امثال میں آتا ہے تو وہ شجرہ طیبہ کہلاتا ہے. اسکی بنیاد اَصۡلُھَا ثَابِتٌ یعنی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودمبارک ہے. اِس درخت کی شاخیں آسمان میں ہیں. یہ اسکی وسعت اور بلندی کی جانب اشارہ ہے. یہ شاخیں دراصل انبیائے کرام کا زمانہ ہے اِس درخت کا پھل ٹھیک اپنے وقت پر نکل آتا ہے اسی درخت کوقرآن کریم میں دوسری جگہ شجراخضر اورشجرزیتون بھی کہا گیا ہے. یہ شجرہ طیّبہ اپنی پہلی منزل میں کلمہ طیّبہ کہلاتا ہے کلمہ طیّبہ کی شان کواس امت کا ہرفرد جانتا ہے. نظرعمیق سے دیکھا جائے تو قرآن کریم سے ثابت ہوگا کہ حضورسرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کواپنی معراج میں سدرۃ المنتھٰی کی حیثیت سے دیکھا. آپؐ فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتھٰی وہ درخت ہے جس پراوّلین اورآخرین کاعلم منتھٰی ہوجاتا ہے. اسی لئے حضورؐ فرماتے ہیں عُلِّمۡتُ عِلۡمُ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ یعنی مجھے اولین اورآخرین کاعلم دیا گیا ہے گویا سدرۃ المنتھٰی کی ابتدائی اورآخری حد یہی دو جماعتیں ہیں جنکوحضورؐ نے اوّلین اورآخرین کا نام دیا ہے. جماعتِ اوّلین صحابہؓ کا گروہ ہے اور جماعتِ آخرین کاعلم خود حضورؐ کے دوسرے نزول سے ظاہر ہوتا ہے جس کوآپؐ نے اپنی معراج میں دیکھا قرآنِ کریم میں ہے وَلَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی یعنی اُس نے اپنے آپ کوایک دوسرے نزول میں دیکھا اسی کے ساتھ عِنۡدَ سِدۡرَۃِ الۡمُنۡتَھٰی عِنۡدَھَا جَنَّۃُ الۡمَاوٰی فرمایا گیا یعنی جب حضورؐ نے دوسرا نزول فرمایا تو وہیں سدرۃ المنتھٰی کودیکھا اور وہیں جنت ماویٰ تھا. اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتھٰی کی صحیح حقیقت آپؐ کی بعثتِ اوّل اور بعثتِ آخرہی پرظاہرہوتی ہے اورانہی دووقتوں میں جنتِ ماویٰ دکھائی دیتی ہے. حدیثوں میں ہے کہ سدرۃ المنتھٰی کا ایک ایک پتّا ساری امت کوڈھانک سکتا ہے. اسی لئے اللہ پاک نے اِذۡیَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَایَغۡشٰی فرمایا اس درخت کی جسمانی وروحانی حقیقت کوواضح کرنیکے لئے ہم نے سدرۃ المنتھٰی کے پانچ نقشے اس کتاب میں رکھے ہیں جن کا دوسرا نام شجرہ طیّبہ ہے. اس پانچ درختوں میں حضورؐ کی بدااوراعادہ دکھلایا گیا ہے. بداء اسلام میں یہ سدرۃ المنتھٰی اپنے تین زمانے دکھلاتا ہے یعنی جسمانی طورپربھی ہردرخت اپنے تین ہی منازل دکھلاتا ہے. ایک حالت تو وہ ہے کہ جب وہ بویا جاتا ہے. یہ اس کی حالتِ نفی ہے. دوسری حالت اس کا عالم وجود میں آنا ہے وہ شاخوں کی صورت ہے. تیسری حالت میں اس کا انجام یعنی پھل کی صورت میں ظاہر ہونا ہے. کسی درخت کے سرپر پھل کا آنا اُسکی بداء کے بعد اس کے اعادہ کا اظہار ہے. درخت کی حیات اس کے اعادہ کے بغیر ثابت ہی نہیں ہوسکتی. پس ہم نے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تینوں دورکوشجرِطیّبہ سے ظاہر کیا ہے. بداء اسلام اوراعادہ اسلام کا زمانہ ناظرین کے سامنے بالکل عیاں ہوگا. جیسے کہ ہم نے کہا ہے کہ شجرہ طیّبہ کے ابتدائی منزل کلمہ طیبہ ہے. اللہ پاک نے اس کلمہ طیّبہ کوعالم امثال میں لاکر بتلایا اور کہا اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ یعنی اے حبیب کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح کلمہ طیّبہ کوعالمِ امثال میں لایا بالفاظِ دیگرحضورسرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودمبارک کلمہ طیّبہ کی عملی تصویر ہے. مسلمانوں میں ساڑھے تیرہ سوسال سے کلمہ طیبہ کی اہمیت چلی آرہی ہے وہ کلمہ طیبہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌرَّسُوۡلُ اللّٰہِ ہے. ہرمومن مسلمان پرلازم ہے کہ اپنی اولاد کوپانچ کلمے سکھلادے. پہلاکلمہ طیب' دوسراکلمہ شہادت' تیسراکلمہ تمجید' چوتھاکلمہ توحید' پنجم کلمہ ردِّکفر. یہ پانچ کلمے کیا ہیں گویاحضورسرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی پانچ منزلیں ہیں. جس کوایک مسلمان اپنے نظروں کے سامنے ہمیشہ رکھتا ہے. مسلمانوں کا اپنے بچوں کوان پانچ کلموں کی یاددہانی کرانا دراصل یہ ایک ایسا عمل ہے جو یادگار کے طورپر ہے یعنی جب اس عمل کا پروردگار آجائے تو مکرّرمسلمانوں کی نظروں کے سامنے پانچ کلموں کی حقیقت آجاتی ہے. پہلاکلمہ طیّب جوحضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اورآپؐ کے ہمراہیوں کی پہلی منزل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہرمسلمان پرفرض ہے کہ وہ اس کلمہ کا زبان ودل سے اقرار کرے جسکے لئے حدیث ہے تَصۡدِیۡقٌ بِاللِّسَانِ وَتَصۡدِیۡقٌ بِالۡقَلۡبِ. تبلیغِ اسلام کی یہ پہلی منزل ہے جس میں ایک کافرکیلئے ضروری ہے کہ وہ حضورسرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لے. دائرہ اسلام کا یہ پہلا زینہ ہے جس میں ایک کافر کے وہ سارے عمل جورائیگاں جاتے تھے یعنی فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُھُمۡ کہلاتے تھے وہ سارے کام کولگ گئے یعنی ایک مسلمان پر یہ فرض کردیا گیا ہے کہ وہ تبلیغِ اسلام کی اس پہلی منزل میں حضورسرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پوراپورا ساتھ دے اسی سے اس کی زندگی طیّب یعنی پاکیزہ ہوسکتی ہے. اسی سے صحابہؓ نے اسلام کیلئے حضورؐ کے ساتھ ہمہ قسم کے مصائب جھیلے لیکن ایک مسلمان کی زندگی اسی پرحصرنہیں کرتی بلکہ ایک اور زینہ چڑھتی ہے اور وہ ہے دوّم کلمہ شہادت اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ یعنی جب وہ تبلیغ اسلام کی مہم میں لگ جاتا ہے تو اُس وقت کلمہ طیّبہ کا اقرار زبان ودل ہی سے نہیں کرتا بلکہ جس چیز کا وہ صرف اقرار کررہا تھا اب وہ شہادت میں پاتا ہے یعنی پکاراُٹھتا ہے کہ اب میں خود اپنے عمل میں

اللہ اور محمدؐ کے عمل کو دیکھ رہا ہوں. اس کی شہادت اپنے وجود سے پیش کر رہا ہوں یعنی جس کو میں غیب سمجھتا تھا اب وہ عالم شہادت میں ہے جس طرح ذات اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اُسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شریک نہیں ہے محمدؐ باوجود اُس کا بندہ ہونیکے اُس کا رسول بھی ہے اُس کی عبودیت اور رسالت غیب و شہادت کی دو تصویریں ہیں. اس حقیقت کو پانے کے بعد گویا وہ کلمہ طیّب سے آگے کلمہ شہادت کے دوسرے زینہ پر چڑھ جاتا ہے اسی لئے اسکو دوم کلمہ شہادت کہا جاتا ہے اسلئے بھی کہ اس مسلمان کے اس پیہم عمل سے تزکیہ نفس ہوجاتا ہے اب وہ ایک تیسری منزل میں قدم رکھتا ہے اور وہ ہے سوم کلمہ تمجید سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اس تیسرے زینہ پر چڑھ جانے کے بعد ذاتِ سبحان سے اُس کا رشتہ جُڑ جاتا ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کا عمل اس کے عمل سے نظر آنے لگتا ہے. حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج میں شریک ہوتا ہے. ساتوں آسمانوں میں انبیائے کرام سے ملاقات ہوتی ہے اس سے آگے وہ مقامِ احدیت تک پرواز کرنے لگتا ہے چونکہ حضورؐ کی معراج ذاتِ سبحان نے کرائی تھی اور وہ تھی معراج مسجد حرام سے نکل کر مسجد اقصیٰ تک پہنچنے کی، یہ وہ سفر تھا کہ جس میں حضورؐ افق اعلیٰ تک پہنچے تھے. یہ وہ منزل ہے جس کو قرآن کریم نے وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ فرمایا ہے معراج کا یہ وہ انتہائی مقام تھا کہ جہاں آپؐ پر اگلی اور پچھلی تمام حقیقتیں کھل گئیں. اسی مقام پر آپؐ کو مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ کہا گیا یعنی جس طرح آپؐ کی امّ القریٰ والی بعثت نے تمام انبیاء کو اکٹھا کیا اور اُن کو اپنا مطیع بنایا اور خود حضورؐ مطاع بنے اسی طرح ایک دوسری بعثت میں بھی آپؐ ہی مطاع رہیں گے. اسی لئے ثَمَّ اَمِیْنٍ کہا گیا ہے مختصر یہ کہ ہر دو اوقات مین اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد آپؐ ہی کے وجود مبارک سے پوری ہونا ثابت ہے. انہی دو وقتوں میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا عمل شروع ہوتا ہے. دنیا کی بڑی بڑی شہنشاہتیں اور قوتیں آپؐ کی مخالفت کر کے تباہ و برباد ہوجاتی ہیں. آپؐ چاہیں تو کسی کو بادشاہت اور قوت دیں اور نہ چاہیں تو کچھ بھی نہ ہو. حول اور قوۃ پر لائے نفئ جنس کا آیا ہے یعنی نہ اب کسی کا حول آپؐ کے سامنے ہے اور نہ کسی کی قوّت. اسلئے کہ علی عظیم کی صفتیں آپؐ میں کام کر رہی ہیں.

پس یہ وہ مقام ہے جہاں آپؐ کی بزرگی ظاہر ہوتی ہے. آپؐ کے ہمراہ آپؐ کا ایک امّتی بھی اطاعت کے انتہائی کمال میں اس تیسرے زینہ پر چڑھ جاتا ہے جس سے وہ بھی اللہ کی بزرگی و برتری اپنے وجود سے بتلاتا ہے اسی کو سوم کلمہ تمجید کہا جاتا ہے. لیکن ایک مومن اسی مقام پر آکر نہیں ٹھیر جاتا بلکہ ایک اور چوتھے زینہ پر چڑھ جاتا ہے جس کو چہارم کلمہ توحید کہا جاتا ہے اور وہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَ عَلٰے کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر. یعنی اب وہ مقام وحدت میں قدم رکھتا ہے جہاں اُس کا کوئی شریک نہیں ہوتا بادشاہتیں اُس کے قدم چومنے لگ جاتی ہیں. اب وہ تنہا بادشاہوں کا بادشاہ ہوتا ہے مصائب و آلام کے دن گذر جاتے ہیں فتوحاتِ اسلامی کا دور دورہ رہتا ہے نہ بادشاہ کوئی اُسکے مقابل میں ٹھیر سکتا ہے اور نہ کسی کی حمد اُسکے مقابلہ میں ہوسکتی ہے. ملک بھی اُس کا حمد بھی اُس کی نہ صرف یہی بلکہ وہ چاہے تو کسی کو زندگی دے اور چاہے تو موت بخش دے اسلئے کہ اُسی کے ہاتھ میں خیر ہوتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہوتا ہے. آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توحید والے عمل کو اپنے وجود سے آئینہ کی طرح بتلایا. اسکے بعد صحابہؓ کے دورِ خلافت میں یہ توحید والا عمل نمایاں نظر آیا. ایک طرف یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا نظارہ فتح مکّہ کے دن حضورؐ کے وجود سے دکھا تو قیصر و کسریٰ کی ہلاکت صحابہؓ کے وجود سے پوری ہوئی اور لاکھوں کی تعداد میں قوموں نے اسلام قبول کیا. دنیا آج انگشت بدنداں ہے کہ یہ کیسے ہوا لیکن یہ سب کچھ آناً فاناً میں ہوا. اسلام اور اس کے شیدائیوں کو پانچویں زینہ پر بھی قدم رکھنا تھا اور وہ تھا پنجم کلمہ ردِّ کفر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَالَا اَعْلَمُ بِہٖ تُبْتُ وَرَجَعْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْکِذْبِ وَالْغِیْبَۃِ وَالْبُھْتَانِ وَالْمَعَاصِیْ کُلِّھَا وَاَسْلَمْتُ وَاٰمَنْتُ وَاَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. یہ ایک ایسا نازک دور ہے کہ جہاں اسلام کا غلبہ ہوجاتا ہے اور اسلام میں ایسے لوگوں کا داخلہ ہوتا ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو قریب سے نہ دیکھا تھا. اسی لئے اللہ پاک نے کہا قُلْ یَوْمُ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِیْمَانُھُمْ اے حبیب تم کہدو کہ فتح کے دن کا ایمان کسی کام کا نہیں ہوتا. حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بارہ سال میں چھتیس ہزار قلعہ فتح ہوئے لیکن یہ ایک ایسا ریوڑ تھا. جنھیں اسلام کے باطنی کمالات سے کوئی تعلق نہ تھا یہ تو صرف ظاہرہ غلبہ کو دیکھ کر ایمان لائے تھے. ایسی صورت میں کفر کی وہ تمام آلائشیں اپنے ساتھ لا چکے تھے. ان کا تزکیہ نفس کرنا بڑا مشکل امر تھا یہ اپنے ساتھ شرک، کذب، غیبت، بہتان، معاصی اور اس قسم کی کئی بلائیں لے آئے تھے یہ ساری خرابیاں بیک وقت کس طرح ان کے دلوں سے نکالی جاسکتی تھیں صحابہؓ نے جس ایثار و قربانی کے بعد حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چہرہ دیکھا تھا وہ موقع اب کہاں نصیب ہوسکتا تھا وہ زمانہ اب کیسے لوٹ آسکتا تھا. بہرصورت یہ ایک ایسا نازک وقت تھا کہ جو خرابیاں اسلام کے وجود سے دور ہوئیں تھیں اب وہ ایک دوسرے رنگ میں داخل ہورہی تھیں یہاں تک کہ ان خرابیوں سے مومنین کے گروہ کو پناہ مانگنی پڑرہی تھی یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کی خوشی کے بعد وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا کا ایک کٹھن منظر سامنے تھا یہی وجہ ہے کہ مکرر مومنین کو اپنے ایمان کی سلامتی کیلئے تُبْتُ وَرَجَعْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْکُفْرِ کہنا پڑا بہرصورت یہی زمانہ استغفار پڑھنے کا تھا نہ

صرف یہی بلکہ مومنین کو بھی اس آزمائش سے بچنے کیلئے مکرّر اپنے ایمان کا اعادہ کرنا پڑا وَ اٰمَنْتُ وَ اَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بعد وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُـهٗ ، کو بھی دُہرانا پڑا یہی وجہ ہے کہ مومنین پر فتوحات کے بعد والے انقلاب کا کوئی اثر نہیں ہوا چونکہ یہ سب اللہ کی امان میں آچکے تھے یہی وہ دور تھا کہ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے فتح پائی بالآخر پنجم کلمہ ردِّ کفر کا زینہ چڑھ کر اسلام کو روزِ روشن کی طرح ثابت کیا۔اسلام نے رعبِ خداوندی سے مخالفین اسلام کی زبان سے کلمہ تو پڑھوالیا لیکن ان کے قلوب مسلمان نہ تھے بالفاظِ دیگر باطن میں جو کفر تھا وہ علیٰ حال تھا اسلئے مکرّر کفر کو رَد کرنا تھا یعنی داخلِ اسلام ہونے والوں کا باطن بھی درست کرنا تھا اور یہ صحابہؓ نے اپنے عمل سے کر دکھلایا چنانچہ اسلام کے یہی پانچ کلمے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگی کی بنیادی کیفیتیں ہیں جسکو دوسرے معنی میں اَصْلُهَا ثَابِتٌ بھی کہا گیا ہے۔یہی شجرہ طیبہ کی امثالی تصویر ہے جس کو دورِ شہادت بھی کہتے ہیں جب یہ شجرہ طیبہ کا عمل غیب کی حالت اختیار کرتا ہے تو درختِ اسلام کی شاخوں کی صورت میں نظر آتا ہے یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مختلف قوموں میں مبعوث ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔بحیثیتِ مجموعی انبیاء کا یہ زمانہ جب تک کہ وہ اپنی قوموں میں موجود رہتے ہیں تو وہ درختِ اسلام کی ڈالیوں اور شاخوں کی صورت میں ہرے بھرے نظر آتے ہیں سرسبز درخت کی صورت میں یہ عالم دکھائی دیتا ہے اِس زمانہ کو ہندو اقوام ''کرتایوگ'' کہتے ہیں اور اِس دور کو سترہ لاکھ سال والا مانتے ہیں یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت یہ دور سرسبز وشاداب نظر آتا ہے چونکہ آپؐ ہی اس درخت کی بنیاد اور جڑ ہیں جس کو اسلام نے اصل قرار دیا ہے جیسے کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ آیا ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ جب تک انبیاء اپنی قوم میں موجود رہتے ہیں ان کی قوم ہر بلا سے محفوظ رہتی ہے۔اعادۂ اسلام کی صورت میں حضورؐ کے بعد والا وہ زمانہ ہے جس کو اولیاء اللہ یعنی غوثؔ، قطبؔ، ابدال اور مجدّ دین کی بعثت والا دور کہا جاتا ہے یہ دور حضورؐ کے فرمان کے مطابق ایکہزار سال والا ہے جو خیر القرون کی تین صدیوں کے بعد شروع ہوتا ہے یہی دو دور ہیں جس کو قرآن پاک نے تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کہا ہے یعنی حضورؐ انبیائے کرام اور اولیائے اسلام کی صورت میں تَقَلُّبْ فرماتے ہیں یہی دور ساجدین کا ہے جس کو شجرہ طیبہ ۱ سے واضح کیا گیا۔یہ شجرہ طیبہ گویا سدرۃ المنتھٰی کی صورت میں ہے۔درخت اسلام کی ابتداء اور اس کی انتہا یعنی پھل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ بابرکت ہے انبیاء کا زمانہ اس درخت کے پھل کو ظاہر کرنے سے قاصر تھا اسلئے کہ پھل درخت کی جوانی میں آتا ہے اور یہ زمانہ اس امر کا متحمل نہ تھا۔انبیائے کرام کے گذر جانیکے بعد اُن کی امتوں پر قیامت قائم ہوجاتی ہے۔طویل زمانہ گذر جانے کی وجہ سے اُن پر اُن کے انبیاء کی تعلیمات کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔یہ زمانہ اس قدر روحانیات سے ہٹا ہوا رہا کہ خود بنی اسرائیل کی قوم میں ۷۲ فرقے بن گئے تھے۔عصبیت کا دور جاری تھا یہاں شیطان کو اپنا کھیل کھیلنے کا پورا موقع مل گیا تھا یہی صورت جب اعادہ اسلام کی ہوگئی تو اولیاء اللہ اور مجدّ دین کے گذر جانیکے بعد اُن کی جماعتوں کا یہی حال ہوا یعنی پچھلا ایکہزار سال والا زمانۂ فیج اعوج جو اپنی کج روی کے باعث اسلام میں ۷۲ فرقوں کی صورت میں ظاہر ہوا جسکے متعلق حضورؐ نے فرمایا تھا لَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ یعنی نہ میں اُن میں رہوں گا اور نہ وہ مجھ میں رہیں گے۔ایسی صورت میں شجرہ طیبہ سرسبز نظر آنیکی بجائے جھڑے ہوئے پتّوں کی صورت میں سوکھی ڈالیوں کا سا درخت نظر آنے لگا گویا کہ اسلام کی تعلیمات کا اثر جو جزوی طور پر انبیائے کرام اور اولیائے کرام کے وسیلہ سے اُن کے محدود حلقوں میں پایا جاتا تھا وہ بھی مفقود تھا جسکے باعث خشک درخت کی سی حالت ہوئی یعنی اِس دور کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ شجرہ طیبہ ۲ میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے یعنی درخت کے پتّے زمین پر جھڑے ہوئے دونوں سمتوں میں دکھائی دینگے۔اس دور کو ہندو اقوام تریتایوگ قرار دیتے ہیں جسکو زمانۂ فیج اعوج کہنا چاہئے۔یہ دو دور گذر جانیکے بعد شجرہ طیّبہ کا ایک تیسرا دور ہمارے سامنے آجاتا ہے اور وہ ہے مسیح ابن مریم کا ظہور قرآن کریم کی رو سے مسیح ناصری کا وجود صرف قیامت کا علم دینے کے کام کا ہے یہ قیامت کا مالک نہیں ہے قرآن کریم میں وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اسی وجود کیلئے آیا ہے یعنی یہ گویا قیامت کا نشان ہے مسیح کا وجود صبح کے تارے کے مماثل ہے۔حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔مسیح کا وجود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً چھ سو سال پہلے کا ہے آپؐ کے اور مسیح کے درمیانی مدّت میں کوئی رسول نہیں ہے یہ فطرت والا دور کہلاتا ہے۔چھ سو سال والی مدّت جو حضورؐ سے کچھ زیادہ بعدت نہیں رکھتی تھی۔اسلئے دیگر انبیاء کی طرح یہ شاخ نہیں سوکھی مسیح کے اُن کی امت میں دو فریق ہوگئے ایک جماعت یعقوب کے ساتھ ہوئی دوسری جماعت پولُس خلیفہ دوّم کے زیر اثر آگئی۔اِن دو فریقوں کا آپس میں یلغار حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک موجود تھا۔پولُس کی جماعت مسیح کو خدا کا بیٹا منوانے پر تلی ہوئی تھی اور یعقوب کی جماعت مسیح کو خدا کا رسول قرار دیتی تھی۔دیگر انبیاء کی امتوں میں اس قسم کا ہڑ بوم عرب میں موجود نہ تھا۔حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہ صرف دیگر اقوام کی روحانیت کا حل رکھتی تھی بلکہ اِن دو فریقوں کے آپس کے ملاپ کا سامان بھی اپنے ہمراہ لائی تھی دیگر اقوام کے ساتھ ساتھ یہ دو فریق بھی اسلام میں داخل ہوگئے یہ جھگڑا ہمیشہ کیلئے مٹ گیا اسی طرح اعادۂ اسلام کی صورت میں پچھلے ایکہزار سال کی مسلسل بعدت کے بعد قیامت کا نشان بن کر مسیح موعود کا وجود کھڑا ہوگیا وہ ہستی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی ہے اس امت میں دعوئی مسیح کسی کام کا نہیں ہے۔البتہ مسیح کی حجت دونوں اوقات میں بھی عیسائیوں کیلئے ہی ہوسکتی ہے چونکہ اسلام میں نبوت ختم ہوچکی ہے جس طرح مسیح ناصری کے بعد ابن اللہ کا نیا فتنہ پولُس نے

اُٹھا کھڑا کیا اِسی طرح مماثلتِ مسیح کی تکمیل میں یہاں مرزا صاحب کے بعد اُن کے دوسرے خلیفہ میاں محمود نے اِس امّت میں نبوّت کا نیا فتنہ کھڑا کیا. وہاں پولُس کے اس عقیدے کے خلاف اور مسیح کی صحیح تعلیم کے جذبات کو لے کر یعقوب کی جماعت کھڑی تھی اسی طرح یہاں میاں محمود کے خلاف اور مرزا صاحب کے صحیح جذبات کی حمایت میں امیر جماعت مولانا محمد علی مرحوم کی جماعت کھڑی ہے. بہرصورت یہ دوفریق کے اختلاف کا حل بھی اُسی طرح ہوگا جس طرح کے مسیح ناصری کے بعد دو فریق کا حل ہوا تھا. مرزا صاحب نے خود فرمایا ہے کہ میرے بعد ''قدرتِ ثانی کا انتظار کرو''. مزید آپ نے فرمایا ہے

آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار ؛ باغ میں ملّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھِلا

گو کہ ہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُسکا انتظار ؛ آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

یہ منتظر موعود یوسفِ موعود حضرت مولانا صدّیق دیندار چن بسویشور قدس سرّہ العزیز کی ہستی ہے. مسیح ناصری اور مسیح محمدی یہ دونوں ادوار حضور سرورِ عالمؐ سے قربت رکھنے کی وجہ سے درختِ اسلام کی ایک ہری شاخ کی حیثیت سے باقی رہتے ہیں. ان دو زمانوں کی دو بعدتوں کو ہندو اقوام دواپار یوگ کہتے ہیں. جب دونوں گروہ حضور سرورِ عالمؐ کے مطیع ہوجاتے ہیں تو زمانۂ کلیوگ شروع ہوتا ہے بالآخر درختِ اسلام کی ارتقائی حالت میں صحابہؓ کا وجود قرنِ اوّل میں سدرۃ المنتھٰی کے (۸۳) پھلوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جسکو ہم نے شجرہ طیبہ ۴ میں ظاہر کیا ہے اعادۂ اسلام کی صورت میں مسیح ناصری کے بعد یعنی قرنِ آخر میں بعثت صدیق کے ذریعہ جماعتِ آخرین درختِ اسلام کے ارتقائی شکل میں (۶۳) پھلوں کی صورت میں دکھائی دیتی ہے یہی دو گروہ ہیں جنکو قرآن کریم میں ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِنَ الْاٰخِرِیْنَ کہا گیا ہے جنکی اولین میں کثرت اور آخرین میں قلّت ہے شجرہ طیّبہ ۵ میں آخرین کے گروہ کو سدرۃ المنتھٰی کے (۶۳) پھلوں کی صورت میں دکھلایا گیا ہے وہ یہی فقرا ہیں جو خانقاہِ سرورِ عالمؐ آصف نگر حیدرآباد میں رہتے ہیں۔

تسلسل صفحہ (۲۶)....... بس یہی ایک وجود مستقل ہے اور نمونہ ہے۔لیکن اس میں ایک اور کمال بھی پوشیدہ ہے کہ وہ لفظ مشکوٰۃ میں اسم آلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔یعنی وہ خود ہی غم کی تصویر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے جیسے اور وجودوں کو بھی ڈھالتا ہے یعنی جو شخص بھی اس میں فنا ہو جائے وہ بھی مجسمۂ تصویرِ غم بن جاتا ہے اور جس طرح وہ ذات مصباحُ الظلم بن کر ساری ظلمتوں کو کاٹتی چلی جاتی ہے اسی طرح فنا فی الرسول انسان اپنا جوہر دکھلاتا ہے۔ چنانچہ لفظ مصباح بھی اِسی لئے اسم آلہ کی حیثیت رکھتا ہے مصباح کی حیثیت کوئی الگ نہیں ہے بلکہ مشکوٰۃ ہی میں وہ سمایا ہوا ہے اسی لئے فِیْهَا مِصْبَاح آیا ہے۔اب اگر حضورؐ طاق میں ایک روشن چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں تو اس چراغ کی حفاظت اور اس کی روشنی کو منظر عام پر لانے کیلئے ایک اور وجود کی ضرورت تھی اسلئے آگے فرمایا گیا اَلْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَة یعنی مصباح اب زجاجہ میں سما گیا ہے۔ یہاں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ مصباح جسطرح مشکوٰۃ میں سمایا ہوا ہے' اس طرح زُجاجہ مصباح میں سمایا ہوا نہیں ہے بلکہ مصباح زجاجہ میں شامل ہو گیا ہے یہ اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ حضورؐ کی روحانی طاقت اب آپکے ایک امتی کی شکل میں نمودار ہوگی اور وہ وجود بابرکت میرے نزدیک حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے۔ذات ربّ العلمین جو ساری کائنات میں نور کی شکل میں تھی وہ یک لخت مقام احدیت سے اتر آئی اور اُس نے مقامِ وحدت کا رنگ لیا۔گویا کہ وہ مشکوٰۃ سے مصباح بنی۔اب وہی مصباح یعنی ذاتِ واجب الوجود نے اپنا ایک ہمرنگ بنایا اور وہ زجاجہ میں آکر سمایا۔زجاجہ کے معنی شیشہ کے ہیں۔شیشہ نہ صرف خود ہی چمک دکھلاتا ہے بلکہ اپنی لطافت پاکی وصفائی کے باعث دوسروں کی تصویر اپنے میں سے دکھاتا ہے۔یعنی صدیق اکبرؓ کا وجود اس قدر پاک ہو گیا تھا کہ حضور سرورِ عالمؐ کا ذاتی جوہر آپؓ کے وجود سے چمک اٹھا اور اس قدر روشن ہوا کہ گویا وہ کَوْكَبٌ دُرِّيٌّ کہلایا۔بس اب مختصر یہ کہ ساری کائنات ایک مشکوٰۃ یعنی طاق کی صورت ہے اُس طاق میں ایک مصباح یعنی چراغ روشن ہے اور چراغ ایک زجاجہ یعنی شیشہ میں ہے اور وہ شیشہ حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔آپ ہی کا وجود ہے جو حضورؐ کی ذاتی روشنی کو اپنی صفائی قلب کے باعث باہر پھینکتا ہے۔نہ صرف یہ کہ وہ خود روشن ہے بلکہ سارے عالم کو روشن کرتا ہے اور اس کی ہمرنگی کا یہ عالم ہے کہ چراغ کے بجائے وہ خود ہی نظر آرہا ہے۔اُس کی ہر حرکت سردارِ دوجہاں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگئی ہے۔یہ دو وجود آپس میں اِس طرح مل گئے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کو دیکھنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا اور رسول اللہ صلعم کو دیکھنا گویا صدیق اکبرؓ کو دیکھنا ہو گیا ہے۔اس سے بڑھ کر اور کونسا ثبوت فراہم ہوگا کہ حضرت علیؓ شیر خدا نے حضرت صدیق اکبرؓ کے وصال پر لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ فرمایا تھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے آج جدا ہوئے ہیں''۔یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔یعنی حضورؐ کی ذات ایک مجسمۂ نور تھی اب ایک دوسرا نور اُس سے چمک اُٹھا اور ایسا نور کہ وَلَوْ تَمْسَسْهُ نَار۔وہ خود جل اُٹھتا ہے وہ اپنی روشنی میں کسی کا محتاج نہیں ہے اور اسقدر نازک کہ کسی کے دباؤ کو قبول کرنیکی بجائے ٹوٹ جاتا ہے اِس لئے کہ وہ شیشہ کی طبیعت اپنے اندر رکھتا ہے پس یہ صفت حضرت صدیق اکبرؓ کے سوا کسی اور کے وجودِ روحانی میں نہیں ہے۔ اَلزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا میں زجاجہ کیلئے کافِ تشبیہ آیا ہے وہ اسلئے کہ وہ اپنے پہلے وجود مصباح کی پوری پوری مشابہت رکھتا ہے اور كَأَنَّهَا میں ھا کی ضمیر مصباح کی طرف ہے۔گویا کہ زجاجہ بھی مصباح ہی کا پورا پورا رنگ اپنے میں لئے ہوئے ہے اسی لئے اس کو نورٌ علیٰ نور بھی کہا گیا ہے۔اسی پر شجر زیتون اور مبارک کا اطلاق ہوا ہے یعنی اپنی ذات میں وہ کمال رکھتا ہے کہ اسکی خیر کبھی منقطع نہیں ہوتی یہی ''خیر غیر منقطع'' اور ''اجر غیر ممنون ہے''۔پس ایسا وجود ہر تیرہ سو سال کے بعد اس امت میں آتا رہے گا۔اُس کا نام بھی صدیق ہوگا۔لسان صدق اور قدم صدق رکھیگا اُس کا قعود بھی مَقْعَدِ صدق ہی ہوگا یہی وجود صدق کا مُدخل ومخرج بھی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے رَبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ حضرت ابوبکر صدیقؓ مدخل صدق ہیں مخرج صدق یہ دوسرا خروج ہے جو بہ لباسِ دیگر صدیق نام پاکر کھڑا ہوتا ہے۔یہ دونوں بعثتیں لباس سُندُسْ و اِسْتَبْرَق زیب تن کئے ہوئے ہیں سُندس جماعت اولین ہے اور اِسْتَبْرَق جماعتِ آخرین ہے۔لباس سُندس کے تار باریک کتے ہوئے ہیں لباس استبرق کے تار موٹے ہیں یہ دو جماعتیں صدیق کے ہمراہی میں ایثار جان ومال کمال درجہ کا رکھتی ہیں۔مگر فرق اسقدر ہے کہ بعثت اول میں کفر کی طاقتوں کو دبا کر اسلام کی تاسیس کرتا ہے جسکی وجہ سے اُن کو لباس سندس کہا گیا ہے اور اسی لئے اُن کی قدر ومنزلت زیادہ ہے ہمیشہ کیلئے جماعت اول آنے والی دوسری جماعت کے لئے نمونہ بن گئی ہے۔زجاجہ کی چمک ان میں بھی ہے اور اُن میں بھی۔لیکن دوسری بعثت میں استبرق کا لباس اسلئے پہنی ہوئی ہے کہ یہاں کلمہ گو یعنی امت مسلمہ موجود ہونیکی وجہ سے جماعتِ آخرین کا ہر کام آسانی سے بڑھتا جاتا ہے۔ہر مسلمان اعادہ اسلام کے وقت اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا اس جماعت کی قوت کو آگے بڑھاتا ہے وہاں اقوام عالم سے افراد کو چن کر نکالنا تھا اور یہاں عالمِ اسلام سے افراد کو حاصل کرنا ہے۔لیکن یہ بات صاف ہے کہ دونوں جماعتیں اپنے حقیقی کام اسلام کے تین مراحل' تبلیغ' ہجرت اور غزوات میں باہم کے شریک ہیں۔اِس اعتبار سے دونوں جماعتیں اپنے قول وعمل میں بالکل مشابہت رکھتی ہیں جنکو قرآن کریم نے ایکدوسرے کا دونوں میں تقابل بتلایا ہے یَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَاِسْتَبْرَقٍ مُتَقٰبِلِیْنَ (۵۲:۴۴) پس یہی دو جماعتیں ہے جو اپنے قول وفعل سے ایک دوسرے کے سامنے نظر آتی ہیں قرآن کریم میں اِن دونوں کیلئے عرش اعلیٰ کا مقام دینا بتلایا گیا ہے۔اُن کا تکیہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے اور کوئی نہیں ہوسکتا جو گنبد خضرا والے ہیں۔اللہ پاک نے جماعت

آخرین کا باطن استبرق ہونا بتلایا ہے اس لفظ کا مادّہ برق ہے یعنی یہ اپنی قلبی قوت میں بجلی کی چمک اور تیز رفتار ہیں لیکن اپنی لفظی معنویت کی رو سے صحابہؓ کے مقابلہ میں کچھ موٹا سوت کہلاتے ہیں. اِنکی قدر و منزلت صحابہؓ کے مقابل نہیں آسکتی اس لئے کہ وہ معمار دین متین تھے اور یہ سب آپ کے ہی نقال ہیں لیکن یہ بات بھی کس کو نصیب ہوسکتی ہے کہ جو اپنے اصل ہی کی نقل کرنے کا فخر رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے ان دونوں کو جَنَّۃ عَالِیہ قُطُوْفُھَا دَانِیَہ کہہ دیا یعنی یہ دو جماعتیں اپنے دونوں دور میں دو جنّتوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپس میں اسقدر قریب ہیں کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قوس بنی ہوئی ہیں صفت دَانِیَہ سے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَینِ اَوْ اَدْنٰی کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے یعنی حضورؐ اِنہی دو جماعتوں کا قاب بنے ہوئے ہیں. جماعتِ اولین مقام دَنٰی پر ہے اور فَتَدَلّٰی میں جماعت آخرین کیلئے زمانۂ بعدت کا اظہار ہے اس طرح یہ دو قوس کہلاتے ہوئے بھی اَوْ اَدْنٰی کا مقام رکھتے ہیں یعنی باوجود دور رہنے کے حضورؐ سے قربت اختیار کئے ہوئے ہیں. اگرچہ کہ زمانے دو ہیں لیکن حضورؐ کی ذات وتر بنی ہوئی دونوں قوسوں کو یکجا کی ہوئی ہے. بس یہی حقیقت لباس سُندس اور استبرق کی ہے جسکو اللہ پاک نے فرمایا مُتَّکِئِینَ عَلٰے فُرُشٍ بَطَآئِنُھَا من استبرقٍ وَجَنی الجَنَّتَینِ دَانٍ (۵۵:۵۴) عَلَیُھِمْ ثِیَابُ سُندُسٍ خُضرٌ وَاِسْتَبرَقٌ (۷۶:۲۱) اِس آیت میں صاف طور پر آخرین کی جماعت کا باطن موٹے ریشم کے تار کی مانند بتلایا گیا ہے جسے بَطَائِنُھَا اِسْتَبرَقٌ سے ظاہر کیا گیا ہے. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولین کی جماعت صحابائے کرام کا باطن باریک تار کی مانند تھا. اسلئے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جس قدر وجودِ روحانی آئیں گے وہ کسی امر میں آپؐ کا اور آپؐ کے ساتھیوں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے. لیکن اِس آیت میں ایک اور حقیقت بھی مخفی ہے وہ یہ کہ دونوں جماعتیں جن کو اولین اور آخرین کا نام دیا گیا ہے اپنے عمل کے باہم مطابقت میں ایک دوسرے کے بالکل سامنے ہیں یعنی جس طرح صحابہؓ نے تبلیغ، ہجرت، غزوات اور اس کے بعد غلبہ اسلام کا عمل اپنے وجود سے ظاہر کیا اسی طرح یہ تمام اسلامی جواہر آخرین کی جماعت سے بھی پورے ہونگے اسی لئے ان دونوں جماعتوں کو علٰے سُرُرٍ مُتَقٰبِلِین کہا گیا ہے. لفظ تقابل سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آخرین کی جماعت کو اپنے اولین سے کسی عمل میں مقابلہ اور فوقیت ہے. یہ باہمی تقابل صرف اپنے افعال کو اولین سے متّصل کرکے صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ کام بھی کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہی ہے جسکو ایک مرتبہ صحابہؓ نے کرکے دکھلایا تھا یعنی یہ بھی وہی نعمتیں ہیں جو کسی زمانے میں صحابہؓ نے حاصل کئے تھے. اسی لئے قرآن پاک میں آیا ہے کہ جب آخرین کا گروہ جنّت میں داخل ہوگا تو وہ وہاں کے رزق کو پاکر بول اُٹھے گا قَالُوْا ھٰذاالّذِی رُزِقْنا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوا بِہٖ مُتَشَابِھاً (۲:۲۵) یعنی یہ وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے بھی دیا گیا تھا اور یہ اُسی کی مشابہت اپنے اندر رکھتا ہے. قرآن کریم نے اِسی رزق کو رزقِ معلوم کہا ہے اُولٰئِکَ لَھُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْم یعنی یہ رزق جو اوّلین کے بعد آخرین کو دیا جارہا ہے یہ وہی ہے جس کا علم انھیں پہلے ہی سے دیا گیا تھا یہ جنت کہ جس میں آخرین کا گروہ داخل ہوگا کوئی علٰحدہ حقیقت نہیں ہے بلکہ وہی جنت ہے اسلئے کہ جنت کی وسعت زمین و آسمان کی ہے جیسے کہا گیا ہے جَنَّۃٍ عَرضُھَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی مومنوں کی جنت اِس زمین و آسمان سے ہٹ کر نہیں ہوتی بلکہ ہر وہ چیز جو اِس کائنات میں مخفی و ظاہر ہے سب کے سب اُن کے حق میں جنت کا کام دیتی ہیں وہ ہر چیز سے سکون قلب ڈھونڈ نکالتے ہیں پس وہ جنت جسکو جنّتِ النعیم یعنی سوا لاکھ انبیاء کی تمام نعمتیں اپنے اندر رکھتی ہے. ایک مومن ہی اسکا مستحق ہے صاف طور پر کہا گیا ہے اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یہاں اَنْعَمْتَ عَلٰے موسٰی یا اَنْعَمْتَ عَلٰے عیسٰی نہیں آیا بلکہ عَلَیْھِمْ جمع کا صیغہ استعمال کرکے ایک مسلم کی دعا کا ادنیٰ کمال ہے کہ وہ روزمرّہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتے ہوئے بالآخر اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے عمل کے بعد تمام انبیاء کے کمالات و انعامات کا حاصل بن جاتا ہے پس یہ وہی جنت ہے جو اولین اور آخرین کے گروہ کو بخشی گئی ہے. اولین کی جنت آخرین کو حاصل ہونیکا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے عمل میں صحابہؓ کا ہر عمل دیکھتے ہیں. بالآخر وہ اپنی پہلی جنت کو شناخت کرلیتے ہیں جسکا ذکر قرآن کریم میں صاف لفظوں میں آیا ہے وَیُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃُ عَرَّفَھَا لَھُمْ یعنی اللہ پاک انھیں ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کی پہچان اُنھیں پہلے ہی سے کرادی گئی ہے عرّف متعدی فعل ہے یعنی آخرین کا گروہ از خود جنت کو نہیں پالیگا بلکہ آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اُنہیں اُس جنت میں لیجائے گا. آپ کی رحیمیت جوش میں آئے گی اور اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے اسی پہلے اصول پر اَسّی کروڑ مسلمانوں میں سے ایک ایک کرکے چند افراد کو چن کر نکال لیگی. کیونکہ آپؐ ہی کا وجود بابرکت رضوانِ جنت ہے. پس یہ اشارہ بیعت رضوان کی جانب ہے یعنی تیرہ سو سال کے بعد یہی ایک موقع ہے کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے رضی اللہ عنھم و رضو عنہ کا مقام حاصل کرینگے پس یہ گروہ جب جنت میں داخل ہوگا تو اچانک پکار اُٹھیگا وَقَالُوْا لُحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقْنَا وَعْدَہٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءَ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ وَتَرَی الْمَلآئِکَۃُ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۳۹:۷۵) یعنی وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا. پس اب ہم اِس زمین کو جنت کا نمونہ بنائیں گے، سو عمل کرنیوالوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے، ائے محمدؐ تم اسوقت اپنی آنکھوں سے ملائکہ کو عرش کے اِرد گرد احاطہ کئے ہوئے دیکھو گے وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہونگے اور اُن کے درمیان انصاف سے فیصلہ ہوگا اور کہا جائیگا سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو جہانوں کا رب ہے.

اس آیت میں صاف طور پر ہے کہ آخرین کا گروہ جنت میں جائیگا تو اپنے سابقہ وعدہ کو جو خدا نے اُن سے کیا تھا اپنی زبان سے دہرائیگا اور کہیگا صَدَقَنَا وَعْدَهٗ یعنی ہم پر اس نے اپنا وعدہ پورا کیا یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ گروہ جنت میں داخل ہونیکے بعد اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ کہہ رہا ہے یعنی زمین کی وراثت جنت کے حدود میں داخلہ کے بعد حاصل ہو رہی ہے اور اسی کے ساتھ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ میں اُن کا منشاء ظاہر ہو رہا ہے کہ اب وہ اسی زمین کو جو انھیں وراثت میں ملی ہے. جنت ہی جنت بنا کر چھوڑینگے اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ زمین کی وراثت ہی جنت نہیں ہے بلکہ زمین کے وارث ہو کر اُسے جنّت کا لباس پہنانا جنت ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے وراثت زمین کو ہی اپنا مقصد بنالیا وہ بیعتِ رضوان سے محروم رہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہاتھ دیئے بغیر جنھوں نے بادشاہت حاصل کی وہ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةُ حَيْثُ نَشَآءَ سے محروم رہے. قرآنِ کریم میں صاف طور پر آیا ہے کہ مومنوں کا گروہ پہلے جنت میں داخل ہوگا بعد انھیں بادِشاہت ملکِی اور اسی بادشاہت کو وہ جنت کا ہمرنگ بنالیں گے. اس سے آگے اِسی آیت میں فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ آیا ہے یعنی یہ بدلہ اُن کے عمل کے معاوضہ میں ملا ہے. بادشاہت کی تمنا میں مجلسِ عاملہ قائم کرنے والوں کا یہ اجر نہیں ہے بلکہ جنت میں داخل ہونیکے بعد ایک دوسری جنت بنانے والوں کو یہ اجر ملتا ہے. پس ایک جنت تو وہ تھی کہ جسکو انھوں نے بیعتِ رضوان سے حاصل کی تھی اور اب جو ضمناً انھیں بادِشاہت ملی ہے اس کو بھی اپنے عمل سے جنت میں تبدیل کر رہے ہیں گویا کہ ان کا مقصد ہی یہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ساری زمین بقعۂ نور بناڈالیں سو اُن کے عمل نے یہ سب کچھ کر ڈالا. اسی حقیقت کو آگے واضح کیا گیا ہے.

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ چونکہ یہ سب نعمتیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت انھیں حاصل ہوئی تھیں اسی لئے تَرَى الْمَلٰٓئِكَةُ فرمایا یعنی اے محمدؐ تم اپنی آنکھوں سے ملائکہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اب عرش کے اِردگرد موجود ہیں یعنی وہ زمین جو وراثت میں انھیں ملی تھی زمین باقی نہ رہی بلکہ عرش کی صورت میں جلوہ گر ہوئی. خدا کے مومن بندے خدا کے عرش کے اطراف نظر آرہے ہیں یہی خاص الخاص بندے کبھی عرش کا ماحول بنے ہوئے ہیں تو کبھی يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ کا منظر دکھلا رہے ہیں. پس وہی بندے جو عرش کے اطراف لپٹے ہوئے تھے اب وہ اسی عرش کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہیں. اُن کی کل تعداد صرف آٹھ ہے. يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَة کی تفسیر میں خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ آٹھ فرشتے دراصل آخر زمانے میں آٹھ خلیفے ہونگے جو علیٰ منہاجِ نبوت خلافت قائم کرینگے. آپؐ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''اس عرش کے اٹھانے والے اب چار ہیں'' پس یہ چار خلیفے وہی تھے جو حضورؐ کے بعد علیٰ منہاجِ نبوت قائم کر گئے حضورؐ ہی نے اِن خلفاء کو اپنے سے متصل قرار دیا ہے اور آنے والے خلفاء کی تعداد آٹھ بتلا کر اُن کو مُنفصِل قرار دیا ہے.

پس یہ خلفائے منفصِل کا دور یہی ہے جسکی بنیاد آخرین کے گروہ نے ڈالی جسکو خلافتِ مبشرہ کہا جاتا ہے. حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرّہ العزیز کے وصال کے بعد آپ سے متصل خلافت نہ ہوئی چونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرمایا تھا کہ آخری زمانے کے آٹھ خلیفہ مجھ سے منفصِل رہیں گے یہ اس حقیقت کا انکشاف تھا کہ جس طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کیساتھ ہی چار خلیفہ آپؐ سے متصل رہے ہیں ایسا آخر زمانے میں نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی بعثتِ آخرین میں آخرین کی جماعت کے سردار حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرّہٗ العزیز کے وصال کے بعد کوئی خلیفہ آپ سے متصل نہیں ہے بلکہ آپ کے وصال کے بعد کچھ مدت ہے جس کے بعد خلافت علیٰ منہاجِ نبوت قائم ہوگی اور یہ ہو کر رہے گی کیونکہ قرنِ اول اور قرنِ آخر ایک ہی رنگ کا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال کو ایک سال سے زائد عرصہ ہوا لیکن آپ کے بعد گادی یا سلسلہ کا خلیفہ نہیں قائم کیا گیا. چونکہ یہ خلافت موعود ہے اس لئے تبلیغ، ہجرت اور غزوات کا عمل ہو چکنے کے بعد اب دینی حکومت کے قیام پر ہی یہ خلافت قائم ہوگی. اللہ اپنے وقت پر سب کچھ کرے گا. اللہ بھی نظر نہیں آتا اور اللہ کا کام بھی نظر نہیں آتا. پس یہ خلفاء جو اللہ کے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اپنے ماضی، حال اور مستقبل پر کامل ایمان رکھتے ہیں اسکے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی مغفرت اسی ایک راہ سے ہوسکتی ہے اور مسلمانوں پر رحمت کے سارے دروازے اسی عمل سے کھل جائینگے جیسے کہ آیت پاک میں ہے اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً (۴۰:۷) یعنی وہ لوگ جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے اردگرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس بات پر ایمان لاتے ہیں اور ان کیلئے جو ایمان لا چکے ہیں استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو رحمت اور علم سے ہر چیز پر حاوی ہے. پس اس خلافت کے قیام کے بعد ساری زمین بقعۂ نور بن جائے گی اور ساری انسانیت گناہ کے جراثیم سے پاک ہو جائیگی اور صرف دین کی تمکین ہونے لگے گی. اس وقت ساری دنیا ہمارے اس بیان کو سر آنکھوں سے لگائے گی اور انھیں کھل جائے گا کہ یہ وہی خلافت ہے جو قرنِ اول میں قائم کیگئی تھی گویا کہ وہ دوسری بار قبروں سے اُٹھیں گے اور انھیں یقین ہو جائے گا کہ جس طرح ساڑھے تیرہ سو سال پہلے خلافتِ راشدہ کے ذریعہ دنیا ظلم و جور سے پاک ہوئی تھی اسی طرح اِن آخری آٹھ خلیفوں کے ذریعہ بھی ساری دنیا پاک ہوئی ہے. قرآن پاک نے اسی حقیقت کو صاف طور پر اس طرح واضح کیا ہے قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ. (۱۱:۴۰) کہینگے اے ہمارے رب تو نے ہم پر دو موتیں وارد کیں اور دو دفعہ ہمیں زندہ کیا سو ہم اپنے گناہوں کا

اعتراف کرتے ہیں تو کیا نکلنے کیلئے کوئی راستہ ہے؟ خلافت کی اس حقیقت کے انکشاف کے بعد اس بات سے بھی واقف ہونا ضروری ہے کہ مقامِ خلافت کیا ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے سے آج تک عمل چلا آرہا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام مساجدوں میں نماز جمعہ میں خطبہ اولیٰ اور خطبۂ ثانی پڑھا جاتا ہے. خطبۂ اولیٰ میں اسلام اور اس کے تاسیسی اصول سے مسلمانوں کو واقف کرایا جاتا ہے. خطبۂ ثانی میں خلفائے راشدین یعنی چار خلفاء کا نام لیا جاتا ہے تا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور علیٰ منہاجِ نبوت خلافت کے دور کو مسلمان ہمیشہ اپنی نظر کے سامنے رکھ کر عمل کریں لیکن یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ خطبۂ ثانی کیلئے خطیب کچھ وقفہ لیتا ہے اور ممبر پر کچھ دیر کیلئے بیٹھ جاتا ہے نہ صرف یہی بلکہ کھڑے ہوتے ہوتے ہوئے ایک زینہ اتر کر ممبر کی پہلی سیڑھی پر آجاتا ہے اور خطبۂ ثانی دیتا ہوا خلفائے راشدین کا تذکرہ کرتا ہے. پس دو خطبوں کے درمیان کچھ وقفہ اور ممبر کے آخری زینہ سے اُتر کر نیچے آنا خود اسلام کی خلافت کے مسئلہ کو حل کر دیتا ہے. اس عمل سے واضح ہوتا ہے کہ مقامِ خلافت نزولِ اسلام ہے اور مقامِ نبوت عروجِ اسلام ہے اِسی لئے خلیفۃ المسلمین کہا جاتا ہے نہ کہ خلیفۃ المومنین. عام مسلمان چونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں جانتے اسلئے اُن کا خلیفہ امیر المومنین کا منصب رکھتے ہوئے بھی مقامِ نزول پر آکر عام مسلمانوں کو حتّی الامکان حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چہرے سے روشناس کرا کے پھر اُوپر چڑھ جاتا ہے یعنی وہ عام مسلمانوں کو بھی اسی مقام پر پہنچانا چہتا ہے کہ جس مقام پر وہ خود ہے خلیفہ کا حقیقی منصب چونکہ امیر المومنین ہے اِس لئے وہ ممبر کی ایک سیڑھی اُتر کر وہیں ٹھیر نہیں جاتا بلکہ وہ اپنے حقیقی مقام پر چڑھ جاتا ہے. اسلئے کہ اسکی خلافت علیٰ منہاج نبوت ہے. یعنی وہ مومنوں کا خلیفہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا خلیفہ ہے البتہ وہ مومنوں کا امیر ضرور ہے یہی وجہ ہے کہ مومنوں کی جماعت میں اسے انفرادیت حاصل نہیں ہوتی اسلئے کہ وہ مومنوں کے گروہ میں کا ہی ایک فرد ہے بالفاظ دیگر تمام مومنوں میں بھی یہی طاقت موجود ہے کہ وہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوت چلاسکیں یہی وجہ ہے کہ آئیندہ ہونیوالے تین خلفا حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ' حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے بیٹھے ہوئے رہتے ہیں. چنانچہ ہر خلیفہ اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو جانتا تھا. حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کا یہ ارشاد کہ فَاِنْ زَغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ یعنی ''مجھ میں تم کوئی ٹیڑھا پن پاؤ تو مجھے قوت دو'' اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آپؓ باوجود خلیفہ ہونیکے سب میں مشترک تھے. ایک طرف تو خلیفہ اپنی انفرادیت کو باقی رکھتا ہے تو دوسری طرف اجتماعیت کا بھی حامل ہے. پس اسلام کا خلیفہ ایک طرف خلیفۃ المسلمین ہے تو دوسری طرف امیر المومنین بھی ہے. یہی معنی ہیں یَحْمِلُوْنَ الْعَرْش وَمَنْ حَوْلَه' کے یعنی عرش کے اٹھانے والے یَحْمِلُوْنَ الْعَرْش کا مصداق بنے ہوئے ہیں اور امیر المومنین کہلاتے ہیں دوسری طرف یہ وَمَنْ حَوْلَه' کا مصداق بنے ہوئے عام مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے ایک زینہ اُتر کر خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں لیکن اس میں یہ حقیقت بھی پوشیدہ ہے کہ آخر زمانے میں جو آٹھ خلفاء ہیں جنکا تذکرہ حدیثوں میں ہے وہ منفصل کہلائیں گے نہ صرف اس لئے کہ حضورؐ نے اُن کو منفصل کہا بلکہ نماز جمعہ میں خطبہ اولیٰ اور خطبہ ثانی کے درمیان بیٹھ کر کچھ وقفہ فرما کر بھی اِس حقیقت کو واضح کیا. جاننا چاہئیے کہ اسلام کی حقیقی خطابت بھی انہی دو وقتوں میں مقرر رہے. یا تو خطیب اول حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا پھر خطیب ثانی وہ وجود ہے جو اپنے اندر پچھلے چار خلیفوں کی مانند آٹھ خلیفوں کی قوت رکھتا ہے یعنی یہ آٹھ خلیفے پچھلے چار خلیفوں کا کام انجام دینگے بالفاظ دیگر جو کام وہاں دورِ اول میں ایک خلیفہ نے کیا وہ کام یہاں دورِ آخرین میں دو خلفاء کے ذریعہ تکمیل کو پہنچے گا اسلئے کہ آخرین کی جماعت اولین کا مقابلہ نہیں کرسکتی لیکن اِن دو خطبوں کے درمیان کچھ وقفہ بھی ہے جس کو زمانہ فیج اعوج کہا جاتا ہے. یعنے خطبہ اولیٰ کے بعد خطبہ ثانی سننے کیلئے ایکہزار سال کا وقفہ بھی درمیان میں لازمی ہے. پس وہ وقفہ تیس سالہ علیٰ منہاجِ نبوت کے ساتھ ساتھ خیر القرون کی تین صدیوں والی حقیقی روح کے اظہار کے بعد گذر بھی گیا جس میں اسلام کی حقیقی روح ۷۲ فرقوں میں منقسم تھی پس یہ دوسرے خطیب ہیں جو مسلمانوں کو اسلام کے مرکز پر جمع کرنیکے لئے یَوْمُ الْجُمُعه میں ظاہر ہوئے جن کا نام حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور ہے. ہم نے خطیبِ دوم کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے کہیں یہ غلط فہمی نہ ہونا چاہیے کہ یہ وجود کوئی دوسرا وجود ہے یا پہلے کے مقابل ہے. قرآنِ پاک نے مصباح کو زجاجہ سے الگ نہیں گیا ہے بلکہ المصباح فی زُجاجہ کہہ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہی مصباح ہے جو زجاجہ میں سما کر اپنی روشنی دکھلا رہا ہے. خود اللہ پاک نے صدیق کے وجود کو بعثتِ ثانی قرار دیا ہے جیسے کہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ سے ظاہر ہے. ترکیب مضاف مضاف الیہ میں اِس فقرہ کے معنی دو میں کا دوسرا ہوتے ہیں چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ غار ثور میں آپؐ کے ہمراہ تھے اول کا درجہ حضورؐ کو اور ثانی کا درجہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حاصل ہوا ہے. حضور سرورِ عالمؐ کا وجود اِسی آیت سے بعثتِ اول اور حضرت صدیق اکبرؓ کا وجود بعثتِ ثانی کی اہمیت کو دکھلا رہا ہے. پس ہم نے اِس بعثتِ ثانی کو اپنے قول وفعل کے علاوہ پیدائشی نام صدیق رکھنے کی وجہ سے اِسم بامسمّٰی پایا اسلئے خطیب ثانی لکھا ہے. اپنے ہمرنگ ہونے میں یہ ایک ہی ہیں اور اِن دو میں جدائی کا کوئی شائبہ بھی نہیں. اِن کی ہمرنگی کا اِس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اسلام میں ہر نماز سے پہلے اذاں دیجاتی ہے جو دعوتِ تامّہ کہلاتی ہے جس میں اسلام کی حجتِ کامل کفّار پر پیش کی جاتی ہے جس کو دعوتِ اسلام کہنا چاہیے. لیکن قیام نماز کیلئے اقامت بھی تو ضروری ہے جسکو تکبیر کہا جاتا ہے. تاسیس اسلام کیلئے دعوتِ تامّہ ضروری تھی تو اعادہ اسلام کیلئے اِسی تاسیس کو اقامت الصّلوٰة سے پورا کرنا تھا. بروز جمعہ نماز سے پہلے دعوت تامّہ دئے جانیکے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ خطیب کے ممبر پر چڑھنے سے پہلے مزید

دعوتِ تامّہ کا اعادہ کیا جائے. چنانچہ نماز جمعہ ہی میں یہ مخصوص عمل اِس بات کو واضح کرتا ہے کہ ایک مرتبہ دعوتِ تامّہ خطیبِ اول کے زمانے میں ہوگی تو دوسری مرتبہ خطیبِ ثانی کے موقع پر بھی دعوتِ تامہ کا اعادہ ہوگا اور وہ خطیب جو خطبہ ثانی کا عملی مجسمہ بن کر بعثتِ ثانی کا اظہار کرے گا سمجھ لینا چاہئے کہ ایسا موقع ہی یوم الجمعہ کا ہے یا تو لِتُنۡذِرَ اُمُّ الۡقُرٰی کا عمل عرب کے ریگستان میں نظر آیا یا پھر لِتُنۡذِرَ یَوۡمَ الۡجُمۡعہ کا عمل صدیق کے وجود سے پورا ہوا چونکہ یہی دو وجود ہیں جو غار میں چھپے ہوئے ہیں. اور کفار عالم اِنہی دو کے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے غار تک پہنچتے ہیں بالآخر تنے ہوئے مکڑی کے جالے کو دیکھ کر واپس ہوجاتے ہیں یعنی انھیں یہ یقین نہیں آتا کہ یہ کمزور جماعت جو چند افراد پر مشتمل ہے کس طرح کامیاب اور اپنے دعوے میں سچی ثابت ہوسکتی ہے لیکن وہ اس امر کو نہیں جانتے کہ یہی دو وجود بظاہر الگ ہونیکے ایک ہیں. وہ نہیں جانتے کہ ان دو میں کا ایک تاسیس اسلام کا حامل ہے تو دوسرا اعادۂ اسلام کی بشارت اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ اپنے آقائے دو جہاں کا سچا رفیق ہے. وہ لوگ اس حقیقت کو کیا جانیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اَفۡضَلُ الۡبَشَرِ بَعۡدَ الۡاَنۡبِیَاءِ بِالتَّحۡقِیۡق کہتے ہیں انھوں نے تو انبیائے ماسبق کو ایک ایسے وجود کے مقابل اہمیت دے رکھی ہے جس کو قرآن پاک نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ثانی اثنین کا درجہ عطا فرمایا ہے. انھوں نے بڑی تحقیق کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقام کو پایا تو صرف یہی کہ اُن کا مرتبہ انبیاء کے بعد رکھا انھیں کیا معلوم کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجودِ بابرکت بحیثیتِ مصباح آپکے وجود میں بشکل زجاجہ اپنی روشنی کو ظاہر کررہا ہے. وہ ہر نماز کے رکن قیام میں حمد و ثنا پڑھتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ حمد کس کی اور اس کے بعد ثنا کس کی ہورہی ہے. سُبۡحَانَکَ اللّٰهُمَّ بِحَمۡدِکَ کا اظہار کرکے یہ تو جانتے ہیں کہ مظہر ذاتِ ربُّ العٰلمین کی حمد اس فقرے میں بیان کیگئی ہے لیکن یہ نہیں جانتے کہ وَلَا اِلٰـهَ غَیۡرُکَ میں جسکی حمد ایک بار ہوچکی ہے وہی وجود ایک دوسرے پیراہن میں جلوہ گر ہے. اور اپنے میں کوئی غیریت نہیں رکھتا بلکہ اصل ہی کا اظہار ہے. فرق صرف اس قدر ہے کہ کبھی وہ حمد کی بنیاد ڈالتا ہے اور کبھی وہ اسی حمد کی ثنا قائم کرتا ہے. اور پڑھائے ہوئے سبق کو دہراتا ہے چونکہ وہ اپنی بعثت میں نہ صرف اول کا مقام رکھتا ہے بلکہ ثانی ہونے کا بھی درجہ اسے حاصل ہے. پس یہی معنی حمد و ثنا کے ہیں جس کو سمجھنا ہے سمجھ لے اور آیت یَلۡبَسُوۡنَ مِنۡ سُنۡدُسٍ وَّاِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ کی یہی حقیقت ہے. جس کو ہم نے بیان کیا ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ کے روحانی مقام کو اَلۡبَدۡرِ مُحَمَّدٌ مُّصۡطَفٰی صَلَّے اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ کہنے والے کیا جانیں گے. الشَّمۡسُ مُحَمَّدٌ مُّصۡطَفٰی صَلَّے اللّٰه علیه وَسَلَّم کہنے والے ہی آپؐ کو اور حضرت صدیق اکبرؓ کے مقام کو جانتے ہیں.

(تسلسل صفحہ ۳۰)... ہوا ہے قولوا اٰمنّا بِااللّٰهِ وَمَا اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَمَا اُنۡزِلَ اِلٰی اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ --- اور اسی کے ساتھ لَانُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ بھی آیا ہے یعنی ایمانیات میں جسقدر خصوصیتیں لفظ قُلۡ کے ساتھ حضورؐ کو امر دیئے جانے میں شامل ہیں اِسی کو قُوۡلُوا کا امر دے کر آپ کا اور آپ کی امت کا ایک ہی مقام بتلایا گیا فَاسۡتَقِمۡ کَمَا اُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَکَ. اِسی طرح ایک دوسرے انداز میں کہا گیا ہے اُدۡعُوا اِلَی اللّٰـهِ عَلٰی بَصِیۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ مزید ایک مخصوص انداز میں اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ آپؐ نے اپنی امت پر اپنا رنگ چڑھایا انبیائے ماسبق میں سے کسی نبی نے اپنی امت پر اپنا رنگ نہیں چڑھایا. موسیٰ علیہ السلام کی اُمت نے صاف طور پر فتح بیت المقدس کے موقع پر کہدیا فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوۡنَ اے موسیٰ تو اور تیرا رب دونوں مل کر جاؤ اور دشمن سے لڑو. ہم تو یہیں بیٹھے رہینگے. مسیح کے منتخب شدہ حواریوں میں سے ایک بھی حواری اُن کی صلیب کے وقت موجود نہ رہا. ابراہیم علیہ السلام کو اللہ پاک نے اُن کی آزمائشوں کے بعد انھیں ایک مقام عطا کیا اور کہا کہ تجھے ہم مستقبل میں دنیا کی امامت بخشیں گے. وہ الفاظ یہ ہیں وَاِذِ ابۡتَلٰٓی اِبۡرٰهِیۡمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا. اِس بشارت کے پاتے ہی آپؑ نے اپنی امت کیلئے یہی تمنا خدا سے ظاہر کی اور کہا قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ یعنی میری ذرّیت کو بھی یہ مقام دے تو اللہ پاک نے کہا لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ یعنی تیری ذُرّیت ظالم ہوگی اور یہ وعدہ اُن کے لئے ہماری جانب سے نہیں ہوسکتا. اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنی امت کی جانب نظر اٹھائی اور چاہا کہ اپنا رنگ اُن میں پیدا ہوجائے لیکن نہ پیدا ہوسکا بالآخر ساری امت منہ پلٹا کر بھاگ گئی. فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِی النُّجُوۡمِ فَقَالَ اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ فتولَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِیۡن. (۳۷:۸۸) اس آیت میں اللہ پاک نے آپؑ کی امت کو نجوم سے تشبیہ دی ہے. لفظ مدبرین واضح کرتا ہے کہ وہ قوم ہی تھی ورنہ ظاہرہ سیاروں کا پلٹ کر جانا کیا معنی. اسی طرح یونس علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ اُنہوں نے ہجرت کرنے میں عجلت سے کام لیا وہ محض اسلئے تھا کہ قوم سے وہ تنگ آگئے تھے یعنی وہ اپنا ہمرنگ کسی ایک کو بھی نہ بنا سکے یہاں تک کہ ہجرت کے بعد جب اُن کا وصال ہوا تو اُنکا ایک بھی آدمی اُن کے ہمراہ موجود نہ تھا فَنَبَذۡنٰهُ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیۡمٌ وَاَنۡبَتۡنَا عَلَیۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ یَّقۡطِیۡن (۳۷:۱۴۶) یعنی ہم نے اُسے کھلے میدان میں ڈالا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر ایک کدّو کا درخت اُگایا. یَقۡطِیۡن ہر اس درخت کو کہتے ہیں جو اپنی ساق پر کھڑا نہیں ہوتا. ظاہر ہے کہ جو درخت اپنی پنڈلی پر آپ کھڑا نہ ہو وہ اپنی ارتقا کیلئے کسی نہ کسی چیز کا سہارا

لیتا ہے اسی لئے یونس علیہ السلام کی نبوت کے انجام کو کدّو کی بیل سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی آپؑ کے بعد آپؑ کی امت میں وہ رنگ باقی نہ رہا کہ جو یونس علیہ السلام کی روحانی قوت کو لے چلتے. گویا وہ زمین پر اس طرح گرے کہ دنیا نے انھیں اپنے پاؤں سے کچل ڈالا اور ان میں دوبارہ کھڑے ہونے کی قوت ہی باقی نہ رہی. ہمارے نبی آقائے نامدار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس قدر کمزور نہ تھی کہ وہ کسی اور کے سہارے کھڑی ہوتی بلکہ اللہ پاک نے آپکے لئے فرمایا کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰذَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الذُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّار (۲۹:۴۸) اسلام کی مثال اس درخت کے جیسی ہے جو زمین سے ایک باریک سوئی کی شکل میں نکلتا ہے اور مضبوط اور موٹا ہو جاتا ہے پھر وہ درخت اپنی پنڈلیوں پر آپ کھڑا ہو جاتا ہے. خود زارعینِ اسلام کو اس سے خوشی ہوتی ہے اور اُدھر کافروں کو غیض وغضب آجاتا ہے اسلئے کہ اُن کے انبیاء میں یہ کمال نہ تھا کہ اُن کی امت میں یہ کمال پیدا کریں. حضور اکرمؐ کی نبوت کو کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ کہا گیا ہے شَطَا ہر وہ چیز ہے جو آگے اور دو طرفوں میں پھیل جائے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دو رُخ بتلائے جا رہے ہیں. آپؐ شجرہ طیّبہ، شجرِ زیتون اور شجر اخضر کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ سب مبارک کہلاتے ہیں. موسیٰ علیہ السلام نے اسی مبارک درخت سے کچھ حاصل کیا تھا لیکن درخت کی اِن دو شاخوں میں سے ایک شاخ کی سمت جو یمن کہلاتی ہے اُنھیں آواز آئی تھی اور وہ یہ ہے فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیءِ الْوَادِالْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ. (۳۰:۲۸) سو جب اس کے پاس آیا وادی کے دائیں جانب میں درخت والی بابرکت جگہ میں آواز آئی کہ اے موسیٰؑ میں اللہ جہانوں کا رب ہوں موسیٰؑ کو جس جگہ آواز آئی تھی ایک دوسری آیت میں ہے قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (۲۹:۲۸) موسیٰ علیہ السلام کا اپنی امت پر خود اُنکا رنگ نہ چڑھنے کا اس آیت میں صاف ذکر ہے کہ انھوں نے اپنے اہل کو اِمْكُثُوْا کہہ دیا یعنی انھیں اپنے ساتھ نہیں لیا اور صاف کہہ دیا کہ تم میرے ہمراہ مت آؤ اور یہیں ٹھیر جاؤ اور دوسری حقیقت یہ ہے کہ جس آگ کو انھوں نے دیکھا تھا وہ پوری کی پوری آگ سے مستفید نہیں ہو رہے تھے بلکہ کہتے ہیں اٰتِیْكُمْ مِنْهَا بِخَیْرٍ اَوْ جُذْوَةٍ یعنی کچھ تھوڑی سی خبر لا رہے تھے اور لفظ جُذْوَةٍ خود بتلاتا ہے کہ وہ پوری آگ کے حقدار نہ تھے بلکہ شعلہ کے بعد کا وہ حصہ جو بچ کر رہ جاتا ہے. جو انگارہ یا کوئلہ ہے اُسی کے حقدار تھے. دوسری جگہ قرآنِ کریم میں یوں آیا ہے اَوْاٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ فَلَمَّا جَآءَ هَانُوْدِیَ اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یٰمُوْسٰى اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْم (۲۷:۷) اِس آیت میں صاف ہے کہ وہ پوری آگ پر قابض نہ ہو سکے بلکہ اس سے انھوں نے شہاب حاصل کیا جو اپنی صفت میں قبس تھا اور شہاب اس روشن شعلہ کو کہتے ہیں جو جلتی ہوئی آگ سے لے لیا جائے یا جو فضا میں نظر آتا ہے. اس سے صاف ظاہر ہے کہ انھیں صرف اُس آگ سے ایک خبر ملی جو اپنے اندر چمک رکھتی تھی اور وہ ایک اقتباس کی حیثیت تھی.

قرآن کریم میں مزید تیسری جگہ آیا ہے اَوْاَجِدُ عَلَى النَّارِهُدًى فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُاُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى (۲۰:۱۰) اِس آیت میں اللہ پاک نے عَلَى النَّارِ الْهُدٰى کہہ کر نار کو نور کا جامہ پہنا دیا ہے اسلئے کہ اُس سے اُنھیں ہدایت مل رہی تھی اور یہ وہی نور ہے جسکو اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض کہا گیا ہے یعنی وہ زمین آسمان کا نور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ہے جس کو سورہ نور میں مشکوٰۃ سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں مِصباح ہے اور مصباح زجاجہ میں ہے جو نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے اور وہی شجر مبارک بھی ہے. بہر صورت وہ آگ کہ جس میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز آرہی تھی وہ برکت دی ہوئی تھی اور برکت کا مقام تمام انبیاء میں حضور اکرمؐ کے سوا کسی اور کا نہیں ہے. آپؐ کی کتاب کو مبارک کہا گیا ہے هٰذَا كِتٰبٌ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ یہ کتاب مبارک ہے اس کی اتباع کرو. آپؐ کو اور آپؐ کی امت کو بھی مبارک کہا گیا ہے یعنی خود موسیٰ علیہ السلام کو جہاں سے آواز آئی تھی وہ مقام مبارک تھا بُوْرِكَ مَنْفِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا یعنی جو نار میں ہے اور جو اُس کے اطراف ہے وہ سب مبارک ہے جو بستی نار کی صورت میں جلوہ گر تھی وہ ذاتِ احدیت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی چونکہ یہیں سے موسیٰ علیہ السلام کو اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ کی آواز آئی تھی اور جو اس کا ماحول تھا وہ آپؐ کی امت کا مقام تھا جسکو برکت دی گئی ہے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج ہوئی وہ ایک ایسے مقام پر لیجانیکا تذکرہ ہے جس کا ماحول برکت دیا گیا ہوا ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ یعنی آپؐ مسجد حرام سے نکل کر مسجد اقصیٰ کو پہنچے اور یہ آپؐ کے معراج کی آخری حد تھی کہ جہاں آپؐ کی امت برکت کے مقام پر آپؐ کے ہمراہ تھی قرآن کریم میں آپؐ کی جائے بعثت یعنی اُمُّ الْقُرٰى کو بھی مبارک کہا گیا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَعْثٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا یعنی سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے جو انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے جسے مبارک ہونے کا شرف حاصل ہے. قرآن کریم جس رات میں نازل ہوا اس لیل کو بھی مبارک کہا گیا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ (۴۴:۳) یعنی ہم نے اِس قرآنِ حکیم کو مبارک رات میں اُتارا جو لَیْلَةُ الْقَدْر کہلاتی ہے ہم ہمیشہ انذار کرتے رہے ہیں اس طرح ربُ العٰلمین کی ذات بھی مبارک ہے جس نے فرقانِ حمید جیسا پُر حکمت کلام نازل فرمایا. کہا گیا تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ

عَلٰی عَبْدِہٖ بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم پر فرقانِ حمید اُتارا مختصر یہ کہ حضورؐ کی ذات کے سوا کسی اور نبی کو مبارک نہیں کہا گیا. پس یہی وہ مبارک مقام تھا کہ جہاں سے انبیاء کو نور تقسیم ہوا بعض لوگوں نے مبارک کا اطلاق انبیائے ماسبق پر بھی کیا ہے. حضرت ابراھیم علیہ السلام پر برکت اور درود نازل ہونیکا تصوّر اس امت کے بعض افراد میں پایا جاتا ہے اور وہ قصہ یوں ہے کہ اُن کے پاس دو مہمان آئے بحیثیتِ میزبان انھوں نے ایک بچھڑا اُن کی ضیافت میں کاٹا اور تلا ہوا پیش کیا جہاں انھوں نے اُن کو اور اُن کی بیوی کو بشارت دی کہ انھیں اسحٰق اور یعقوب دیئے جائیں گے اور برکت بھی دی جائے گی. یہ واقعہ قرآن کریم میں بالصّراحت موجود ہے جو سورہ ھود کے ساتویں رکوع میں ہے وہ یہ ہے کہ جب فرشتے ابراھیم علیہ السلام کے پاس آتے ہیں تو وہ سب سے پہلے اُنھیں اُن کے مقام منصب سے آگاہ کرتے ہیں اور اُن کے منہ سے یہ جملہ نکلتا ہے جسکو قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے وَلَقَدْ جَائَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاھِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰماً قَالَ سَلَامٌ   یعنی جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراھیمؑ کے پاس خوشخبری لیکر آئے تو کہا سلام ہو ابراھیم علیہ السلام نے بھی جواب میں سلام ہی کہا. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان اور میزبان کا مقام صرف سلام کی حدتک تھا قرآن کریم میں تمام انبیاء پر اللہ کی جانب سے اُن کا مقامِ منصب سلام ہی آیا ہے جیسے کہ سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاھِیْم ، سَلَامٌ عَلٰی یَحْیٰی ، سَلَامٌ عَلٰی نُوح کے علاوہ سَلَامٌ عَلَے الْمُرْسَلِیْن آیا ہے. اِس سے آگے رحمت و برکت کے حقدار سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امّت ہوتی ہے. اِسی آیت میں آگے چل کر ابراھیمؑ سے مخاطب ہوکر مہمانوں نے کہا قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (۱۱:۷۳) اِس آیت میں ابراھیمؑ اور اُن کی بیوی سارا کو اَھْلِ بَیْت سے خطاب کر کے مبارک اور رحمت اللہ کے مقام کی نعمت بخشی گئی ہے. ظاہر ہے کہ لفظ اہلِ بیت اس موقع پر فرمانا کوئی خاص حقیقت رکھتا ہے ورنہ لفظ عَلَیْکُمْ کی ضمیر ہی کافی تھی. اہل بیت کے معنی گھر والے کے ہیں. ظاہر ہے کہ ابراھیم علیہ السلام نے جس گھر کی تعمیر کی تھی وہ بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر تھا وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلَ انھوں نے گھر کی بنیادیں اٹھاتے ہوئے امتِ مسلمہ کے مبعوث کئے جانیکی اللہ پاک سے دعا کی تھی رَبَّنَا وَجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ (۲:۱۲۸) اِسی کے ساتھ انھوں نے اِسی قومِ عرب سے ایک رسول مبعوث ہونیکی تمنا کا اظہار کیا تھا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْھُمْ پس یہ تمنا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے پوری ہوئی اور امتِ مسلمہ ظہور میں آئی حضورؐ نے اِسی دعا کی تکمیل میں اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْم فرمایا یعنی میں اپنے جسمانی باپ ابراھیمؑ کی دعا ہوں پس ابراھیم علیہ السلام کی اِس دعا سے ظاہر ہے کہ وہ بشارت جو فرشتوں نے اَھْلَ الْبَیْت کہہ کر گھر والوں پر برکتوں کا نزول ہونا ظاہر کیا تھا وہ یہی امت مسلمہ ہے جو اللہ کے گھر والے ہیں اِسلئے کہ اسی امت مسلمہ کیلئے آخری قبلہ بیت اللہ قرار پایا ابراھیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر تو ضرور کی لیکن اس گھر سے انہیں کوئی رشتہ نہ رہا. البتہ اُن کا یہ عمل اِرہاص بنا اور ان کی اس تمنا کی تکمیل حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کے وجود میں آنے سے ہوئی. پس اَھْلَ الْبَیْت کے مصداق خود ابراھیمؑ نہ تھے بلکہ اُنہی کے جسمانی سلسلہ سے ایک قوم عرب آباد ہوئی تھی اور اس میں ایک رسول مبعوث ہونا تھا اور اِسی پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول مقدّر تھا. ابراھیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور اِسمٰعیلؑ کو صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان چھوڑتے ہوئے بھی اِسی قسم کی ایک دعا کی تھی اور وہاں بھی بطور خاص اللہ کے گھر والوں کا اشارہ کیا تھا اور بیت محرم کا تذکرہ کر کے قوم عرب کو غَیْرِ ذِی زَرْعٍ قرار دے کر صاف طور پر اشارہ کیا تھا کہ بیت اللہ سے تعلق رکھنے والے ہی خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے مصداق ہونگے وہ دعا یہ ہے رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ. (۱۴:۳۷) اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی پر برکت کا اطلاق ہوا ہی نہیں ہے اسلئے کہ مبارک وہی نبوت اور امت ہوسکتی ہے جس کی روحانی ہدایت مختص بِالقوم یا مختص الوقت نہ ہو. ابراھیم علیہ السلام کو تو اللہ پاک نے ان کے پچھلے نبی نوح علیہ السلام کے زمرے میں شامل کیا ہے جیسے کہ کہا گیا ہے وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرَاھِیْمَ تو پھر محدود دائرہ کی نبوت اور اُس کے ماننے والے کس طرح رحمتوں اور برکتوں کے مصداق ہو سکتے ہیں نوح علیہ السلام کی وہ کشتی جس میں وہ اور ان کے ساتھی سوار تھے. کس نے اُس کشتی کو بچایا تھا؟ اُس کا جاری ہونا اور لنگر ڈالنا کس کے نام سے تھا؟ ذات واجب الوجود حضرت محمد مصطفٰے سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا باطن میں ہاتھ تھا. جیسے کہ خود نوح علیہ السلام نے کہا تھا قَالَ ارْکَبُوْا فِیْھَا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا (۱۱:۴۱) ایسی کشتی ایک ہی نہیں بنی تھی بلکہ سوا لاکھ انبیاء کا وجود مختلف کشتیوں کی صورتوں میں تھا. اِن تمام کشتیوں کے ملّاح حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے. ایک مرتبہ یہ ساری کشتیاں ذاتِ اللہ کے نام سے جاری ہوئیں اور عرب کی سرزمین میں آکر ٹھیر گئیں اور سبھوں نے اپنا لنگر ڈالدیا اِسی حقیقت کو بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا وَمُرْسٰھَا میں بیان کیا گیا ہے. اللہ پاک نے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ کہہ کر صاف بتلا دیا ہے کہ یہ دو دریا یعنی دورِ جزئیت میں انبیائے کرام کے دو طبقے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صفات جلال و جمال بن کر بہہ رہے تھے بالآخر جامع البحرین حضور سرور عالم صلعم ہی کی بعثت پر اِن دو دریاؤں کا ملاپ ہوا جس کو سنگم کہنا چاہیے اِسی لئے اللہ پاک نے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ کے لفظ میں مَرَجَ فعل ماضی بیان کر کے اِن دو دریاؤں یعنی دو روحانی سلسلوں کے مستقبل میں ایک جگہ مل جانے کیلئے یَلْتَقِیٰنِ فرمایا ہے جو مضارع کا

صیغہ ہے پس نوح علیہ السلام کی کشتی جس مقام پر آ کرٹھیر گئی اللہ پاک نے وَاسۡتَوَتۡ عَلَی الۡجُوۡدِیِّ فرمایا ہے. مفسرین نے اسکو بلند پہاڑ بتلایا ہے لیکن جودی لفظ جُود سے ہے. اسکے معنی جود و کرم اور بخشش کے ہیں یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و کرم والے ہاتھ ہی نے اس کشتی کو بچایا ورنہ نوح علیہ السلام نے تو اپنے بیٹے کو غرق ہوتے ہوئے دیکھ کر بے تحاشہ اپنے رب کو پکارا تھا وَنَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَهۡلِیۡ بالآخر اللہ پاک نے اُن کے اس بیٹے کو اُنکا اہل قرار نہیں دیا اور اس کا غیر متّقی ہونا اُسکی تباہی کا سبب بتلایا نوح علیہ السلام نے بالآخر خدا سے مغفرت چاہی رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِهٖ عِلۡمٌ اللہ پاک نے نہ صرف ان کی مغفرت فرمائی بلکہ مستقبل میں اپنی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کی بشارت دی پس یہ موقع وہی تھا کہ جہاں نہ صرف نوح علیہ السلام کی کشتی کا لنگر ڈالنا تھا بلکہ تمام انبیاء کو بھی اسی ایک جگہ آ کر ٹھیرنا تھا پس وہ مقام حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تھا. پس یہی وہ مقام تھا کہ جہاں نہ صرف نوح علیہ السلام کو برکت کا مقام حاصل ہونا تھا بلکہ اُن کی ذرّیت سے جسقدر نبی پیدا ہوئے اُن سب کو برکت ملنے والی تھی اسلئے کہ تمام انبیاء اس امت مسلمہ میں آ کر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی بننے والے تھے چونکہ ان سب کی تمنا اسی امت میں پیدا ہونیکی تھی اسی لئے نوح علیہ السلام سے اللہ پاک نے فرمایا تھا کہ نہ صرف تجھ پر ہماری برکت ہوگی بلکہ اور اُمتیں بھی ہونگی جن پر ہماری برکتیں نازل ہونگی قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ وَعَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَکَ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمۡ (۱۱:۴۸) نوح علیہ السلام کا مقامِ نبوت پر فائز رہتے ہوئے یہ دعا کرنا کہ اے اللہ تو مجھے برکت کے مقام پر اُتار خود اس بات کا ثبوت ہے کہ انھیں برکت کا مقام مستقبل میں حاصل ہونے والا تھا جیسے کہ اُن کی تمنا ہے رَبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنۡتَ خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ. جیسے کہ ہم نے اس سے قبل بیان کیا ہے کہ انبیائے ماسبق اپنا روحانی رنگ اپنی امت میں پیدا نہ کر سکے حضرت سلیمٰن علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے فَلَمَّا قَضَیۡنَا عَلَیۡهِ الۡمَوۡتَ مَا دَلَّهُمۡ عَلٰی مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡکُلُ مِنۡسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ الۡغَیۡبَ مَا لَبِثُوۡا فِی الۡعَذَابِ الۡمُهِیۡنِ. (۱۴:۳۴) ہم نے اس پر یعنی سلیمٰن علیہ السلام پر موت کا حکم صادر کیا تو انھیں اُسکی موت کا پتہ کسی چیز نے نہ دیا مگر زمین کے ایک کیڑے نے جو اُس کے عصا کو کھا گیا سو جب وہ گر گیا' جنّوں پر واضح ہو گیا کہ اگر وہ غیب جانتے تو رسوا کرنے والے دکھ میں مبتلا نہ رہتے. اِس آیتِ پاک میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ اُن کا جانشین اُن کا بیٹا رِجعام خود سلیمٰن علیہ السلام کے عصا کو کھا گیا چونکہ یہ بیٹا دَابَّةُ الۡاَرۡض یعنی زمین کا کیڑا بنا ہوا تھا. سلیمٰن علیہ السلام کی نبوت کی موت خود اُنکے بیٹے سے ہوئی. سلیمٰن علیہ السلام کی امت کے وہ افراد جن میں کچھ اُن کا اثر تھا اُن کو عصا سے تعبیر کیا گیا ہے مِنۡسَاۃ عصا کو اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس سے کسی چیز کو پیچھے کیا جاتا ہے تَاۡکُلُ مِنۡسَاَتَهٗ' کے لفظ میں صاف طور پر واضح کیا گیا ہے کہ اُن کے جانشین بیٹے نے نہ صرف سلیمٰن علیہ السلام کے اثر و رسوخ کو ملیا میٹ کر دیا بلکہ اُن کی جماعت کو بھی تباہ و برباد کر دیا. ساری کی ساری جماعت رِجعام کی زمینی خواہشات کے اثر میں آ گئی بالآخر اللہ پاک نے فَلَمَّا خَرَّ کہہ کر اس بات کو واضح کر دیا کہ سلیمٰن علیہ السلام کا عصا یعنی جماعت اپنے روحانی مقام سے گر گئی خود اُن کی جماعت پر واضح ہو گیا کہ وہ سلیمٰن علیہ السلام کے غیب والے روحانی علم کو جانتے تو عذابِ مھین میں مبتلا نہ ہوتے.

دوسری جگہ اللہ پاک نے سلیمٰن علیہ السلام کے اسی بیٹے رجعام کو اُن کے تخت کا وارث قرار دے کر صرف ایک جسد بتلایا ہے جسمیں سلیمٰن علیہ السلام کی روحانیت کا قطعاً کوئی اثر نہ تھا وَلَقَدۡ فَتَنَّا سُلَیۡمٰنَ وَاَلۡقَیۡنَا عَلٰی کُرۡسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ (۳۸:۳۴) یعنی ہم نے سلیمٰن کو امتحان میں ڈالا اور اس کے بعد اُسکے تخت پر ایک جسم کو ڈالا پھر اُس نے رجوع کیا. اِن دو آیتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سلیمٰن علیہ السلام نے نہ اپنی امت میں اپنا رنگ پیدا کیا اور نہ اپنے بیٹے میں وہ کمال خلق پیدا کیا جو ان میں تھا. قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے متعلق آیا ہے اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ کَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیۡفًا وَلَمۡ یَکُ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ. (۱۶:۱۲۰) یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت میں اپنا روحانی رنگ چڑھانے کی انتہائی کوشش کی اور جب ان کی امت مشرکانہ رسوم سے باز نہ آئی اور ان کا رنگ اُن پر نہ چڑھ سکا تو اللہ پاک نے ان کی امت کا پورا اجتماعی روحانی رنگ تنہا ابراھیم علیہ السلام میں ہونا ظاہر کیا. اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنی امت کا کام خود انھوں نے اپنے وجود سے کر دکھلایا لیکن اپنے متبعین میں اپنا جوہر نہ پیدا کر سکے. ہمارے نبی آقائے نامدار حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ روحانی کمال دکھلایا کہ ایک طرف خود آپؐ اخلاق کے انتہائی کمال پر پہنچے تو دوسری طرف اپنی امت کو بھی اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچایا. اللہ پاک نے بدر کے میدان میں آپؐ کے تیر چلانے کو اپنا چلانا ظاہر کیا تو صحابہؓ کے قتال کو بھی اپنا قتال ظاہر کیا جیسے کہ قرآن کریم میں ہے وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی. اے محمدؐ تم نے جو بدر کے میدان میں تیر مارا وہ تیر اللہ نے مارا. فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡهُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ. اے صحابیو تم نے میدانِ جنگ میں مخالفینِ اسلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے یہ قتل عام کیا اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ (۱۲:۱۰۸) پس یہی مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کا ہے۔

(تسلسل صفحہ ۳۸) کا وقت آیا تو آپ ؐ کو کہا گیا کہ تمام انبیاء کو اپنے لباسِ نبوت میں سمٹ کر اٹھ جاؤ چونکہ آپ ؐ مزمّل ہیں. آگے قُمِ الَّیلَ اِلَّا قَلِیْلاً کہہ کر اس مبارک رات کو قلیل وقت سے تعبیر کیا اسی رات کو لَیْلَۃُ الْقَدْر بھی کہا گیا ہے. اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ یعنی یہ قدر منزلت والی رات صرف تین صدیوں پر مشتمل رہے گی. سب سے پہلے حضور ؐ کے قیام کو نِصْفَہٗ کہہ کر رات کو دو حصوں میں منقسم کیا اُس کے بعد اَوِ انْقُصْ مِنْہُ کہہ کر رات کے نصف حصّہ کو کم کر کے دو تہائی رات کو ثابت کیا اور آگے اَوْ زِدْ عَلَیْہِ فرما کر اُسی نصف پر آگے بڑھانے کا ذکر کر کے تین تہائی رات کا اظہار کر دیا اِس طرح ایک رات کے تین حصّے بتلا کر خیر القرون کی تین صدیوں کا اشارہ کر دیا ہے اور آگے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً کا حکم صادر فرمایا یعنی اے محمد ؐ تم قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھو. ترتیل کے معنی ٹھیر ٹھیر کر پڑھنے کے ہیں. گویا کہ اِنہی تین صدیوں میں اسلام باقی رہے گا. صحابہ ؓ کا دور ایک صدی تک دوسری صدی میں صحابہ ؓ تابعین ہونگے تیسری صدی میں تبع تابعین رہیں گے. روحِ اسلام اِنہی تین صدیوں میں جاری وساری رہے گی. قرآنِ کریم کا سبق ٹھیر ٹھیر کر دہرایا جائیگا. آگے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا فرمایا یعنی اے حبیب ؐ تمہارے اقوال کا وزن انہی تین صدیوں میں باقی رہے گا. مزید اِن تین صدیوں کو جو رات کے تین حصّے ہیں بوجہ قیام آنحضرت ﷺ ایک ہی رات سے تشبیہ دے کر اِس رات کی اہمیت بتلائی ہے. اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا یعنی حضور ؐ کا اِن تینوں حصوں میں قیام مضبوط تر اور قول درست تر رہتا ہے اس کے بعد اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحاً طَوِیْلاً فرمایا یعنی یہ مبارک تین صدیاں گذر جائیں گی تب مادّیات کا سورج نکل آئے گا. اسلام کی حقیقی روح جاتی رہے گی سَبْحاً طَوِیْلاً یعنی یہ نام نہاد خلافت کا دور اور فرقہ بازی کا زمانہ ایکہزار سال تک رہیگا جس کو طویل تسبیح سے تعبیر کیا گیا ہے. اسلام کی روحانیت کو مادّی سیاست پر محمول کرنے لگیں گے ایسے زمانے میں اسلام کا منوّر چہرہ اُن کی نظروں سے اوجھل ہو جائیگا. دنیوی ترقی کو ہی اپنا مقصد اور اصول اسلام سمجھنے لگیں گے چنانچہ تبلیغ. ہجرت اور غزواتِ رسول کی اہمیت ان میں کچھ نہ رہے گی اِسی لئے آگے حضور سرورِ عالم ﷺ کو کہا گیا ہے وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً یعنی اے محمد ؐ اب تم اپنے رب کی بڑائی کرتے ہوئے اِن سب سے الگ ہو جاؤ اور تنہائی اختیار کرو اِسی لئے حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں خیر القرون کی تین صدیوں کے بعد نہیں رہونگا وہ زمانہ فیج اعوج ہے حدیث ہے خَیْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ اَوَّلُھَا وَاٰخِرُھَا بَیْنَ ذَالِکَ فَیْجُ اِعْوَجُ لَیْسُوا مِنِّیْ وَ لَسْتُ مِنْھُمْ یعنی اِس اُمت کا اوّل اور آخر بہتر ہے درمیان کا زمانہ ٹیڑھا ہے نہ وہ مجھ میں رہیں گے اور نہ میں اُن میں رہونگا. پس یہ ایکہزار سال والا زمانہ جسکو قرآنِ کریم میں اَلْفَ سَنَۃٍ کہا ہے تَبَتَّلْ اِلَیْہِ کے لفظ سے حضور سرورِ عالم ﷺ کا اِس ایکہزار سال سے دور رہنا ظاہر کرتا ہے کیونکہ اِس کا مادّہ بَتْلٌ ہے اور بتل کے معنی قطع کرنا ہیں. بُتُول کے معنی ایسی عورت جو تزوج سے منقطع ہو. چونکہ تبتّل کے معنی اِنقطاع کے ہیں اسلئے اس سے یہ ظاہر ہے کہ پچھلے ایکہزار سال میں روحِ اسلام مفقود تھی یعنی جو روحِ اسلام صحابہ ؓ کے عمل میں نظر آتی تھی وہ اب صرف زبان پر باقی رہ جائے گی. گویا کہ مسلمان تسبیح کے دانوں کی شکل میں خیر القرون کی تین صدیوں کو یاد کرتے رہیں گے. یہ عمل اِن میں یادگار کے طور پر چلتا رہے گا. غیر شعوری طور پر علماء و مشائخین تسبیحیں انگلیوں پر پھیرتے رہیں گے جیسے کہ آج تک یہی عمل ہو رہا ہے یعنی ہر تسبیح میں بشمول دو موذّن ایک سو ایک (۱۰۱) دانے ہوتے ہیں اِس تسبیح میں ایک امام ہوتا ہے اور امام کے ساتھ ہی تسبیح کے منکوں کی ایک علحدہ لڑی جوڑ دیجاتی ہے تا کہ تسبیح کی گنتی کے دور معلوم کئے جا سکیں. تسبیح کے سو منکوں کی تعداد ایک صدی کو ظاہر کرتی ہے اور مزید ایک منکا ہر صدی پر کم از کم ایک مجدد دِین کے مبعوث ہونے کو ظاہر کرتا ہے اس طرح اگر ایک ہزار سال یعنی دس صدیاں گذر جائیں تو حقیقی موذنِ اسلام کا ظہور ہوگا اس لئے کہ تسبیح میں دو موذن بھی شامل ہیں. اور یہ دو موذن قرنِ اوّل اور قرنِ آخر کے دو وقتوں میں اسلام کی حقیقی منادی کو ظاہر کرتے ہیں جیسے کہ قرآنِ کریم میں مُنَادِیْ یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ آیا ہے. کامل انسان کی منادی انہیں دو وقتوں میں مقرر ہے. حضور ؐ نے صحابہ ؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے اَنَا فِیْکُمْ یعنی میں تم میں ہوں اور آخر زمانہ کے لئے فرمایا ہے اَنَا مِنْھُمْ وَھُمْ مِنِّیْ یعنی میں ان میں رہونگا اور وہ مجھ میں رہیں گے. پس یہی دو دور ہیں جن میں صلوٰۃ کی حقیقی منادی ہوتی ہے. بظاہر یہ دو دور نظر آتے ہیں ورنہ تسبیح میں امام ایک ہی ہوتا ہے. جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اِن دونوں گروہ کے امام آقائے نامدار ﷺ ہی ہیں چونکہ مسلمان تسبیح کے منکوں کو پھیرتے ہوئے بالآخر اپنے مرکز پر پہنچ جاتا ہے اور امام سے مل جاتا ہے تسبیح کے سو منکوں کو شہادت کی انگلی سے پھیرنا اور امام کو پانا گویا ایکہزار سال کے زمانۂ فیج اِعوج سے گذر کر حضور اکرم ﷺ سے شرفِ ملاقات حاصل کرنا ہے. اِسی لئے مسلمان تسبیح کے امام میں بیت اللہ یا مدینہ منوّرہ کی تصویریں شوق سے لگاتے ہیں جو آئینہ میں جڑی ہوئی ہوتی ہیں گویا کہ جس نے یہ دو موذن کی آواز سُنی جو بعدتِ زمانہ کی وجہ بظاہر الگ ہیں اور نماز کیلئے مسجد میں دوڑے تو انھوں نے اپنے امام کو پالیا اور اپنے حقیقی امام آقائے دوجہاں سردار دو عالم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ لی نہ صرف یہی بلکہ انہوں نے مکّہ اور مدینہ کی زیارت کر لی. مسلمانوں نے اپنی تسبیح کے ساتھ ایک لڑی منکوں کی اِسی لئے چھوڑ رکھی تھی کہ کہیں تسبیح کے پھیر میں غلطی نہ ہو جائے یعنی وہ دور کہیں غلطی سے نکل نہ جائے کہ جو حضور سرورِ عالم ﷺ کے بہ لباسِ دِگر جلوہ افروز ہونے کا ہے. آہ! کہ مسلمانوں میں یہ عمل بے شعوری طور پر چلا آرہا ہے اور یادگار کے طور پر ہے لیکن وہ اپنے پروردگار سے ناآشنا رہے مَیں حق الیقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ آخری منادی جس نے رسولِ مقبول ﷺ کے احسان کو دنیا میں جتلایا حضرت مولانا صدیق

دینار چن بسویشور کا وجود بابرکت ہے زمانہ کی بعدت نے دو مرتبہ دنیا کو نداء دی ہے ورنہ امام تو دونوں زمانوں کا ایک ہی ہے. مسلمانوں نے سَبۡحًا طَوِیۡلًا کے لفظ سے صرف یہی مقصد نکال لیا کہ زیادہ سے زیادہ لمبی تسبیحیں بنائی جائیں اور فقط انگلیوں سے منکے ڈھالتے جائیں. کم از کم یہ محسوس کرتے کہ شہادت کی اُنگلی سے منکوں کے پھیرنے کا کیا مقصد ہے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ آنے والا موعود امام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شہادت اپنے وجود سے دینے آئے گا. کاش کہ مسلمان اس حقیقت کو جانتے قرآنِ کریم میں یہی دو دور مقدر رہیں جسکا سورہ مزّمّل میں ذکر آیا ہے. پہلے رکوع میں جس طرح خیر القرون کی تین صدیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اسی طرح اس سورہ کے دوسرے رکوع میں بھی تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ. وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ. عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ. عَلِمَ اَنۡ سَیَکُوۡنُ مِنۡکُمۡ مَّرۡضٰی وَاٰخَرُوۡنَ یَضۡرِبُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ یَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۰ (۷۳:۲۰) اس آیت پاک میں اللہ پاک نے خیر القرون کی تین صدیوں کا تذکرہ کر کے اعادہ اسلام کی صورت میں ان تین صدیوں کا بار بار لوٹنا ثابت کیا ہے اور اسکی شناخت کے لئے اس امت کی موعودہ دو جماعتوں کو بطور شہادت پیش کیا ہے اور پچھلے ایک ہزار سال کے زمانۂ فیج اعوج کو صاف لفظوں میں ظاہر کیا ہے اس آیت پاک میں حضور سرور عالم ﷺ کا قیام انہی تین صدیوں کی صورت میں بتلایا گیا ہے اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ میں رات کے دو تہائی حصہ کے قریب یہ حضورؐ کا پہلا قیام ہے دوسرا قیام وَنِصۡفَهٗ میں بتلایا گیا ہے یعنی اُسی رات کے نصف حصّہ میں آپؐ کا دوسرا قیام ہے آپؐ کا تیسرا قیام وَثُلُثَهٗ میں ہے یعنی اُسی رات کے ایک تہائی حصّہ میں. اس طرح ایک رات کے تین حصّے کر کے خیر القرون کی تین صدیوں میں حضورؐ کا قیام بتلایا گیا ہے ان تین صدیوں میں نہ صرف آپؐ کا قیام ہے بلکہ آپؐ کے ہمراہ ایک جماعت بھی ہے جو قیام میں رہتی ہے اسی لئے آگے وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ فرمایا گیا یعنی ان تین صدیوں میں صحابہؓ. صحابہ تابعین. تبع تابعین بھی حضورؐ ہی کی معیّت کا شرف حاصل کئے ہوئے ہیں چونکہ لفظ مَعَکَ میں حضورؐ سے اِن سب کی معیّت اِس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ ان تین صدیوں تک ہی روح اسلام باقی رہیگی. اس کے بعد کیا ہوگا خود آیت پاک میں بیان کیا گیا ہے وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ یعنی جس طرح رات اور دن یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں اسی طرح اسلام پر کبھی رات اور کبھی دن کی روشنی ظاہر ہوتی رہتی ہے.

اس حقیقت کو یہاں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ رات جس کا یہاں تذکرہ ہے وہ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ والی ہے جو خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ بھی ہے اور هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ اسکی آخری حد ہے پس یہ رات ایک ہزار سال والے ماہِ رمضان کی لیلۃ القدر سے بہتر ہے اور جس دن کو یہاں بتلایا گیا ہے وہ زمانۂ فیج اعوج ہے جو صرف مسلمانوں کے مادّی نصب العین کو ظاہر کرتا ہے اس کی انتہا کے لئے خود حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مغرب سے سورج طلوع ہو کر مشرق میں نصف النّہار پر آ کر پھر واپس لوٹ جائے گا اور یہ دجال یعنی مغربی قوم کی ترقی کی رفتار اور اس کی انتہا بتلائی گئی ہے. مسلمان چونکہ اس قوم کو ابتدا میں اپنا رہبر تسلیم کرینگے اس لئے وہ بہت تیزی کے ساتھ مغرب سے نکل کر مشرق کو پہنچے گا یہاں تک کہ وہ نصف النہار پر آ جائیگا اور ساری دنیا پر اپنا تسلّط جمالیگا اس کی شہادت میں حضورؐ نے فَیُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَیۡهِمُ النَّصَارٰی فرمایا ہے تسلّط نصاریٰ کی وجہ سے مسلمانوں میں رائی برابر بھی ایمان باقی نہ رہیگا بالآخر مسلمان اس قوم کے ہتکنڈوں سے واقف ہو جائینگے تب یہ سورج واپس لوٹ جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا قوم انگریز جزائر انگلستان سے نکلی مشرق وسطیٰ سے آگے بڑھکر ہندوستان پر انہوں نے اپنا قبضہ جمایا اور قیصرِ ہند کہلائے بالآخر ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۲۷/ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کو ہندوستان ان سے آزاد ہوا اور یہ اُسی جالوت کر چلے گئے جہاں سے انھوں نے خروج کیا تھا مخبر صادق حضور سرور عالم ﷺ کا فرمان ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد لفظ بہ لفظ پورا ہوا پس یہ دور جس کو فیج اعوج کہا جاتا ہے یہاں احصائے قرآن نہ تھا حضورؐ کے سارے احسانات مسلمان بُھلا بیٹھے تھے اسی لئے لیل و نہار کا اندازہ قدرت نے مقدّر کر رکھا تھا یُقَدِّرُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ ایسے دہریت کے دور میں احصائے قرآن کا نہ ہونا لازمی تھا چونکہ قرآن کریم نے صاف لفظوں میں فرمایا تھا عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ یعنی وہ جانتا ہے کہ تم قرآن اور اُسکی روح کی حفاظت نہ کر سکو گے سو وہ تم پر رجوع برحمت ہوتا ہے تم قرآن سے جسقدر رہو سکے بہ آسانی پڑھو مزید آگے فرمایا عَلِمَ اَنۡ سَیَکُوۡنُ مِنۡکُمۡ مَّرۡضٰی وہ جانتا ہے کہ تم میں مختلف قسم کی روحانی بیماریاں نہ ہونگی قرآن کریم کی اس عظیم الشان پیشگوئی کی تکمیل کس طرح پوری ہوئی خود اس بات سے ظاہر ہے کہ زمانۂ فیج اعوج میں یعنی ایک ہزار سال والے ٹیڑھے دور میں مسلمانوں میں ۷۲ فرقے ہو گئے مسلمان اصولی مسائل کی بجائے جزوی مسائل میں گرفتار ہو گئے ان کی حالت عام طور پر ایک بیمار کی سی ہو گئی ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتا تھا اس طرح جسم اسلام کا ایک عضو دوسرے عضو کے مقابلہ میں اسکی نظر میں بیمار اور معطّل ہو گیا تھا گویا سارے اعضائے اسلام مفلوج ہو گئے تھے اس کی آخری حد مسیح محمدی کا ظہور ہے یعنی جس بنی اسرائیل میں مسیح ناصری کے بعد پولُس خلیفہ دوم نے خود مسیح کی تعلیمات میں انتشار پھیلا کر آخری حد کر دی اسی طرح اِس امت میں مسیح محمّدی حضرت مرزا غلام احمد کے بعد خود اُن کے دوسرے خلیفہ میاں محمود نے اسلام اور اسکی تعلیمات میں رخنہ ڈال کر نبوّت کا ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا اسلام میں یہ سب سے بڑی بیماری تھی جس کو قرآن کریم نے عَلِمَ اَنۡ سَیَکُوۡنُ مِنۡکُمۡ مَّرۡضٰی کے الفاظ

سے ظاہر کیا تھا حضرت مرزا صاحب نے دعوئی ماموریت کے بعد احمدیہ فرقہ کی بنیاد خود اپنے ہاتھوں سے رکھی اور صاف طور پر کہہ دیا کہ ''میں رسول اللہ ﷺ کے نامِ احمد سے فرقہ بناتا ہوں''، اِسی باعث اُنکی جماعت فرقہ واریت میں مبتلا ہوئی اُن کے زندگی ہی میں جماعت میں فرقہ کی بیماری پیدا ہوگئی تھی آپ نے دعوئی ماموریت تو کیا لیکن اپنے بعد اپنی جماعت کے لئے انتشار والی حالت کا کوئی حل نہ چھوڑا جب ایک مامور منجانب اللہ ہو اور اُسکی جماعت فرقہ میں مبتلا ہو کیا معنی؟ آخر مقام ماموریت کیا ہے قرآن پاک نے اس اہم حقیقت کو صاف طور پر بتلایا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْاِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِ (۵۹:۴) اِس آیت پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس امت کی اصلاح کیلئے اولی الامر آتے رہیں گے لیکن اولی الامر کے لئے مِنْکُمْ کی ضمیر لا کر یہ بتلا دیا کہ وہ اسلام سے ہٹ کر کسی اور مذہب سے نہیں کھڑے ہونگے بلکہ اِس امت میں سے ہی وہ افراد ہوں گے البتہ اُسکو اَطِیْعُوا اللّٰہ وَاطِیْعُوا الرَّسُول سے ایک الگ مقام دیا ہے یعنی فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ کہہ کر مامور کی جماعت کے تنازع کو حل کرنے کے لئے خود مامور کو حَکَم نہیں بنایا بلکہ فَرُدُّوْ اٰاِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِ کہہ کر اللہ اور اُس کے رسول کی جانب لوٹانے کو کہہ دیا تا کہ وہ حکم بنکر فیصلہ سنا دیں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مامور اپنی جماعت کا فیصلہ وہ خود نہیں کر سکتا چونکہ وہ بھی تنازع میں شامل ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد نے نام احمد سے ایک فرقہ بنا کر جسدِ اسلام میں ایک مرض کا اضافہ کر دیا یہی وجہ ہے کہ اسلام کا آخری فرقہ فرقۂ احمدیہ بڑے زوروں سے اٹھا اس سے ظاہر ہے کہ مامور کا وجود تنازع فی الجماعت بنکر رہ گیا اور آپ کے بعد ایک جماعت میاں محمود خلیفہ قادیان کے ہمراہ ہوگئی دوسری جماعت لاہور میں آکر مقیم ہوگئی پچھلے ایکہزار سال والے زمانۂ فیج اعوج میں جسقدر مامور مبعوث ہوئے ہیں اُن کی جماعتوں میں جو پھوٹ اور فرقے بنے ہیں کچھ نہ کچھ یہی وجہ تھی جسکو ہم نے مندرجہ بالا مضمون میں ظاہر کیا یہ امر مسلّم ہے کہ اللہ کا مامور نقائص سے پاک ہونا چاہئے اور یہ مقام حضور سرورِ عالم ﷺ کے سوائے کسی اور کا نہیں ہے زبان عربی میں صرف کے قانون میں یہ بات مسلّم ہے کہ اَمْر میں حرف علّت نہیں ہوتا فَرُدُّوْ آ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِ کا حکم بتلاتا ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا وجود بابرکت تمام نقائص اور علّتوں سے پاک ہے چونکہ ماموروں کی ساری جماعتوں کے آپسی تنازع کو آپؐ ہی کی جانب فیصلہ کے لئے لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے خدا کا مامور کسی امر کے کرنے کا حکم دے اور اُس میں کسی قسم کا نقص یا علّت ہو تو حکم کی تعمیل عبث ٹھیر جائیگی پس صاحب امر آقائے نامدار ﷺ کی ہی ایک ذات ہے کہ جو جملہ نقائص سے پاک ہے قانون صرف میں حرف علّت تین ہیں اور وہ ہیں (وای) کسی سہ حرفی فعل میں یہ تین حرفوں میں سے کوئی ایک بھی داخل ہو جائے تو وہ فعل فعل نہیں کہلاتا اس لئے کہ اُس میں خارجی چیز کا دخل سمجھا جاتا ہے تعلیلات کا قانون اُس حرف کو نکال باہر کر دیتا ہے اور جب تک وہ حرف اُس فعل سے نکل نہ جائے وہ فعل صحیح نہیں ثابت ہوتا کسی فعل کے پہلے ان تین حرفوں میں سے ایک حرف آجائے تو اُسکو مثال کہتے ہیں درمیان میں آجائے تو اَجُوف اور آخر میں آجائے تو ناقص کہا جاتا ہے قانون صرف بنانے والوں نے جو کچھ بھی غیر شعوری یا شعوری طور پر کیا ٹھیک تھا اس لئے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے اسلام کے تین ہی دور بتلائے ہیں ایک زمانہ تو آپ کا قرن اوّل کہلاتا ہے دوسرا وہ ہے جسکو آپؐ نے زمانۂ فیج اعوج کہا ہے تیسرا زمانہ قرنِ آخر کا ہے جس طرح کسی فعل میں حرف علّت داخل ہونے سے وہ فعل صحیح نہیں کہلاتا بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس فعل میں ثقالت پیدا ہوگئی ہے اسی طرح حضور سرورِ عالم ﷺ کے ان تین زمانوں میں کوئی ایسا عمل جو خارجی ہو داخل ہو جائے تو وہ فعل حضور سرورِ عالم ﷺ کا نہیں کہلائیگا بلکہ وہ حرف علّت کی طرح نکال باہر کر دیا جائیگا حضور سرورِ عالم ﷺ کا وجود بنی نوع انسان کیلئے اپنی پہلی بعثت میں ایک مثال اور نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے اسی لئے صرفیوں نے ف کلمہ میں حرف علّت کے داخلہ کو مثال سے تعبیر کیا ہے مثال کے معنی صورت کے بھی ہیں گویا اسلام میں کوئی خارجی چیز داخل ہو ہی نہیں سکتی اور اسلام کی حقیقی تصویر پر پردہ پڑ ہی نہیں سکتا اسی لئے حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرنِ اوّل یعنی خیر القرون کی تین صدیوں تک روح اسلام علیٰ حال باقی رہیگی۔ صرفیوں نے ع کلمہ میں حرف علّت کے داخلہ کو اَجُوف سے تعبیر کیا ہے جَوف کے معنی پست زمین کے ہیں اور ہر چیز کا جَوف اُس کا اندر کا درمیانی حصہ ہے۔ یہ زمانۂ فیج اعوج ہے جس کی مدّت ایکہزار سال ہے یہ اپنی حالت میں اَجوف کہلاتا ہے چونکہ یہ زمانہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی حقیقی تصویر بتلائیگا روحانیات سے ہٹ کر پستی کی جانب مائل ہوگا مسلمانوں کو مادّی اور جزوی مسائل کے اندر ڈھکیل دیگا اس لئے ایسے زمانے کی تمام علّتوں کو نکال باہر کر دینا چاہئے اسی لئے حضورؐ نے اس اہم خدمت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایک یا ایک سے زاید مجدّد دینِ اسلام۔ ائمہ۔ غوث۔ قطب۔ ابدال مبعوث ہونیکی بشارت دی تا کہ وہ حتی الامکان مسلمانوں کو اسلام کے منوّر چہرے سے روشناس کراتے رہیں اس دور کے تمام مصلحین کو حضورؐ نے لِھٰذِہِ الاُمّت سے مخصوص کر دیا ہے ان کا کام غیر اقوام میں تبلیغ اسلام نہیں تھا صرفیوں نے ل کلمہ میں حرفِ علّت کے داخلہ کو ناقص نام دیا ہے اس لئے کہ اسلام کے پچھلے دو دور گذر جانے کے بعد تیسرے دور یعنی قرنِ اُخریٰ میں اسلام کی حقیقی تصویر چُھپ جانے کو ہوگی وہ مثالی صورت جو قرنِ اوّل میں ظاہر ہوئی تھی پچھلے ایک ہزار سال والے زمانہ میں اسلام کے ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو کر مشتبہ حال میں آجائیگی اور اچانک خروجِ دجّال کی وجہ سے اور دوسری جانب اس امت کے اندر مسیح موعود کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اِدعائے نبوّت کا نیا فتنہ کھڑا ہو جانے سے جسقدر اسلام میں خارجی بیماریاں داخل ہونگی وہ سب ناقص کہلائینگی اور بعثتِ ثانی کے موقع پر وہ یک لخت نکال باہر

کردی جائیگی حضور سرورِ عالم ﷺ کے افعال کی حقیقی تصویر مسلمانوں کے سامنے آجائیگی اس لئے کہ آپؐ ہی صاحبِ امر ہیں ۔عربی زبان کے قاعدہ میں مضارع کا صیغہ اسی لئے رکھا گیا ہے کہ آپؐ کا انذار ہر آپؐ کے ظہور یعنی حال کے بعد مستقبل میں بعثت ثانی کی بشارت دیتا ہے کسی اور زبان میں مضارع کا صیغہ ہی نہیں رکھا گیا اس لئے کہ انبیائے ماسبق نے اُن کی اُمتوں کو مستقبل میں نجات کی کوئی ضمانت ہی نہیں دی .پس یہ دو دور جو صاحب امر ابوالارواح کے نزول کو مستلزم کرتے ہیں جنکو قرنِ اوّل اور قرنِ آخر کہا جاتا ہے یہی دو زمانے مخصوص ہیں مسیح ناصری کے بعد یا مسیح محمدی کے بعد آتے ہیں جن کو بعثت اولیٰ اور بعثت اُخریٰ کا دور کہا جاتا ہے انبیائے ماسبق اور زمانہ فیج اعوج کے تمام مجدّد دین اسلام کی جماعتوں کو فَرُدُّوا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُولِ کا حکم دیا گیا ہے اسکی تکمیل میں حضور سرورِ عالم ﷺ کو اللہ پاک نے اُن کے معاد پر لوٹانے کا ذمہ لیا ہے تا کہ آپؐ حکم بنکر سارے اقوامِ عالم اور فرقہ ہائے اسلام کے باہمی اختلافات کا قطعی فیصلہ سنا دیں اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا اِنَّ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَاد اے حبیبؐ ہم نے تم پر قرآن فرض کیا ہے صرف اس لئے کہ ہم آپؐ کو بار بار لوٹا کر لائینگے اور وہ جگہ معاد ہوگی. لفظ معاد عود کرنے کی جگہ کو ظاہر کرتا ہے یہی دن آپ کا موعود بھی ہے یہ معاد ہر مسیح کے ظہور کے بعد ظاہر ہوتا ہے یہی دو زمانے کسی قسم کی علّتیں نہیں رکھتے آپؐ کا ظہور کُلُّ اَمْرٍ سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْر کہلاتا ہے اسلام کے تمام فرقے اسلام کی خدمت کیلئے تیار ہو جاتے ہیں گویا سارے بانیان فرقہائے اسلام کی روحانی طاقتیں عود کر کے دربار رسول الثقلین میں حاضر ہو جاتے ہیں کُلُّ اَمْرٍ سلام کی عملی حقیقت ہی یہ ہے کہ اسلام کے تمام مامور جو سابق میں تجدید دین کے لئے آئے تھے وہ مکرّر تبلیغ اسلام کے جذبہ میں کمربستہ ہو کر نکل جائیں اور مَطْلَعِ الْفَجْر تک ایستادہ ہوں ورنہ اُنکو فَرُدُّوا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُولِ کا حکم اور حضور سرور عالم ﷺ کو اسکی تکمیل میں قرآن کی فرضیت یعنی لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَاد کا خدائی وعدہ غلط ٹھیر جائیگا وَاُولِی الاَمْرِ مِنْکُمْ کی تخصیص میں ہر مامور فنا فی الرّسول ہوگا اس لئے بھی کہ اطاعت اللہ اور اطاعت رسولؐ کے ساتھ مامور کی اطاعت کے لئے بھی واو عطف کا آیا ہے لیکن اَمر کے نزول کے ساتھ روح اور ملائکہ کا نزول ایک خاص موقعہ کو مخصوص کرتا ہے اسی لئے قرآن کریم میں انبیائے ماسبق کے لئے روح کے نزول کا کہیں تذکرہ نہیں آیا قرآن کریم میں ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً اے حبیبؐ تم سے سوال کرتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے تم کہدو کہ روح میرے رب کے اَمر سے ہے اور تمہیں روح نہیں دی گئی ہے بلکہ اُس کا کچھ تھوڑا سا علم دیا گیا ہے پس یہ زمانہ انبیائے ماسبق کا تھا یا پچھلا ایکہزار سال والا زمانۂ فیج اعوج تھا قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رُوحُ مِنْہُ آیا ہے لفظ مِنْ تبعیضیہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ روح سے اُنہیں کچھ حصّہ دیا گیا تھا آدمؑ کے متعلق بھی نَفَخْتُ مِنْ رُوْحِی آیا ہے یہاں بھی من تبعیضیہ آیا ہے روح کے نزول میں جہاں حضور اکرم ﷺ کا تذکرہ آتا ہے کہا جاتا ہے کہ کَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوحاً مِّنْ اَمْرِنَا یعنی اے حبیبؐ ہم نے تمہیں جامعیت والی روح دی اور وہ ہمارے امر سے ہے اس آیتِ پاک میں روح کے ساتھ مِنْ تبعیضیہ نہیں آیا بلکہ اَمر کے ساتھ ہے یعنی امر سے روح نکلی اور روح سے انبیاء کرام کو کچھ حصّہ ملا اس طرح تمام انبیاء روح کے نام لیوا تھے پس اس دور جزیت میں جس کو اللہ پاک نے سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَرْضٰی کہا ہے قَصْرِ صَلوٰۃ ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے چونکہ اسلام حالت سفر میں رہتا ہے فرض کی پوری ادائیگی تو درکنار بلکہ اس میں بھی کچھ عمل گھٹ جاتا ہے آیت سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَرْضٰی کے ساتھ ہی وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ آیا ہے یعنی اسلام پر ایک ہزار سال کا وہ زمانہ جس میں مختلف روحانی بیماریاں ہونگی اِن میں ایک ایسی جماعت بھی ہوگی جو صرف خدا کے فضل کو زمین میں تلاش کرتی پھریگی یہ ہے مسیحی جماعت ابتدائے اسلام میں مسیح ناصری کی جماعت تھی جو خدا کے فضل کو تلاش کر رہی تھی بالآخر عیسیٰ علیہ السلام کے چھ سو سال بعد وہ جماعت خدا کے فضل کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوئی یعنی حضور سرورِ عالم ﷺ کی بعثت پر یہ تلاش ختم ہوئی آپؐ کا سب سے بڑا فضل یہ ہوا کہ جماعتِ پولُس اور جماعت یعقوب کا اختلاف آپکے وجود سے ختم ہوا اعادہ اسلام کی صورت میں مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد کے بعد ان کی جماعت میں میاں محمود احمد صاحب اور امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب مرحوم کی حیثیت سے دو فریق میدان میں آئے مرزا صاحب کے الہامات میں تھا کہ آنے والا تجھ سے فضیلت میں بڑا ہوگا وہ پھوٹ کا ثمرہ ہوگا ضروری تھا کہ یہ مسیحی جماعت بھی اُس آنے والے موعود کی تلاش کرے جسکے ساتھ اللہ کا فضل ہے تا کہ اِن دو جماعتوں کا اختلاف آنے والے موعود کے ذریعہ سے ختم ہو جائے ہر تیرہ سو سال کے بعد خدا کے فضل کو تلاش کرنے والی یہی ایک جماعت ہے پہلی جماعت جو مسیح ناصری کی تھی وہ بداء اسلام کو ظاہر کرتی تھی یہ اٰخَرُوْن والی جماعت اٰخَرِیْن کی حیثیت میں ہے جو مسیح ثانی کے ہمراہ کھڑی ہوتی ہے جس میں مماثلت مسیح ناصری کا پورا پورا رنگ رہتا ہے البتہ اسکے بعد والی جماعت جس کو اس آیت کے بعد ہی کہا گیا ہے وہ وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سبیل اللّٰہ والی ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تبلیغ کے نتیجہ میں ہجرت کرتی ہے اور ہجرت کے نتیجے میں اُنہیں غزواتِ اسلام کے کرنے کا موقع عطا ہوتا ہے کسرِ صلیب اور یَقْتُلُ الْخِنْزِیر والے اس جماعت کی نعمتوں سے محروم ہیں مختصر یہ کہ جماعت اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِھِمْ والی ہے وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَھَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْب والی ہے وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی کی شہادت والی ہے وَلْتَاتِ طَآئِفَۃٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَکَ (۱۰۲:۴) ....

کے وعدہ کی تکمیل والا گروہ ہے پس یہ جماعت پچھلے ایک ہزار سال کے تمام علّتوں اور بیماریوں سے پاک ہے لَیۡسُوۡا مِنِّی وَلَسۡتُ مِنۡهُمۡ کی وعید سے مثتثنیٰ ہے اَنَا مِنۡهُمۡ وَهُمۡ مِنِّی کی عیدا پنے ساتھ رکھتی ہے اللہ پاک نے اِس دور کو اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰت کہا ہے گنتی کے چند دن ہیں اور یہ تیس دن ماہ رمضان کے ہیں نزول قرآن ماہ رمضان میں ہوا ہے اس کے نزول کی شب لیلتہ القدر کہلاتی ہے ماہ رمضان کے یہ تیس دن روزوں کے ہیں جہاں مسلمان بھوک پیاس اور جان و مال کے علاوہ اِعتکاف کی نعمتوں سے مالا مال ہوتے ہیں تمام مہینوں میں ماہ رمضان کا چاند نہایت انتظار کے بعد آتا ہے رمضان کے یہ تیس دن خلافت علیٰ منہاج نبوّت کے تیس سالہ دور کے مماثل ہیں حضورؐ نے اپنی معراج کے سفر کو فرمایا ہے کہ معراج کا وہ سفر جو ایک پلک میں طے ہوا اگر کوئی شخص اس مسافت کو پیدل طے کرلیتا تو تیس سال لگتے اِس سے ظاہر ہے کہ خلافتِ علیٰ منہاج نبوّت کا دور جو تیس سالہ تھا وہ حضورؐ کے معراج کے خواب کی تعبیر ہی تھی اس میں ایک دوسرا اشارہ بھی تھا کہ بعثتِ ثانی میں اسلام کی ترقی کے تین مرحلے تبلیغ۔ہجرت اور غزوات طے ہونے کے لئے تیس سال لگینگے ایسا ہی الہام حضرتِ صدیق کا تھا وہ تھا الہام (دس۔بیس۔تیس برس میں) اللہ پاک نے ماہ رمضان کو حضورؐ کی شہادت میں پیش کیا ہے فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ اِس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ماہ رمضان کی شہادت روزوں کو فرض قرار دیتی ہے روزہ وہ ہے کہ ایک مسلمان گناہِ کبیرہ تو کیا معمولی سی لغو حرکت بھی کرنے نہیں پاتا سارے گناہ اور کمزوریاں یک لخت مسلمانوں سے نکل جاتی ہیں پس یہ دور فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ کا رہتا ہے حضور سرور عالم ﷺ کو پانا ماہ رمضان اور اُس کی تمام برکات کو پانا ہے اسکے بعد مسلمانوں پر ایک دوسرا دور آجاتا ہے اور وہ ہے وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ کا یعنی اُن میں تفرقہ بازی پھیل جاتی ہے یہ سفر بڑا کٹھن اور تنگی کا ہوتا ہے اور یہ ہے زمانۂ فیج اعوج جو ایک ہزار سال تک رہتا ہے حضور سرور عالم ﷺ کی عدم موجودگی سے ان پر اسلام کے روزے فرض نہیں ہوتے اسلام بحالت سفر مریض نظر آنے لگتا ہے اسی لئے آگے کہا گیا فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ یعنی اِن روزوں کی تکمیل دوسرے دنوں سے کی جائے جو ہر اپنے اعادہ میں اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰت ہی کہلاتے ہیں وہی تیس دن کے روزے جو خلافت علیٰ منہاج نبوت کی صورت میں نظر آتے ہیں اَیَّامٍ اُخَرَ کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ مسلمانوں پر ماہِ رمضان کے مبارک دن بار بار لوٹ کر آئینگے اَیَّامٍ اُخَرَ دراصل بعثتِ اُخریٰ کو ظاہر کرتے ہیں اللہ پاک دورِ جزیّت کی تنگی میں مسلمانوں کو رہنے نہیں دیتا بلکہ ہر تیرہ سو سال کے بعد اسلام اور اُس کے حقائق آسان کر کے دکھلاتا ہے اسی لئے کہا گیا يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ یعنی اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا پس ایسا زمانہ جو نزولِ قرآن کا ہے اور جس کا تعلق ماہِ رمضان سے ہے آجائے تو مسلمانوں پر سورج کے طلوع سے اُس کے غروب تک کھانا پینا حرام ہے اسلئے کہ سِرَاجًا مُّنِيۡرًا حضرت محمد مصطفٰے سردار دو عالم ﷺ کے روشن چہرے کو دیکھکر مسلمانوں کی بھوک و پیاس اُڑ جاتی ہے ہر قسم کے عیش و عشرت ختم ہوجاتے ہیں لیکن یہ تیس دن جو ماہ رمضان کے ہیں بشمول تیس سالہ خلافتِ علیٰ منہاجِ نبوّت ہمیشہ کیلئے باقی نہیں رہتے اس لئے مکرّر کھانا پینا ظاہری عیش و عشرت شروع ہوجاتے ہیں جسکو قرآنِ کریم نے رات سے تعبیر کیا ہے جیسے کہ کہا گیا كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الۡخَيۡطُ الۡاَبۡيَضُ مِنَ الۡخَيۡطِ الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيۡلِ کھاؤ پیو یہانتک کہ تمہارے لئے صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہوجائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔اِس آیت میں اللہ پاک نے دو زمانوں کو دو دھاریوں سے تشبیہ دی ہے۔خیطِ ابیض سفید دھاری ہے اور خیطِ اسود سیاہ دھاری۔سفید دھاری کا الحاق فجر سے ہے اور یہ طلوع فجر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہؓ۔صحابہؓ تابعین۔تبع تابعین کا زمانہ ہے جو خیر القرون کی تین صدیاں کہلاتی ہے۔ خَيۡطِ اَسۡوَد سیاہ دھاری یہ دورِ ظلمت ہے جس کو زمانۂ فیج اِعوج کہا جاتا ہے۔ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا کے حکم کے ساتھ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ کی غایت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ فجر کے طلوع پر اسلام کی سفیدی جو نور کا بدل ہے اُس خَيۡطِ اَسۡوَد سے جو زمانۂ ظلمت ہے الگ نہ ہوجائے اسوقت تک کھاؤ پیو گویا کہ خیر القرون کی تین صدیوں کے بعد زمانہ فیج اعوج کو کھانے پینے اور ظاہرہ عیش و عشرت کی رات قرار دیا گیا ہے اور طلوع فجر یعنی حضور سرور عالم ﷺ کے ظہور پر جب یہ سیاہی ختم ہوجائے تو کھانا پینا ترک کردینے کا حکم ہے چونکہ سورج کے طلوع پر ہر چیز کا تبیان ہوتا ہے پھر یہ مبارک زمانہ جو طلوعِ آفتاب سے غروب تک رہتا ہے روزہ کا ایک دن قرار دیکر ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيۡلِ کا حکم دیا یعنی وہ رات جو گذر چکی ہے دوبارہ لوٹنے تک کھانا پینا پھر ممنوع قرار دیا پس یہی دو دور ہیں جو ماہِ رمضان کے مبارک ہیں اِسی ماہِ رمضان کے چاند کی اہمیت کو دیکھکر کفّار مکہ نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَهِلَّةِ قُلۡ هِيَ مَوَاقِيۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ (۱۸۹:۲) اے حبیب تم سے ہلالوں کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ یہ لوگوں کے فائدہ کے لئے اور حج کے لئے مقرّرہ اوقات ہیں. اَهِلَّة ہلال کی جمع اور جمع مُکسَّر ہے پہلی اور دوسری رات کے چاند کو ہی ہلال کہا جاتا ہے پس یہ پہلی رات کے چاند کا ہلال بعثت اولیٰ کو ظاہر کرتا ہے اور دوسری رات کے چاند کا ہلال بعثت ثانی کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے بعد زمانہ فیج اعوج حالتِ قمر کا ہے ہر چودھویں رات کے چاند کو بَدۡرُ کہا جاتا ہے اس کے بعد ہی والی رات مکرّر ہلال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا ہر تیرہ سو سال کے بعد چودھویں صدی میں ظہور ہوگا اور یہی دو ظہور اہمیت والے ہیں یہ اہمیت چونکہ کسی اور مذہب میں نہیں ہے اس لئے اس کا جواب کفّار مکہ کو مَوَاقِيۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ کہکر دیا گویا کہ یہی دو اوقات ساری انسانیت کو ہدایت اور بالخصوص مسلمانوں کو حج کا

ثواب بخشتے ہیں مسلمانوں کے پچھلے ایکہزارسال والے رمضان اوراُن کے حجّ بیت اللہ کے چکّر اِس امر کے یادگار ہیں کہ حضورسرورِعالمﷺ اِس یادگار کے پروردگار بن کر بہ لباس دیگر جلوہ افروز ہونے والے ہیں پس اُن سے شرف ملاقات حقیقی حج کا مترادف ہے ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کی تلاش طاق راتوں میں کیجاتی ہے یہ دس راتیں جس کو قرآن کریم نے وَلَیَالٍ عَشرٍ سے تعبیر فرمائی ہے پس یہ یادگار ہیں بعثتِ ثانی کے یہ دس راتیں جو دس صدیوں پر مشتمل ہیں جنکو اَلفُ شَھرٍ یعنی رمضان کے ایکہزارمہینوں سے یاد کیا گیا ہے اِس دور کے تمام مجدّد دین اوراولیاءاللہ کا وجود حضورسرورِعالمﷺ کے وجود بابرکت کی تلاش کو ظاہر کررہا تھا چونکہ اِن راتوں میں طاق رات علٰحدہ ہے جس کو ایک مسلمان کا پانا ضروری ہے پس وہ لیلۃ القدر مبارک ہے جو راتوں میں طاق رات کہلاتی ہے جو ھِیَ حَتّٰی مَطلَعِ الفَجرَ کو ظاہر کرتی ہے.حضوراکرمﷺ کے مقابلے میں کفّارِقریش ایک ہزار کی تعداد میں نکلے تھے اوروہ تھی اسلام کی پہلی جنگ جوحق وباطل کے لئے لڑی جارہی تھی مسلمانوں کی کُل تعداد ۳۱۳ تھی طرفین کی یہ تعداد بھی حضورسرورِعالمﷺ کی بعثت اورروح اسلام کے قیام کی آخری حد کے علاوہ مسلمانوں کے زمانۂ انتشار کو ظاہر کرتی ہے کفّارمکہ کی ایکہزاروالی تعداد زمانۂ فیج اعوج کا اظہار ہے جس میں مسلمان ۷۲ فرقوں میں منقسم تھے اسلام کا ہرفرقہ دوسرے فرقہ کو کافر سمجھتا تھا یہ کفر کا یلغار گویا اسلام اوراُسکے جامعیت والے اصول کے منافی تھا کفّار مکہ کا کفر تو اسلام کا انکارِصریحی تھا زمانۂ فیج اعوج کا کفرانکارصریحی تو نہ تھا لیکن اسلام کی حقیقی روح بھی موجود نہ تھی گویا اسلام کا منوّر چہرہ کہیں بھی نظر نہیں آتا تھا مِنَ النُّورِ اِلَی الظُّلُمٰت کا دوردورہ تھا پس کفارمکہ کا مدینہ پر ایکہزارافراد کا حملہ مسلمانوں کے اُس زمانے کو ظاہر کررہا تھا کہ ان میں بھی ایکہزارسال تک اسلام کے اصول چُھپ جائینگے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھارہا ہوگا اسلام پھیلانے کی بجائے کفرسازی کے اڈّے قائم ہوجائینگے اسلام کے جامعیت والے اصولوں پر ایسا یلغار ایک ہزارسال تک ہوتا رہیگا اس کے بعد کیا ہوگا صحابہؓ کی (۳۱۳) والی تعداد اس حقیقت کو ظاہر کررہی تھی کہ خیرالقرون کی تین صدیاں جسکے بانی حضورسرورِعالمﷺ ہیں دوبارہ عود کرکے آئینگے (۳۰۰) کی تعداد خیرالقرون کی تین صدیوں کا اظہار تھا اِس پر تیرہ تعداد کا اضافہ ہرتیرہ سوسال کے بعد خیرالقرون کے تین صدیوں کے عود کرآنے کی بشارت ظاہر ہورہی تھی یعنی اسلام کے ہرانتشاروالے دور کے بعد اجتماعیت کا دورلوٹ آئے گا فریقین کا جس مقام پر حملہ ہوا تھا اسکو بدرُ کہتے ہیں اسی لئے یہ جنگ جنگ بدر کے نام سے مشہور ہے.بدرمکہ اورمدینہ کے درمیان (مدینہ سے تین منزل دوراورمکہ سے دس منزل دور) ایک مقام کا نام ہے اوریہ کنویں کے نام پر ہے پس یہ جنگ بدرحق وباطل کی پہلی معرکہ آرائی تھی مدینہ سے مقام بدر کا تین منزل دوررہنا اِس امر کو ظاہر کررہا تھا کہ خیرالقرون کی یہ تین صدیاں یہی اسلام کی تین منزلیں ہیں مقامِ بدرمکہ سے دس منزل دوررہنا اس امر کو ظاہر کرتا تھا کہ مسلمانوں کے باہم تفرقہ بازیوں کی دس منزلیں ہیں جسکو زمانہ فیج اعوج کہتے ہیں.مکہ اورمدینہ کی یہ کُل ۱۳ منزلیں اپنی اُس بعدت کو ظاہر کررہی تھیں کہ ہرتیرہ سوسال کے بعد اسلام اپنی جامعیت کے ساتھ کھڑا ہوگا اورحق کے مقابل آنے والی باطل قوّت کو شکست فاش دیگا پس یہی دوبعثتیں ہیں جس کو سورۂ مُزمّل میں اللہ پاک نے پہلے اوردوسرے رکوع میں بیان فرمایا ہے.حضورسرورِعالمﷺ کی معیّت میں چلنے والی یہی دوجماعتیں ہیں جوآپؐ کے تقدّم میں اوّلین اورآپؐ کے تاخّر میں آخرین کہلاتی ہیں.سورۃ فتح میں انہی دوبعثتوں اوردوجماعتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے لِیَغفِرُ لَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمُّ نِعمَتَہٗ عَلَیکَ حضورؐ پر غیر اقوام سے لگائے ہوئے غلط اِتہامات کی مغفرت انہی دووقتوں میں ہوتی ہے انہی دواوقات میں جامعیت کے اصول اوراتمام نعمت کا اظہار کما حقہ ہوتا ہے یَنصُرُکَ اللّٰہ نَصراً عَزِیزًا کی بشارت انہی دواوقات میں پوری ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے وَاُخریٰ لَم تَقدِرُوا عَلَیھَا قَدْاَحَاطَ اللّٰہ بِھَا والی بشارت ساڑے تیرہ سوسال کے بعد آئینہ کے طور پر ظاہر ہوجاتی ہے حضوراکرمﷺ کے معراج والے خواب کی تکمیل میں یہی دوجماعتیں ہیں جوآپؐ کے ہمراہ مسجدحرام سے نکلکر مسجداقصیٰ اوراُفق اعلیٰ تک رہتی ہیں.جماعت اولین یعنی صحابائے کرامؓ کے وجود سے جوفتوحات اسلامی ہوئے اُسی طرح اعادہ اسلام کے دور میں فتوحات اسلامی کی بشارت جماعت آخرین کے ذریعہ پوری ہونے کی بشارت ہے.اسی لئے صحابہؓ سے خطاب کرکے اللہ پاک نے وَاُخریٰ لَم تَقدِرُوا عَلِیھا فرمایا تھا یعنی وہ فتوحات جوصحابہؓ کے قبضۂ قدرت سے باہر تھیں آخرین کی جماعت سے پوری ہونے کی بشارت ہے.اسلئے کہ یہ ایک دوسرے دور کی بشارت تھی حضورسرورِعالمﷺ نے اپنے خواب کی تعبیر میں چودہ سوصحابہؓ کو ہمراہ لیا تھا اورمدینہ سے مکہ روانہ ہوئے تھے جس میں حج کے ہونے کی بشارت تھی یہ وہی سفر ہے جوصلح حُدیبیہ کی شکل میں ظاہر ہوا گو بظاہر حج نہیں ہوا لیکن حضورؐ نے اورصحابہؓ نے حج کے رسومات میں اپنے سر کے بال منڈوائے جس کو اللہ پاک نے مُحَلِّقِینَ رُؤسَکُم فرمایا لیکن حضورؐ کا مکہ سے مدینہ بغیرحج کئے چودہ سوصحابہؓ کو ہمراہ لیکر مدینہ واپس ہونا اِس امر کو ظاہر کررہا تھا کہ حضورؐ کے آمدورفت کی مدّت ہرچودہ سوسال میں مقدّر رہے جس میں مدینہ اورمکہ کی زیارت کا راز چھپا ہوا ہے اسی لئے ایک دوسری جماعت جومُقَصِّرِینَ کے نام والی ہے آپؐ کے ہمراہ رہتی ہے اِن کا عمل سر سے بال منڈوانا نہیں بلکہ بالوں کا قصر کرنا ہے اوریہ اسلام اوراُسکے اصول کو دنیا میں پیش کرنے کے نتیجہ میں دشمنان اسلام کی جانب سے مصائب برداشت کرتے ہوئے اسقدر تنگ آجاتے ہیں کہ وہ اپنے سر کے بال کتروانے پر مجبور ہوجاتے ہیں اسی لئے اللہ پاک نے اس آخرین کے گروہ کو لا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَالَم تَعلَمُوا کی

بشارت دی ہے یہ گیسو دراز مبلّغین اسلام جو خانقاہِ سرورعالم میں رہتے ہیں انھوں نے اپنے عمل میں اِس قرآنی بشارت کو دیکھا تبلیغ۔ہجرت اور غزوات کے تینوں دور میں ہمپر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن مَا اَصَابَ مِنْ مُصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کے اصول پر ہر آزمایش کو منجانب اللہ سمجھ کر برداشت کیا اور آگے بڑھے یہاں تک کہ ہجرت کے موقعہ پر کاہو کا فقیرانہ لباس بدل کر سر کے بال کترواکر ہندوستان سے یاغستان پہونچے اسلئے کہ ہمارے لئے صوبہ سرحد میں گرفتاری کے پہلے ہی سے وارنٹ نکلے ہوئے تھے یہ سفر نہ صرف ۱۹۳۶ء میں ہوا بلکہ اس کے بعد ۱۹۴۶ء تک مسلسل مختلف وفدوں کی صورت میں ہوتا رہا حضرتِ صدیق کا الہام تھا (ہم بار بار کھینگے کابل جاؤ) اس لئے یہ مبلغین غلبۂ اسلام کی بشارت پیش نظر رکھکر یاغستان کے پہاڑوں کی جانب کوچ کر رہے تھے دنیا کیا جانتی ہے کہ شمال مغربی سرحدات میں جو انقلاب ہو رہا ہے کس کے تصرّفات کا نتیجہ ہے بالآخر اس کا انجام کیا ہوگا سوائے اِن فقیروں کے دوسرا کوئی نہیں جانتا اس لئے کہ یہ سب حضور سرورِعالمؐ کے معراج والے خواب کی تعبیر ہے آپؐ کے معراج کے سفر میں جو شریک ہیں وہی اس حقیقت کو جانتے ہیں حیدرآباد پر پولیس ایکشن ہوا اور ہماری پوری جماعت گرفتار ہوئی ایک سال کے بعد رہائی ہوئی یہ ایک ایسا دور تھا کہ ہر مسلمان مشتبہ حال میں دیکھا جاتا تھا چہ جائیکہ ایسی جماعت جو غزوات کے نتائج میں مقیّد کر دی گئی تھی ایسے نازک دور میں ہم اپنا تبلیغی کام جیل سے باہر نکل کر کس طرح بہ آسانی کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرتِ صدیق نے اپنی جماعت کے افراد کو سر کے بال کم کرنے کی اجازت دی جس میں مُقَصِّرِیْن کی بشارت چھپی ہوئی تھی جیل میں آپ کو اللہ پاک نے اپنے الہام سے خبر دی تھی (ہوا ساز گار پیدا کریگا) آج وہ الہام پورا ہوتا ہوا نظر آرہا ہے اب ہمارے لئے تبلیغ اسلام کے لئے چاروں طرف ہوا ساز گار ہے ہندوستان کے مختلف حصّوں میں مبلغین اپنا کام کر رہے ہیں وہی کاہو کا کرتہ وہی سبز عمامہ وہی گیسودرازی اِن میں موجود ہے ہمارے نصب العین سے ہم نہ پہلے ہٹے اور نہ آج ہٹے ہوئے اور نہ آئندہ ہٹینگے۔

قرآن کریم عمل میں: یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم میں جس قدر واقعات اور انبیائے کرام کے قصّے درج ہیں اُن کی حیثیت صرف افسانوی نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں وہ مومن متّقیوں کے عمل سے دہرائے جاتے ہیں. اسلئے کہ یہی ایک مکمل قانون ہے کہ جس پر چل کر بنی نوعِ انسان راہِ نجات پاسکتے ہیں. یہی وجہ ہے کہ حضور سرورعالمﷺ پر مختلف انبیاء کے واقعات کو بذریعہ وحی دہرا کر اللہ پاک نے لِیُثَبِّتُ فُوَادَکَ فرمایا یعنی حضور سرورعالمﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے لئے دل کی استقامت اور کامیابی کی راہ کا یہی ایک ذریعہ تھا اور آج بھی ہے گویا کہ اللہ پاک کا قول اُس کے فعل سے پہچانا جاتا ہے. چونکہ اس کی صفت فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد ہے انہی تمام واقعات میں ایک واقعہ داؤد علیہ السلام کا بھی ہے جو نہ صرف اُن کے زمانے میں پیش آیا بلکہ حضور سرورعالمﷺ اور صحابہؓ کی زندگی میں بھی عملی حیثیت سے پیش آیا جس پر مفسرین نے کافی خامہ فرسائی کی ہے. قرآن کریم کا حضور سرورعالمﷺ کو ماضی یا مستقبل کے کسی واقعہ کو بیان کرنیکا ایک مخصوص انداز ہے. اور وہ ہے ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَہ اے محمدؐ کیا تیرے پاس ڈھانک لینے والی کی خبر آئی؟ ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْجُنُوْد کیا تجھے لشکروں کی خبر پہنچی؟ اِس قسم کی خطابت ہر جگہ مستقبل میں اس واقعہ کو ظاہر کرتی ہے جس کی خبر خود اُسی رکوع میں موجود ہوتی ہے. قرآن کریم میں ایسے سارے واقعات مستقبل ہی میں ہونیوالی پیش گوئی کا اظہار کرتے ہیں مثلاً اَلْقَارِعَۃُ مَاالْقَارِعَۃ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃ یعنی مصیبت کیا ہی بُری مصیبت ہے اور تجھے کیا خبر ہے کہ کیسی بڑی سخت مصیبت ہے؟ اَلْحَآقَّۃُ مَا الْحَآقَّۃ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْحَآقَّہ یعنی حق ہو کر رہنے والی کیا ہے؟ اور تجھے کیا معلوم کہ حق ہو کر رہنے والی کیسی بات ہے؟ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ تجھے کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ تجھے کیا خبر ہے کہ رات کو آنے والا چمکتا ہوا ستارہ کیا ہے؟ اس قسم کا اندازِ بیان جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں ہوگا وہاں بعثتِ ثانی کا ہی راز چھپا ہوگا. آپؐ کی شہادت میں زمانے کے انقلابات کا تذکرہ ہوگا. حشر ونشر کا قصّہ ہوگا. جزا و سزا کے حالات بیان کئے ہوئے ہونگے اور یہ سب کچھ حضور سرورعالمﷺ ہی کی ذات سے وابستہ ہونگے. وہاں آپؐ قیامت کے مالک ہونگے. ان ہونے والے واقعات کو جب ایک فنافی الرّسول یعنی آپؐ کا کامل متّبع اپنے عمل سے دکھلاتا ہے تو دنیا میں ایک قسم کا ہیجان برپا ہوجاتا ہے. اسلئے کہ دنیا والے صرف قرآن کریم کے اقوال ہی پر حصر کرتے رہتے ہیں مشاہدات سے قطعاً بے بہرہ رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب حضورؐ نے مستقبل میں ہونے والے واقعات کا تذکرہ خود اپنے زمانے میں کیا اور اُن تمام واقعات کا ظہور اپنے اظہارِ بعثت پر ہونا بتلایا تو دنیا کو تعجب ہوا اور آپؐ سے سوالات کئے جانے لگے. قرآن کریم میں اسی سلسلہ میں آیا ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا (۷۹:۴۴) یعنی تجھ سے اُس گھڑی (قیامت) کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اُس کا قائم ہونا ہے. اسلئے کہ اُس گھڑی میں تو اُس کا یاد دلانے والا ہے بالآخر تیرے رب کی طرف ہی اُس کا انجام ہے. اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضور سرورعالمﷺ کا وجود بنی نوعِ انسان کی رہبری کیلئے بہ شکل بُروزِ محمدؐ بزمانۂ موعود اعادۂ اسلام کی صورت میں ظہور پذیر ہوگا. چونکہ آپؐ کا پڑھایا ہوا روحانی سبق آپؐ ہی کو آکر یاد دلانا ہوگا اسی لئے فِیْمَ اَنْتَ کی خطابت آئی ہے اور اسکے بعد مِنْ ذِکْرٰھَا بھی فرمایا گیا ہے. قرآن کریم میں جس قدر ایسی آیات آئی ہیں جس میں قوموں کی جانب سے متعجب ہو کر سوالات کئے گئے ہیں اُس میں یا تو آپؐ ہی کے بارے میں کوئی خصوصیت ہے یا پھر مستقبل کیلئے کوئی خبر پوشیدہ ہے جس کا پورا ہونا حضورؐ ہی کی ذات سے وابستہ ہے

جیسے کہ آیا ہے یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً اے حبیب تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے تو کہہ دے روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں اُس کا صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْفِسُهَا رَبِّی نَسْفاً فَیَذَرُهَا قَاعاً صَفْصَفًا لاتَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَلآاَمْتاً (۲۰:۱۰۷) تجھ سے پہاڑوں کے یعنی بڑی بڑی بادشاہتوں کے متعلق سوالات کرتے ہیں تو کہہ دے کہ میرا رب انھیں جڑ پیڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیگا.پس اُن کو صاف میدان کی طرح کر دیگا.اے حبیبؐ تو اُن میں نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ نشیب وفراز. یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَرَبِّی لایُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالارضِ لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً (۷:۱۸۷) تجھ سے ساعت یعنی قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا واقعہ ہونا کب ہے.کہہ دے اس کا علم تو صرف میرے رب کو ہے اُسکے جلوے کو اس کے وقت پر کوئی ظاہر نہیں کریگا مگر وہی ہے کہ جو آسمانوں اور زمین میں بھاری ہوگی تم پر اچانک ہی آجائیگی وَیَسْـَٔلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ قُلْ سَاَتْلُوا عَلَیْکُمْ مِنْهُ ذِکْراً (۱۸:۸۳) تجھ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دے میں اس کا ذکر عنقریب پڑھوں گا.اس حقیقت کے اظہار کے بعد داؤدعلیہ السلام کے اس قصّہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اِسلئے کہ ایک فنافی الرّسول مسلم حضور سرورعالمﷺ کیلئے اپنا سب کچھ کھودیتا ہے تو اللہ پاک اپنے رحم وکرم سے تمام انبیاء کے واقعات کو مماثلت کے رنگ میں اس پر لوٹاتا ہے تاکہ وہ کامل انسان ایک فنافی الرسول مسلم کا امام النّاس ہونا بیّن طور پر ظاہر کرے.انبیائے ماسبق کے واقعات میں ایک واقعہ وہ بھی ہے کہ جو داؤدعلیہ السّلام پر خود اُن کی زندگی میں اُن کے دشمنوں کی جانب سے پیش آیا تھا جس کا اعادہ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰﷺ کے زمانے میں ہوا یا پھر اعادہ اسلام کی صورت میں سردارِ آخرین حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور قدس سرّہ العزیز کی زندگی میں آپ کے دشمنوں کی جانب سے ویسا ہی پیش آیا.داؤدعلیہ السلام کے اس آزمائشی امتحان میں ایک امتیازی رنگ یہ بھی ہے کہ آپ حضور سرورعالمﷺ کے کامل متّبع ہیں اسوجہ سے داؤدعلیہ السلام کے آزمائشی امتحان سے آپ پر گذرا ہوا آزمائشی امتحان کئی گُنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے.اللہ پاک نے قرآن کریم میں حسب ذیل طریقہ پر حضورؐ سے اس سلسلہ میں مخاطب فرمائی ہے۔

داؤدعلیہ السّلام کے واقعہ کی مماثلت

وَهَلْ اَتٰکَ نَبَؤُا الْخَصْمِ (۳۸:۲۱)

اللہ پاک نے قرآنی وحی کے ذریعہ داؤدعلیہ السلام کے دشمنوں کی خبر دے کر حضور سرورِعالمﷺ کو اپنے دشمنوں سے باخبر رہنے کی پہلے ہی سے اطلاع دی تھی۔

اللہ پاک نے حضرت مولانا صدّیق دیندار چن بسویشور قدس سرّہ العزیز کو اُن کے دشمنوں سے باخبر رہنے کی اطلاع اپنے الہامات.کشف اور مختلف رؤیاء سے پہلے ہی اطلاع دی تھی۔

اِذْتَسَوَّرُوالْمِحْرَابَ

جب وہ دیوار پھاند کر محل میں داخل ہوئے۔

تَسَوَّرُوا جمع کا فعل ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ داؤدعلیہ السلام کے محل میں اچانک رات میں داخل ہونے والوں کی تعداد کئی تھی اور وہ ایک طاقت تھی۔ محراب کا مادّہ حَرْبَ ہے جسکے معنی جنگ کے ہیں.مسجد کو محراب اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہاں شیطان سے مومن بندہ جنگ کرتا ہے جسکو دوسرے معنوں میں عبادت گاہ بھی کہتے ہیں.داؤدعلیہ السلام کا مقام گویا ایسا ہی تھا اور آپ وہاں راتوں میں سجدہ گذاری کیا کرتے تھے۔

پولیس ایکشن سے پہلے رضوی حکومت کی جانب سے خانقاہ سرورِعالم کا دودفعہ اچانک راتوں میں فوجی محاصرہ ہوا.یہ وہ مقام ہے جسکو اللہ پاک نے حضرت صدیق پر الہاماً ظاہر کیا ”دنیا کے سب محراب فسادی ہیں سوائے اس کے“ جہاں اللہ کے مخلص بندے راتوں میں تہجّد گذاری کرتے اور شیطان سے باقاعدہ ہر روز جنگ کرتے ہیں اسی لئے اللہ پاک نے اپنے الہام سے اس مقدس جگہ کو محراب کے نام سے مخصوص کیا ہے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ.

جب داؤدؑ کے پاس داخل ہوئے تو وہ اُن سے گھبرا گیا۔

فَزِعَ ـ انقباض اور اُس گھبراہٹ کو کہتے ہیں جو کسی ڈرانے والی چیز سے پہنچے چنانچہ داؤدعلیہ السلام وہاں دشمنوں کے اچانک اور بے وقت محل میں داخلے سے گھبرا اُٹھے۔

ہمارے خانقاہِ سرورِعالم کے محاصرہ کے وقت حضرت صدّیق اور آپ کے ساتھی مطلقاً نہ گھبرائے اسلئے کہ وہ اپنے دشمنوں کے انجام سے واقف تھے بوقتِ محاصرہ خانقاہ کے بعض بچّے پُرسکون طریقے پر جھاڑ بندر کا کھیل کھیل رہے تھے۔

قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ.

اُنھوں نے کہا ڈر نہیں ہم دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور نا انصافی نہ کرنا اور ہمیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کر۔

داؤد علیہ السلام کے محل میں داخل ہونیوالے دراصل آپ کے جانی دشمن تھے موقع پا کر اچانک آپ کو ختم کرنا چاہتے تھے یہ محض اُن کے دوقومی نظریے کے خلاف داؤد علیہ السلام کی آواز کو برداشت نہ کر کے انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا ان کے محل میں داخل ہونے سے داؤد علیہ السلام کو اُن کی نیتوں کا پتہ چل گیا جسکی وجہ سے وہ آپ سے حق وانصاف کے طالب ہوئے اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ داؤد علیہ السلام کا وجود اُن کے اِس اختلافی مسئلہ کا واحد حل ہے۔

تقسیم ہند کی وجہ سے حیدرآباد میں بھی دوقومی نظریہ کا بھوت سر پر چڑھ گیا تھا جسکے نتیجہ میں ہندو اور مسلمان دو فریق کی حیثیت سے ایکدوسرے کے جانی دشمن بن کر میدان میں نکل آئے. حضرت صدیق کی آواز اسکے خلاف تھی جس کے نتیجہ میں رضوی اور اسکے ہم مشرب حضرت صدیق اور آپ کی جماعت کے جانی دشمن بنگئے اور اچانک خانقاہ سرورِ عالم کا فوجی محاصرہ کر کے محل میں داخل ہوئے وہ جانتے تھے کہ صدیق کی آواز ان کو اور اُن کے لائحہ عمل کو ختم کر دیگی. حالات نے واضح کر دیا کہ وہ غلطی پر تھے اور حق وانصاف اِن سے کوسوں دور تھا۔

اِنَّ هٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّ لِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ

اِنمیں سے ایک فریق نے دوسرے کو اپنا بھائی کہا اور کہا کہ اسکی نوّے دُنبیاں ہیں اور میری ایک ہی دنبی ہے تو اس نے کہا اُسے میری کفالت میں دے دے اور خطابت میں مجھ پر غالب آ گیا۔

داؤد علیہ السلام کے زمانے میں اُن کی قوم میں سیاسی حیثیت سے دو فریق ہو گئے تھے اور دونوں آپس میں ایکدوسرے کو بھائی کہتے تھے چونکہ وہ ایک ہی ملک میں رہتے تھے. اِن میں کا ایک فریق دعویدار تھا کہ ہم اکثریت میں ہیں اور اُسکے مقابل والا اقلیت میں ہے اسلئے وہ دعویدار تھا کہ اقلیت کو اکثریت میں ضم ہونا چاہئے. زمانے کی سیاسی ہوا اکثریت والے طبقے کی تائید میں تھی اِسی لئے اکثریت والا طبقہ اقلیت والے طبقے پر اپنے دلائل سے غالب آیا. اُس زمانے کا قومی تناسب ننانوے اور ایک کا تھا۔

یورپ والوں کی مکّار چالوں نے ہندوستان میں دوقومی نظریہ کی سیاسی ہوا پیدا کی اور جمہوریت کے نام پر اکثریت میں رہنے والی قوم میں جذبہ پیدا کیا کہ اقلیت والوں کو اکثریت میں ضم ہونا چاہئے جسکے نتیجہ میں اکثریت والا طبقہ اقلیت والے طبقہ کو اپنے میں ضم ہونیکے لئے دعوتِ مبارزت دیتا ہوا میدان میں نکل آیا. یہ دونوں فریق ایک ملک میں رہنے کی وجہ سے ایکدوسرے کو اپنا بھائی سمجھتے تھے. بالآخر سیاسی حیثیت سے دنیا کی رائے عامہ اُن کے حق میں تھی اسلئے اکثریت والا طبقہ اقلیت والے طبقے پر اپنے دلائل سے کامیاب رہا. حیدرآباد کی ریاست کا قومی تناسب (۸۷) اور (۱۳) کا تھا۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ عَلٰی الْبَعْضِ.

(داؤد علیہ السلام نے) کہا یقیناً اُس نے تجھ پر ظلم کیا ہے کہ تیری ایک دُنبی کو اپنی ننانوے دنبیوں میں ملانیکے لئے مانگا اکثریت والے مخلوط طریقے انتخاب کے حامی ہوتے ہیں اور وہ ایکدوسرے پر زیادتی ہی کرتے رہتے ہیں۔

داؤد علیہ السّلام نے اکثریت والے طبقے کے خلاف اور اقلیت والے طبقے کی حمایت میں اپنا فیصلہ دیا اس لئے کہ قومیت کی اساس مذہب کی بجائے ملکی سیاست پر رکھی گئی تھی اور ایسی موقتی سیاست کی حمایت نبیوں اور رسولوں کا کام نہیں ہوتا اس لئے کہ مذہب ہی انسانوں کو راہِ نجات دکھلاتا ہے اس کے سوائے عقل کی پیداوار سے جو بھی فارمولا انسانوں کی فلاح و بہبودی کیلئے تجویز ہوگا وہ قوموں میں فساد برپا کریگا اور دیرپا نہ ہوگا مخلوط طریقہ انتخاب مذہبی اصول کے منافی نظریہ ہے جسمیں ایک قوم دوسری قوم کو ہڑپ کر جاتی ہے۔

حضرت صدیق نے ہندوستان کے اکثریت والے طبقے کے خلاف اور اقلیت والے طبقے کی حمایت میں اپنا فیصلہ دیا اس لئے کہ ہندوستان کی قومیت کی اساس مذہب کی بجائے ملکی سیاست پر رکھی گئی تھی. آپ نے کہا کہ مذہب ہی انسانوں کو راہِ نجات دکھلا سکتا ہے اسکے سوائے عقل کی پیداوار سے جس قدر فارمولے ہندوستان کیلئے تجویز ہونگے وہ سب فساد کا باعث بنیں گے وہ دیرپا نہ ہونگے اور آپ نے کہا مخلوط طریقہ انتخاب مذہبی اصول کے منافی نظریہ ہے جسمیں ایک قوم دوسری قوم کو ہڑپ کر جاتی ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیۡلٌ مَّا ھُمۡ.

سوائے ان کے جو ایمان لاتے اور عملِ صالح کرتے ہیں وہ ہر زمانے میں تھوڑے ہی رہتے ہیں۔

داؤد علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اِس دنیاوی سیاست سے بالکل الگ تھے اسلئے کہ آپ اللہ کے نبی تھے. آپ کا ہر کام اللہ کی بشارت سے تکمیل پاتا تھا یہ تعداد میں اِس قدر قلیل تھے کہ ماڈّی سیاست کے ہمنواؤں کی آنکھ میں کسی طرح بھی نہیں جچتے تھے. اور لاکھوں کی تعداد میں ایک کے مساوی تھے۔

حضرتِ صدّیق اور آپ کے ساتھی ہندوستان اور حیدرآباد کی اِس ماڈّی سیاست سے بالکل الگ تھے. حضرت صدیق اللہ کے مامور تھے آپ کا ہر کام اللہ کی بشارت سے تکمیل پاتا تھا یہ تعداد میں اس قدر قلیل تھے کہ ماڈّی سیاست کے ہمنواؤں کی آنکھ میں کسی طرح نہیں جچتے تھے اور یہ کروڑوں کی تعداد میں ایک کے مساوی تھے۔

وَظَنّ دَاؤدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّرَاكِعًا وَّاَنَابَ فَغَفَرۡنَالَهٗ ذَالِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَ نَالَذُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰب.

اور (داؤد علیہ السلام نے) سمجھا کہ ہم نے اُسے مصائب میں ڈال دیا سو اس نے رب کی حفاظت مانگی اور رجوع کرتا ہوا گر گیا اور اللہ کی طرف متوجہ ہوا سو ہم نے اس کی حفاظت کی اور یقیناً اسکے لئے ہمارے ہاں قرب اور اچھا لوٹ کر آنا ہے۔

داؤد علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کو محل میں داخل ہوتے دیکھ کر اللہ پاک سے اپنی مغفرت کی دُعا مانگی اسلئے کہ وہ اللہ پاک سے مکالمہ کا شرف رکھتے تھے اللہ پاک نے آپ کی اور آپ کی جماعت کی مغفرت فرمائی اور اُس زمانے کا سیاسی انقلاب اُنہیں کچھ بھی متاثر نہ کر سکا. یہاںتک کہ مخالفین آپ کے سامنے تباہ و برباد ہوئے. آپ کا اور آپ کی جماعت کا آزمائشی دور ختم ہوا۔

حضرتِ صدیق نے خانقاہِ سرورِ عالمؐ پر فوجی محاصرہ کے موقع پر اللہ پاک سے دعا کی اَللّٰھُمَّ شَتِّتۡ شَمۡلُھُمۡ اَللّٰھُمَّ دَمِّرۡ دِیَارُھُمۡ اَللّٰھُمَّ مَزِّقۡ جَمۡعُھُمۡ وَاجۡعَلۡھُمۡ مَقۡھُوۡرِیۡنَ. یہ دعا مقبول ہوئی اور اللہ پاک نے پولیس ایکشن کے ذریعہ رضوی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا اور اُس نے ہماری جماعت کو اپنی مغفرت میں لیا اس طرح کہ ہمارے ۲۰۳ افراد چنچل گوڑہ جیل حیدرآباد میں نظر بند کر دیئے گئے. تین سال چار ماہ کے بعد حضرت صدیق رہا ہوئے مبلغین میں سے بعض افراد ایک سال اور بعض پانچ پانچ سال کی جیل گذار کر رہا ہوئے ہمارا ایک بھی آدمی ہلاک نہیں ہوا. ہمارے سارے مخالفین ہماری نظروں کے سامنے تباہ و برباد ہوئے موجودہ سیاسی انقلاب ہمیں کچھ بھی متاثر نہ کر سکا. بالآخر ہمارا آزمائشی دور ختم ہوا۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰكَ خَلِيۡفَةً فِى الۡاَرۡضِ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ بِالۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الۡهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ.

اے داؤدؑ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہشات کی پیروی نہ کر ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دینگے۔

بالآخر داؤد علیہ السلام کو ان کے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوا. اللہ پاک نے ان کو زمین پر خلیفہ بنایا اور انہوں نے اپنے زمانے کے سیاسی مسائل کا حل خلافت کے قیام سے کر دیا مذہبی حکومت قائم ہوئی اور ان کی ساری قوم امن وسکون سے زندگی گذارنے لگی۔

حضرت صدیق نے اپنی زندگی ہی میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کی بنیاد ڈالدی ہے جنکے بعد آٹھ منفصل خلیفوں کی بشارت ہے جس کو ہندو اقوام دھرم راج اور مسلمان دینی حکومت کہتے ہیں. ہندوستان کے سارے سیاسی مسائل کا حل اسی ایک راہ سے ہوگا بالآخر ساری قومیں امن وسکون سے زندگی گذارنے لگیں گی. اللہ اپنے وعدہ کا سچّا ہے وہ اپنا کام اپنے وقت پر کریگا۔

(تسلسل صفحہ ۵۱)۔۔۔۔۔۔ پھل آنیکے بعد شاخوں کی اہمیت باقی نہیں رہتی. اسی طرح اسلام اوراس کے بانی محمد رسول اللہ ﷺ کے آنے کے بعد ادیانِ سابقہ اور انبیائے ماسبق کی ضرورت باقی نہ رہی. انبیائے ماسبق کے زمانہ میں ان کی امتوں کو اس کا احساس تھا کہ یہ قومی دائرہ جو مختلف انبیاء کی صورت میں جاری ہے کہیں نہ کہیں جا کر ختم ہوگا. اسلئے کہ انسان کی فطرت محدود دائرہ میں رہ کر گذر جانیکی نہیں ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے خود اُن سے کہا کہ ہمارے قلب کے اطمنان کے لئے خدا سے دعا کر کہ آسمان سے وہ ہمارے لئے ایک ایسا مائدہ نازل کرے کہ جس سے ہم کھائیں اور قلب کو اُس سے سکون حاصل ہو عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں قلب کا وہ سکون جو جامعیت کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے وہ اس سے قاصر تھے کہ اپنی امت کو اپنی ہی تعلیم سے مطمئن کرتے اسی لئے انہوں نے خدا سے مائدہ کو طلب کیا جس طرح کائنات عالم میں مختلف جانداروں کی غذائیں مختلف ہیں شیر کی غذا گوشت' بکری نہیں کھا سکتی اور بکری کی غذا گھانس شیر نہیں کھا سکتا. پس اس طرح عالم روحانیات میں تمام انبیاء کی تعلیم روحانی مختلف تھی. موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے کام نہیں آسکی اور نہ عیسیٰؑ کی تعلیم یہودیوں کے کام آسکی. کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں جلال تھا تو عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں صرف صبر و جمال کی تلقین تھی. سارے انبیائے ماسبق کا یہی حال تھا. دورِ جزئیت میں یہ دونوں جسمانی وروحانی دائرے نامکمل تھے جسطرح انسان کی غذا میں شیر کی غذا گوشت اور بکری کی غذا ترکاری دونوں شامل ہیں اسی طرح حضور سرورِ عالم ﷺ کی تعلیم میں موسیٰ علیہ السلام کی سختی اور عیسیٰ علیہ السلام کا صبر دونوں شامل ہیں گویا کہ اسلام اپنے اندر جمال وجلال کے دونوں پہلو رکھتا ہے. کامل غذا سے انسان کو سکون حاصل ہوتا ہے. تعلیم کامل سے انسان کی روحانی ارتقاء بھی کامل ہوتی ہے. پس یہی احساس انبیائے ماسبق کی امتوں کو تھا کہ ایک ایسا نبی بھی ہونا چاہیے کہ جس کا مائدہ یعنی دسترخوان ساری اقوام کو روحانی غذا دے سکتا ہو. چنانچہ وہ مائدہ جو عیسیٰؑ کے حواریوں نے طلب کیا تھا وہ یہی تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوْا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (۵:۱۱۳) یعنی جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانا نازل کرے عیسیٰؑ نے کہا اللہ کا تقویٰ کرو اگر تم مومن ہو. مزید انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اُس میں سے کھائیں اور ہمارے دل اطمینان پائیں اور ہم جان لیں کہ ضرور تو نے ہم سے سچ کہا تھا اور اس پر گواہ ہو جائیں. اس آیت میں تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ انبیاء ماسبق کے زمانے میں اُن کی قوموں کو وہ مقام نصیب نہیں ہوا جو مقام قلب کے اطمینان کا ہے. ظاہر ہے کہ یہ مقام نفس مطمئنہ کا ہے اور ربوبیت کامل کے بعد مقام رضا تک جسکی پہنچ ہوتی ہے. رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا کمال اس میں پیدا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اُسے عبودیت کامل حاصل ہوتی ہے اور بالآخر دائمی جنت اُسے نصیب ہوتی ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ہے اور وہ مقام حضور سرورِ عالم ﷺ کے سوا کسی اور کو نہیں ملا يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (۸۹:۳۰) چنانچہ عیسیٰؑ نے اللہ پاک سے مائدہ طلب کیا. ان کی دعا کے الفاظ یہ ہیں قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (۵:۱۱۴) یعنی عیسیٰؑ نے کہا اے اللہ ہمارے، ہمارے رب ہم پر آسمان سے کھانا نازل کر وہ ہمارے لیئے عید ہو ہمارے پہلوں کیلئے اور ہمارے پچھلوں کیلئے بھی اور تیری طرف سے نشان ہو اور ہم کو رزق دے اور تو ہی بہتر رزق دینے والا ہے. اس آیت میں یہ بات غور طلب ہے کہ عیسیٰؑ نے حواریوں کے مطلوبہ مائدہ کی تکمیل میں جو دعا کی ہے اس میں حواریوں کیلئے مائدہ طلب کرنیکا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ الفاظ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا آئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا کے الفاظ بھی ایک خاص حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں یعنی ایک ایسے مائدہ کو طلب کرنا کہ جس کے نزول سے اولین اور آخرین کیلئے عید ہو ایک موعودہ حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں ورنہ وہ اپنی قوم کیلئے مائدہ طلب کرتے پس لِاَوَّلِنَا کے الفاظ میں اولین کی جماعت کا اظہار تھا وَاٰخِرِنَا میں آخرین کی جماعت کا، پس یہ دو گروہ جنکو اولین اور آخرین کہا گیا ہے کونسے ہیں اس حقیقت کا اظہار قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے. ابراہیمؑ نے اس امت میں پیدا ہونے کی تمنا میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی بعثت کے بعد صحابہؓ کی بعثت کو آخرین کا گروہ قرار دیا ہے یعنی خود کو وہ اولین میں شامل کرتے ہیں جیسے کہ قرآن کریم آیا ہے. رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ (۲۶:۸۵) یعنی میرے رب مجھے حکمت عطا فرما اور میرا الحاق صالحین سے کر اور جماعت آخرین میں مجھے لسان صدق عطا فرما اور مجھے نعمتوں والی جنت یعنی وارث انبیاء کا مقام دے. اس آیت میں ابراہیمؑ کی تمنا کا اظہار ہے جس میں تین باتوں کا تذکرہ ہے پہلا صالحین سے الحاق دوسرا جماعت آخرین میں لسان صدق کا حاصل ہونا. تیسرا یہ کہ جامعیت میں تمام انبیاء کا ورثہ حاصل ہونا. اس طرح اللہ پاک نے یہ تینوں مقام اسی امت کو دیئے ہیں. حضور سرورِ عالم ﷺ کی امت ہی صالحین اور آخرین کہلائی بالآخر ابراہیمؑ کی دعا بھی قبول ہوئی اور اس امت میں حضرت صدیق اکبرؓ مثیل ابراہیمؑ بن کر ظاہر ہوئے. حضورؐ فرمایا يَا اَبَا بَكْر مِثْلُكَ فِي الْاَنْبِيَآءِ كَمَثَلِ اِبْرَاهِيْمَ اے ابوبکر انبیاء میں تیری مثال ابراہیم کی مثال ہے. لسان صدق کی تکمیل میں حضور نے فرمایا ہے کہ اللہ کا ایک خلیل تھا اور میرا

خلیل صدیق ہے اِنَّ خَلِیۡلِیۡ مِنۡکُمۡ اَبُوۡبَکۡرِ ابۡنِ قُحَافَه ورثۂ انبیاء کی تکمیل میں حضور اکرم ﷺ اول کا درجہ اور حضرت صدیق اکبرؓ کو ثانی کا درجہ حاصل ہے ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡهُمَا فِی الۡغَارِ کے الفاظ قرآن کریم میں صاف طور پر آئے ہیں. اس طرح آپ ہی کا وجود بہ فنائیت کامل رفیق نبوت کہلایا گویا کہ سوالاکھ انبیاء کی روحانی نعمتیں حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ظاہر ہوئیں قرآن کریم میں موسیٰؑ و ہارونؑ کے اس امت میں پیدا ہونے کی تکمیل میں آیا ہے تَرَکۡنَا عَلَیۡهِمَا فِی الۡاٰخِرِیۡنَ یعنی موسیٰؑ و ہارونؑ کو جماعت آخرین میں چھوڑ رکھا ہے. ابراھیمؑ، اسحٰقؑ اور نوحؑ کے متعلق بھی تَرَکۡنَا عَلَیۡهِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ آیا ہے بہر صورت انبیاء کرام کی جماعت کو اولین اور امت مسلمہ کو جماعت آخرین قرار دیا گیا ہے. پس اب عیسیٰؑ کا اپنے رب سے مائدہ کا طلب کرنا اور جماعت اولین کیلئے عید قرار دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی بعثت تمام انبیاء کے گروہ کیلئے عید کا دن تھا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا میں لفظ عید بھی ایک خاص امر کی جانب متوجہ کرتا ہے. لفظ عید کا مادہ عود ہے اسی سے اعادہ ہے اور اس لفظ کے معنی کسی چیز کے دوبارہ لوٹ آنے کے ہیں عیسیٰؑ کی دعا میں اس بات کا بھی اشارہ تھا کہ حضورؐ کی بعثت پر اپنے میثاق کی تکمیل میں تمام انبیاء کا اعادہ ہو اور دربار رسول الثقلینؐ میں سب کے سب حاضر ہوں اور جب یہ موقعہ تمام انبیاء کو نصیب ہوگا تو گویا سب کیلئے وہ دن عید کا ہوگا اس لیئے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ تمام انبیاء کو خاتم النبینؐ کے دربار میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے. اسی لئے عید کو خوشی کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں میں بار بار لوٹ کر آتی ہے حضور اکرم ﷺ نے اسی دعا کی تکمیل میں اَنَا بَشَارَۃُ عِیۡسٰیؑ فرمایا انجیل میں نام احمد کی پیشین گوئی تھی جو حضور اکرم ﷺ کے نام احمد سے پوری ہوئی. ابراھیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے بھی تعمیر کعبۃ اللہ کے موقعہ پر امت مسلمہ اور حضور اکرم کی بعثت کی دعا کی تھی وہ یہ تھی رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ اے ہمارے رب تو ہم دونوں کو اپنے لئے مسلمان بنا اور ہماری ذریت یعنی قوم عرب میں ایک امت کو مبعوث کر جو مسلم کہلائے. آگے چل کر حضورؐ کی بعثت کیلئے بھی دعا فرماتے ہیں رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَیُزَکِّیۡهِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (۱۲۹:۲) اس کے علاوہ ابراھیمؑ نے اپنی بیوی بی بی حاجرہ اور چھوٹے بچے اسمٰعیل کو صفا اور مروا کی پہاڑیوں کے دامن میں چھوڑتے ہوئے بھی دعا کی تھی رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ (۳۷:۱۴) ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزّت والے گھر کے پاس وادی میں بسایا ہے جہاں کھیتی نہیں ہے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں سو تو عام لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے. عرب کی سرزمین کو انہوں نے غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ اس لئے کہا کہ وہاں ابتدائے آفرینش سے کوئی نبی و رسول نہیں آیا تھا گویا کہ وہاں کوئی روحانی زراعت ہی نہیں ہوئی تھی. اللہ پاک نے حضورؐ سے مخاطب ہوکر فرمایا ہے مَاۤ اَتٰهُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّهُمۡ یَهۡتَدُوۡنَ اے حبیب تم سے پہلے قوم عرب میں کوئی نذیر نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پاتے. ابراھیمؑ کا مزید یہ فرمانا فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّهٗ مِنِّیۡ وَمَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (۳۶:۱۴) یعنی جو شخص میری اتباع کرے پس وہ مجھ سے ہے. اور جو میری نافرمانی کرے اے اللہ تو ہی اس کیلئے غفور الرحیم ہے. پس ثابت ہوتا ہے کہ ان کے بیٹے اسمٰعیل کی نسل عرب میں آباد ہوگی اور ان میں ایک رسول مبعوث ہوگا جو ساری انسانیت کو اپنی طرف مائل کرے گا جیسے کہ پہلی دعا میں تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ کے الفاظ آئے ہیں فَاِنَّهٗ مِنِّیۡ کے لفظ میں بھی یہی حقیقت پوشیدہ ہے البتہ وَمَنۡ عَصَانِیۡ کے لفظ میں ان کے دوسرے بیٹے اسحٰقؑ کی نسل کی جانب اشارہ ہے کہ اس سلسلہ میں وہ عالمگیر روحانی حیثیت والا کوئی وجود پیدا نہ ہوگا. چنانچہ دوسری جگہ بالکل صاف طور پر کہا گیا ہے جبکہ اللہ پاک نے ابراھیمؑ کو اَسۡلِمۡ کا حکم دیا اور انہوں نے اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہا اللہ پاک نے جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کہہ کر انہیں مستقبل میں اسمٰعیلؑ کی نسل سے تو ایک امت شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ والی ہونے کا یقین دلایا لیکن جب ابراھیمؑ نے اپنے دوسرے بیٹے اسحٰقؑ کے سلسلہ سے متعلق تذکرہ کیا اور کہا قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ یعنی میری اس ذریت سے بھی یہ فیض جاری ہوجائے تو اللہ پاک نے کہا. قَالَ لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ یعنی اس سلسلہ سے یہ عہد نعمت نہیں ہوگا اسلئے کہ یہ گروہ بنی اسرائیلی سلسلہ کے انبیاء کو جھٹلاتا رہے گا. چنانچہ ایسا ہی ہوا بالآخر اسحٰقؑ و یعقوبؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک یہی حال رہا یہودیوں نے تو عیسیٰؑ کو صلیب پر لٹکا کر ابراھیمؑ کے اس عہد کو پورا ہی کردیا بس یہی وہ حقیقت ہے کہ اللہ پاک نے ابراھیمؑ کے دو بیٹوں میں سے صرف ایک سلسلہ کو اس امر کیلئے منتخب کیا کہ اس میں رحمت اللعٰلمین پیدا ہو. اور جب وہ وجود آیا تو اس نے بہ بانگ دہل کہا اَنَا دَعۡوَۃُ اَبِیۡ اِبۡرَاهِیۡمَ یعنی میں ہی اپنے جسمانی باپ ابراھیمؑ کی دعا ہوں. حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث میں کہ میں عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنے جسمانی باپ ابراھیمؑ کی دعا ہوں ثابت کرتا ہے کہ آپؐ سے پہلے کوئی وجود اس پیش گوئی کا مستحق نہ تھا اور نہ آئندہ ہوسکتا ہے. آپؐ کی یہ حدیث صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق کوئی دوسرا وجود نہیں ہے. اس حدیث کے ایک حصّہ کو چھوڑ کر صرف نام احمد کی پیشگوئی کو جو انجیل میں ہے مرزا غلام احمد صاحب پر چسپاں کرنا جرم ہے یا صرف ایک ہوس ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے. اصل مقصد ہمارا یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے مطابق جس طرح حضور ﷺ کا وجود ثابت ہے اسی طرح ابراھیم علیہ اسلام کی دعا کا مصداق بھی آنحضرت ﷺ ہی کا وجود ہے. اسی طرح تمام انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو اس عظیم خبر کی اطلاع دی تھی جس طرح عید آنے سے پہلے اُس کی تیاریاں ہوتی ہیں اسی طرح حضور سرور عالم ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے ہر قوم میں آپؐ کے چرچے نظر آتے

ہیں پس وہ عید جو جماعت اولین یعنی انبیاء کیلئے تھی جسکو عیسیٰ علیہ السلام نے عِیۡدً الِاَوَّلِنَا کہا تھا حضور سرور عالم ﷺ ہی کی بعثت کیلئے تھی بلکہ اس لئے بھی خوشی اور عید کا موقع تھا کہ تمام انبیاء کی تمنّا اس امت میں پیدا ہونے کی تھی اور وہ تمنا خود اُن کے اعادہ سے پوری ہوئی جیسے انہوں نے اپنے آپ کو صحابہؓ کی صورت میں دیکھا اور حضورؐ نے نام بنام تمام صحابہؓ کو انبیاء کی مماثلت کے رنگ میں پیش کیا حضرت ابوبکرؓ کو ابراہیمؑ ، حضرت عمرؓ کو نوحؑ ، حضرت عثمانؓ کو ادریسؑ ، حضرت علیؓ کو یحیؑ کہتے ہوئے مَامِنۡ نَبِیِّ اِلَّا لَہٗ نَظِیۡرٌ مِنۡ اُمَّتِیۡ فرمایا یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہے جس کی نظیر میری امت میں نہ ہو پس یہی عید تھی جو اپنی پہلی قسط میں عید الفطر کہلائی لیکن اسلام میں ایک دوسری عید بھی ہے جس کو عید الضحیٰ کہتے ہیں اور یہ عید الفطر کے بعد آتی ہے۔ پہلی عید تو وہ تھی جو مظہر فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے وجود میں آنے سے ہوئی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں عِیۡدًا لِاَوَّلِنَا کے ساتھ ہی وَاٰخِرِنَا بھی فرمایا تھا حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد یعنی خیر القرون کی تین صدیوں کے بعد اسلام ۷۲ فرقوں میں منقسم ہوگا جسمیں میں نہیں رہوں گا چونکہ اسلام کا حقیقی جوہر چھپ جائیگا یعنی مسلمان اسلام کے بنیادی اصول سے غافل رہینگے اور وہ ہیں تبلیغ۔ ہجرت اور غزوات۔ پچھلے ایکہزار سال میں یہ تدریجی عمل بانیان فرقہ ہائے اسلام کی زندگی میں کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ روحِ اسلام کے یہی تین جواہر ہیں جن کو حضورؐ نے اپنے عمل سے کر کے دکھلایا تھا تبلیغ اسلام کیلئے مختلف وفدوں کی صورت میں صحابہؓ اپنے گھروں سے نکلے اور دنیا کے کنارے پہنچ گئے۔ دنیا نے اُنہیں جب کچھ نہ سمجھا تو انہوں نے اپنے اس اقدام کی تکمیل کیلئے خدا سے وحی پا کر مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں پناہ لی اور جو طاقت اس راہ میں آڑ آئی اُس کو بذریعہ غزوات سر کیا اور اُس کے بعد تیس سالہ علیٰ منہاج نبوت کے ذریعہ ساری دنیا پر چھا گئے۔ پس یہ عمل صحابہؓ کے بعد سے آج تک کسی جماعت کے امام یا مجدّد سے ظاہر نہیں ہوا۔ البتہ کچھ کیا تو صرف اس قدر کہ مسلمانوں کو بیدار رکھنے کیلئے تجدید دین کا کام کیا۔ جس کا تعلق کفارِ عالم سے قطعاً نہ تھا بلکہ مسلمانوں ہی کے جزوی مسائل سے تھا خود حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میری امت میں ہر صدی کے سر پر ایک یا ایک سے زائد مجدّد دین آتے رہینگے اور وہ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ ہونگے۔ پس یہ ایسا ہی زمانہ تھا جیسے کہ جزوی طور پر تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کی ربوبیت روحانی کرتے رہے۔ اعادۂ اسلام کی صورت میں درختِ اسلام کی شاخیں نکلتی ہوئیں بالآخر اس امت میں مسیح محمدی کے ظہور پر ختم ہوئیں یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ انبیائے کرام کے زمانے میں ابتدائے اسلام میں درخت اسلام کی آخری شاخ مسیح ناصری کی صورت میں نکلی۔ پھل چونکہ درخت کی جوانی پر آتا ہے اسلئے حضور سرور عالم ﷺ ایسے ہی وقت میں آئے جبکہ درختِ اسلام کے پھل کا زمانہ آ گیا تھا۔ پس اب مخبر صادق ﷺ کے فرمان کے مطابق اور خود زمانۂ فیج اعوج کے ظہور پر بوجہ محدود دائروں سلسلوں اور طریقوں میں رہنے کی وجہ سے اپنے اولین سے مطابقت رکھنے والا یہی گروہ ہے جو اولیاء اللہ، مجدّد دین اور نام نہاد خلافت کا ہے۔ جماعتِ اولین یعنی انبیاء کی عید بوجہ اُن کے اعادہ کے حضور سرور عالم ﷺ کی بعثت سے ظاہر ہوئی۔ اسیطرح اولین کا مترادف پچھلا ایکہزار سالہ والا زمانہ تھا جسکو قرآن کریم نے اولین کا نام دیا ہے جیسے کہ کہا گیا ہے وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی یعنی اے محمدؐ تمہاری آخرت اولیٰ سے بہتر ہے۔ صحابہؓ انبیاء کی جماعت اولین کہلائی اور صحابہؓ اُن کیلئے عید اور خوشی کا باعث بنے۔ اسی طرح پچھلے ایکہزار سال والوں کیلئے ہماری جماعت قول وفعل سے دیندار کہلاتی ہے عید اور خوشی کا باعث ہوئی۔ ہمارے لئے یہ گروہ اولین کا ہوا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا میں ایک ایسے مائدہ کی خواہش تھی کہ وہ نہ صرف ہر انتشاری دور کو جامعیت کے لباس میں بدل دے بلکہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنے اندر عود و بداء کی بھی شان رکھے اسی لئے انہوں نے اپنی دعا میں اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا فرمایا تھا۔ ابتدائے اسلام اور اعادۂ اسلام میں یہ دونوں دور اولین ہی کہلاتے ہیں اسلئے کہ دونوں وقتوں میں جامعیت اور کلّیت کے اصول نہیں رہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں آیا ہے اے حبیبؐ آخرین کا گروہ اپنے اولین سے بہتر ہے۔ اس آیت سے بعض نادانوں نے صحابہؓ کو اولین قرار دے کر خود کو آخرین کہا اور اُن سے اپنے آپ کو مدارج و مراتب میں افضل بتلایا ہے یہ تفوّق زندیقیت کا مترادف ہے۔ اللہ پاک اُن کو اُسکی سخت سزا دیگا۔ خَیۡرٌ لَّکَ میں خطابت حضورؐ سے ہے۔ اگر اُوۡلٰی سے آخِر بہتر ہے تو کس کیلئے ہے؟ خود لَکَ کی ضمیر مخاطب نے صاف کر دیا ہے کہ وہ وجود کوئی دوسرا نہیں ہوگا بلکہ آپؐ ہی ہونگے اولیٰ سے مطلب آخرین کی جماعت والوں سے پہلے کے لوگ ہیں جیسے کہ صحابہؓ کے پہلے یعنی اولین انبیاء تھے اسی طرح ہم سے پہلے یعنی اولین والے وہ ہیں جو زمانہ فیج اعوج میں رہے۔ جس طرح صحابہؓ کی بعثت تمام انبیاء کیلئے عید کا دن تھا اسی طرح صدیق اور اس کے ساتھیوں کی بعثت پچھلے اولیاء اللہ، غوث، قطب، اور مجدّد دین اسلام کیلئے عید کا دن ہے۔ اسلئے کہ وہ سب اس جماعت میں عود کر کے آئے جس طرح تمام انبیاء کی روحانی غذا یعنی ان کی ساری تعلیمات اسلام کی جامعیت والی تعلیم یعنی (مائدہ) میں رکھی ہوئی تھیں۔ اسی طرح پچھلے تمام مجدد دین اسلام و دیگر اولیاء اللہ کے تمام فرقوں اور جماعتوں کی ربوبیت ہمارے دسترخوان (مائدہ) میں رکھی ہوئی ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو صرف اعادۂ اسلام کی صورت میں درخت اسلام کی آخری شاخ ہیں خود انہوں نے تیرھویں صدی میں ''مسلمانوں پر اب جہاد حرام ہے'' کا فتویٰ صادر کر کے اس بات کا ثبوت دیا کہ اُن کے پاس دوسرے فرقہ ہائے اسلام کی ربوبیت کا کوئی سامان نہ تھا۔ اسی طرح اُن سے پہلے تمام فرقہ ہائے اسلام کے بانیوں کا حال ہے۔ اسلام اپنے اندر جمال وجلال کے دونوں پہلو رکھتا ہے۔ جس طرح حضور سرور عالم ﷺ نے تمام انبیاء کی

تصدیق کی حتّٰی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تصدیق کر کے پولُس اور یعقوب کی دو جماعتوں کی پھوٹ اپنے وجود سے ختم کی. اس طرح حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور نے تمام فرقہ ہائے اسلام کے بانیوں کی تصدیق کی حتّٰی کہ مسیح محمدی کی بھی تصدیق کرنے میں پس وپیش نہ کیا. بالآخر مسیح محمدی کے بعد جو جماعت میں پھوٹ پڑی. ایک طرف میاں محمود کی جماعت ہے تو دوسری طرف محمد علی صاحب لاہوری کی جماعت ہے. ان دونوں جماعتوں کی پھوٹ کا ثمرہ بنکر حضرت صدیق ظاہر ہوئے. بالآخر یہ انتشار آپؑ ہی کے سلسلہ روحانی سے ختم ہوگا. اسلئے کہ جامعیت کے اصول ہی اجزائے اسلام کی ربوبیت کر سکتے ہیں یہی معنی وَلَلْاٰخِـرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کے ہیں یعنی صحابہؓ کی جماعت انبیاء سے بہتر تھی تو ہماری جماعت زمانۂ اولیاء اللہ ومجدد دین اسلام سے بہتر ہے نہ کہ ہم صحابہؓ سے بہتر ہیں (نَعُوْذُ بـاللّٰہ) یہ غلط فوقیت روحانیت کے سلب کا باعث ہوگی. صحابہؓ کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا. پس اعادۂ اسلام کی صورت میں تمام اولیاء اللہ کی طاقتیں اور انبیاء کے انعامات صدیق اور اُس کے ساتھیوں میں عود کر آئے. اسی لئے یہ دوسری عید ہے جس کو عیدالضحیٰ کہتے ہیں. یہ جامعیت والے دسترخوان (مائدہ) کی دوسری قسط ہے جس میں ہر فرقہ کی ربوبیت کا سامان ہے. عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا میں جس مائدہ کو آسمان سے نازل کرنیکے لئے اللہ پاک سے کہا تھا اور جس مائدہ کو اولین وآخرین کیلئے عید کا دن قرار دیا تھا یہ وہی دو دور ہیں جسکو بداء اسلام اور اعادہ اسلام کہتے ہیں. عیدالفطر میں تاسیس اسلام تھی، جامعیتِ قرآن کا رنگ تھا اور عیدالضحیٰ انہی اصول کو مضبوط کرنیکے لئے اپنے ہمراہ قربانیاں لاتی ہے. عیسیٰ علیہ السلام کی دعا منظور ہوئی اور اللہ پاک نے کہا اِنِّی مُنَزِّلُھَا عَلَیْکُمْ فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ فَاِنِّی اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا لَا اُعَـذِّبُـہٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (۵:۱۱۵) یعنی میں اسکو تم پر اُتارنے والا ہوں پھر جو کوئی اُس مائدہ کو انکار کرے میں اُسے ایسا عذاب دوں گا کہ تمام عالم میں کسی کو ایسا عذاب نہ دیا گیا ہو. پس یہ عذاب جسکی خبر عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو دی گئی تھی خود عیسائیوں پر اس وقت نازل ہوا جبکہ حضور سرور عالم ﷺ کے ظہور پر آپؐ کی رسالت کا انکار کیا گیا. بالآخر یہی عیسائی قوم دجّال کہلائی انہوں نے حضورؐ کے انکار سے ایک لعنت اپنے گلے میں اُتار لی کہ مسیح کو انہوں نے خدا کا بیٹا قرار دیا. باپ کو انکار کیا اور بیٹے کو پکڑ لیا. حضورؐ نے فرمایا تھا کہ آخر زمانہ میں دجال آئے گا اور وہ ایک جماعت ہوگی دجّالٌ رِجالٌ کے الفاظ حدیثوں میں آئے ہیں. بالآخر قوم ساری دنیا پر مادّی تصرف حاصل کر کے اپنی صنعتی ترقی سے خود ہی موت کے منہ میں آ گئی. آج عیسائیت پر جسقدر بلاؤں کا نزول ہے اسقدر کسی زمانہ میں کسی قوم پر نہ تھا. پس یہ لعنت حضور سرور عالم ﷺ کے انکار سے ان پر پڑی ہے. حضورؐ نے اعادۂ اسلام کی صورت میں یہ بھی کہا تھا کہ میرے بعد مدعی نبوت کافر و کاذب دجال ہے. جسطرح حضورؐ کے انکار سے عیسائی قوم دجال بنی ـ اسی طرح صدیق اور اس کے ساتھیوں کے عدم عرفان پر مسیح محمدی کی جماعت پر کفر و لعنت کی بوچھار چاروں طرف سے ہو رہی ہے. یہ روحانی معاملہ ہے جس کو خود وہ نہیں سمجھتے. پاکستان میں مسلمانوں نے پوری طاقت سے یہ آواز اُٹھائی ہے کہ قادیانی کافر ہیں اور یہ اسلام سے خارج ہیں. حکومت پاکستان کو اس امر پر مجبور کر رہے ہیں کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کی حیثیت سے کوئی حقوق نہ دئے جائیں چونکہ یہ غیر مسلموں کا ایک اقلیتی فرقہ ہے. اسی طرح تقسیم ہند کے موقع پر اُنکا دارالامان قادیان ان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور لاہور بھاگنا پڑا تو دوسری طرف وہاں بھی انہیں سکون نہیں ملا بلاء پر بلاء نازل ہو رہی ہے یہ سب یوسف موعود حضرت صدیق دیندار کے انکار کا نتیجہ ہے. ابتدائے اسلام میں مسیح ناصری کے ماننے والوں نے حضور سرور عالم ﷺ کا انکار کیا اور انہیں دجّالیت کے فتنے میں مبتلا ہونا پڑا تو اعادۂ اسلام کی صورت میں مسیح محمدی کے ماننے والوں نے حضرت صدیق کو نہیں پہچانا پس یہ بھی دجالیت کے فتنے میں مبتلا ہوئے. وہاں ابن اللہ کا دعویٰ کفر و دجالیت کا مترادف تھا یہاں نبی اللہ کا دعویٰ کفر و دجالیت کا مترادف ہے نہ اُن کو عیسیٰؑ نے اس فتنہ میں مبتلا ہونیکے لئے کہا تھا اور نہ ان کو مسیح موعود نے اس فتنہ میں مبتلا ہونیکے لئے کہا تھا. اسی حقیقت کو اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں بیان کیا ہے وَاِذْ قَـالَ اللّٰـہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّـخِـذُوْنِـیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ. قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ. اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ. تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْـلَـمُ مَـا فِـیْ نَفْسِکَ. اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۰ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ. وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۰ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۰ (۵:۱۱۶) یعنی جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا دو معبود بنا لو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جسکا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا. تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو اپنی ذات میں مخفی رکھتا ہے کیونکہ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے. میں نے تو صرف اُن سے کچھ نہیں کہا مگر وہی کہ جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں اُن پر اُس وقت گواہ تھا جب تک میں اُن میں تھا. پھر جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر شاہد ہے اگر تو اُن کو عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو اُن کی مغفرت کرے تو تو بے شک غالب حکمت والا ہے. اس آیت کے ترجمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ابن اللہ کا دعویٰ نہیں کیا تھا. اسکے باوجود عیسائیوں نے مسیح کے ابن اللہ ہونے کا اُن کے بعد ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیا اور اس فتنہ

کا بانی مبانی خود اُن کا دوسرا خلیفہ پولُس ثابت ہوا اسی طرح مماثلتِ میں مسیح محمدی کے زمانے میں ہوا یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی کتابوں میں نبی اللہ کا دعویٰ کہیں بھی نہیں کیا ہے ۔البتہ مسیح ناصری نے جس طرح انجیل میں کہا تھا کہ میں ابن اللہ اپنے آپ کو اسی طرح کہتا ہوں جس طرح بنی اسرائیل کے بعض بزرگوں نے بھی ماضی میں کہا ہے ۔پس اسی طرح حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ میں نبی اللہ اپنے آپ کو اسی طرح کہتا ہوں جس طرح کہ امت کے بعض بزرگوں نے کہا ہے ۔لیکن افسوس کہ جس طرح پولُس نے مسیح کے بعد ابن اللہ کے لفظ کو نیا جامہ پہنا کر خود مسیح کے مقام کی عظمت عوام کی نظروں سے گرادی اسی طرح قادیانیوں نے مرزا صاحب کے نبی اللہ کے لفظ کو نیا جامہ پہنا کر اس امت کی نظروں سے اُن کی عظمت گرادی بالآخر یہ کیوں ہوا؟ صاف ظاہر ہے کہ جس طرح وہاں مسیح ناصری اور اُسکے بعد ہوا تھا اسی طرح یہاں مسیح محمدی اور اس کے بعد ہونا چاہیے تھا ۔یہی وجہ ہے کہ اس امت میں نبوت کا فتنہ کھڑا ہوا لیکن یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ یہ فتنہ ہمیشہ کیلئے باقی رہے ۔جس طرح حضور سرور عالم ﷺ نے جماعت یعقوب اور پولُس کے اختلافات کو مٹا کر عدل وانصاف قائم کیا اسی طرح یوسف موعود و مصلح موعود حضرت مولانا صدیق دیندار قدس سرہ العزیز کے روحانی سلسلے کے ذریعہ لاہوری جماعت اور قادیانی جماعت کے اختلافات ہمیشہ کیلئے مٹ جائیں گے اور عدل و انصاف قائم ہوگا ۔نہ پولس کا وہاں فتنہ باقی رہا اور نہ یہاں میاں محمود صاحب کا فتنہ باقی رہے گا ۔پس جس طرح مسیح ناصری اور مسیح محمدی اپنی مماثلت میں پورے پورے اُترے اسی طرح پولس خلیفہ ثانی مسیح ناصری اور میاں محمود خلیفہ ثانی مسیح محمدی دونوں اپنی مماثلت میں پورے پورے اُترے یہانتک کہ پولُس کے نام کے ابجد ۹۸ ہیں تو محمود کے نام کے ابجد بھی ۹۸ ہیں ۔اس حقیقت کے ظاہر ہونیکے بعد نام محمود سے (نعوذ باللہ) یہ تعبیر لینا کہ حضور سرور عالم ﷺ کی مقام محمود والی بعثت کا اظہار ہو رہا ہے صرف ایک ہوس ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں ۔حضور سرور عالم ﷺ کا نام محمدؐ تھا اور آپ کی ایک دوسری بعثت جس کو بعثت ثانی کہا جاتا ہے وہ نام محمود والی نہیں ہے بلکہ مقام محمود والی بعثت ہے ۔جیسے کہ قرآن کریم میں وَابۡعَثۡهُ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا کے الفاظ آئے ہیں تو پھر کس طرح نام محمود سے مقام محمود کی تعبیر کیجا سکتی ہے ۔یہ بعثت تو صدیقی ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں صاف لفظوں میں آیا ہے رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ حضور اکرم ﷺ کی یہ دعا کہ مجھے صدق کے مدخل میں داخل کر اور صدق کے مخرج ہی سے نکال ۔اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ ہی صدق کا مدخل ہیں اور بعثت ثانی میں بھی صدق کا مخرج آپؐ ہی ہونگے اسی لئے تو حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے سیرت صدیقی کی کھڑکی کے ذریعہ ہی جھانک کر دیکھا جا سکتا ہے اور یہ وجود ۵۶ جسمانی اور ۹۶ زمین و آسمان کے نشانات کے علاوہ بارہ ہزار فقرات والی بشارتوں کے ساتھ اپنے وقت مقررہ پر ظاہر ہوا ہے وہ وہی ہے جس کا نام حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور ہے ۔اسی وجود کے ساتھی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ کا مقام پائے ہوئے ہیں اسلئے کہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جماعت جو آخرین کے نام سے موسوم ہے اور جس کا ظہور عید کا دن ہے پہلی قسط میں مسیح ناصری کے بعد اور دوسری قسط میں مسیح محمدی کے بعد ہی ظہور میں آتی ہے اللہ پاک نے مسیح کی اس دعا کے تکمیل والے دن کو ہی موعود قرار دیا ہے جیسے کہ خود آیت پاک میں ہے قَالَ اللّٰہُ هٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُهُمۡ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (۱۱۹:۵) اللہ پاک نے کہا یہ وہی دن ہے کہ صادقوں کو اُن کی سچائی نفع دے گی اُن کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ابدتک اُسی میں رہینگے یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے ۔اس آیت میں اللہ پاک نے بالآخر اس گروہ کو جو صدیقین کا ہے مسیح اور اس کے ساتھیوں کیلئے نفع مند کہا ہے ۔دوسرا کوئی گروہ انہیں منفعت نہیں پہنچا سکتا اسلئے کہ مسیح اور اس کے متّبعین کی جسمانی و روحانی مماثلت سے دوسرے نا آشنا رہتے ہیں ۔صحابہؓ کا وجود پولُس اور یعقوب کی دو جماعتوں کیلئے نفع مند ثابت ہوا تو اسی طرح لاہوری جماعت کے بانی کہ جنہوں نے قادیان سے ایک جماعت کو الگ نکال لیا وہ مرزا یعقوب بیگ ہیں جو اپنی مماثلت میں نام بھی یعقوب رکھتے ہیں اور میاں محمود کی جماعت کیلئے صدیق اور اس کے ساتھیوں کا وجود نفع مند ثابت ہوگا یہی حقیقت یَنۡفَعُ الصَّادِقِیۡنَ عَنۡ صِدۡقِهِمۡ کی ہے ۔صحابہؓ سب کے سب صدیقین کہلاتے تھے ۔اسی طرح بعثتِ ثانی میں صدیق کے ساتھی صدیقین کہلاتے ہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ کا مقام انہی دو جماعتوں کو ملا ہے ۔مقام رضا پر جو شخص ہوتا ہے وہ بیعتِ رضوان لیتا ہے وہ لِهٰذِهِ الۡاُمَّت بن کر نہیں آتا بلکہ امام الناس بن کر آتا ہے ۔پس ایسا وجود دو ہی وقتوں میں آتا ہے ۔مسیح ناصری کے بعد یا مسیح محمدی کے بعد ۔اسکے ساتھی فقیری کے انتہائی کمال میں وارث انبیاء ہوتے ہیں اُن کا نور اُن کے آگے اور پیچھے دوڑتا ہے ۔اس منظر کو خود رسولِ مقبول ﷺ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ یَسۡعٰی نُوۡرُهُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَبِاَیۡمَانِهِمۡ (۱۲:۵۷) اس جماعت کے کام کی بنیاد عیسائیت کی نہج پر نہیں بلکہ نہج نبوت پر ہوتی ہے ۔ایسی جماعت گادی یا سلسلہ کی خلافت نہیں قائم کرتی بلکہ خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم کرتی ہے ۔اس جماعت کی بنیاد تبلیغ اسلام سے پڑتی اور غزوات اسلام پر ختم ہوتی ہے ۔اسکے بعد غلبۂ اسلام کی صورت بھی اسی جماعت کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے مسیح کی جماعت کو اور بعد میں آنے والی جماعت کو الگ کر دیا ہے اور صاف کہدیا ہے کہ ایک جماعت مسیح کا ساتھ دیگی اور دوسری جماعت سنت رسول پر ۲۷ غزوات کرے گی عِصَابَتَانِ مِنۡ اُمَّتِیۡ اَحۡرَزَهُمَا اللّٰہُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغۡزُو الۡهِنۡدَ وَعِصَابَةٌ تَکُوۡنُ مَعَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ اس حدیث کو جناب مرزا خدا بخش مرحوم جماعتِ احمدیہ لاہور نے اپنی کتاب عسلِ مصفّٰی میں درج کیا ہے ۔

تمام شُد